www.kitabosunnat.com

معرکہ ختم ہو گیا تو لوگ ابو جہل کی تلاش میں نکلے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے پا لیا۔ ابھی اس کی سانس آ جا رہی تھی۔ انھوں نے اس کی گردن پر پاؤں رکھا اور سر کاٹنے کے لیے ڈاڑھی پکڑی اور فرمایا: ''او اللہ کے دشمن! آخر اللہ نے تجھے رسوا کیا نا!''

اس نے کہا: ''مجھے کاہے کو رسوا کیا۔ کیا جس شخص کو تم لوگوں نے قتل کیا ہے، اس سے اوپر بھی کوئی آدمی ہے۔''

پھر بولا ''کاش! مجھے کسانوں کے بجائے کسی اور نے قتل کیا ہوتا۔''

اس کے بعد کہنے لگا ''مجھے بتاؤ آج فتح کس کی ہوئی؟'' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اللہ اور اس کے رسول کی۔'' ابو جہل نے کہا: ''او بکریوں کے چرواہے! تو بڑی مشکل جگہ پر چڑھ گیا ہے۔''

اس کے بعد حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کا سر کاٹ لیا اور خدمت نبوی میں حاضر کیا۔ آپ نے فرمایا:

«اَللّٰهُ أَكْبَرُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، صَدَقَ وَعْدَهُ، وَ نَصَرَ عَبْدَهُ، وَ هَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ»

''اللہ سب سے بڑا ہے، تمام تعریف اللہ کے لیے ہے، جس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھلایا، اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تنہا سارے گروہوں کو شکست دے دی۔''

پھر فرمایا: «هٰذَا فِرْعَوْنُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ» ''یہ اس امت کا فرعون ہے۔''[1]

یوم الفرقان (فیصلے کا دن) یہ معرکہ کفر و ایمان کا معرکہ تھا۔ اس میں آدمی نے اپنے چچا سے، باپ نے اپنے بیٹے سے، بھائی نے اپنے بھائی سے اور قرابت دار نے اپنے قریب ترین لوگوں سے جنگ کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو قتل کیا۔

◂◂ سکتا ہے کہ پہلے معاذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو بن جموح دونوں نے بیک وقت حملہ کیا ہو اس کے فوراً بعد معوذ بھی پہنچ گئے ہوں۔ (فتح الباري، المغازي، باب قتل أبي جهل، حديث:3964، 345/7).

[1] صحيح البخاري، المغازي، باب قتل أبي جهل، حديث:3962، و مسند أحمد:444/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبدالرحمان کا مقابلہ کیا اور مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو قید کیا۔ یوں قرابت کے تعلقات کٹ گئے۔ اللہ نے کلمۂ ایمان کو کلمۂ کفر پر بلندی عطا کی اور حق کو باطل سے جدا کر دیا، اسی لیے اس دن، یعنی 17 رمضان المبارک کا نام ''یومُ الْفُرقان'' پڑ گیا۔

فریقین کے مقتولین اس معرکے میں چودہ مسلمان شہید ہوئے۔ چھ مہاجرین اور آٹھ انصار۔ انھیں میدانِ بدر ہی میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ ان کی قبریں اب بھی معروف ہیں۔

مشرکین کے ستر آدمی مارے گئے اور ستر قید ہوئے۔ مرنے والوں میں زیادہ تر سربرآوردہ لوگ تھے۔ ان میں سے چوبیس سرداروں کے لاشے کھینچ کر بدر کے ایک گندے اور ناپاک کنویں میں پھینک دیے گئے۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین روز بدر میں قیام فرمایا۔ اس کے بعد جب واپسی کے لیے تیار ہوئے تو اس کنویں کی منڈیر پر آ کر کھڑے ہو گئے اور ان سرداروں کا نام لے لے کر پکارا:

«يَا فُلَانُ بْنَ فُلَانٍ! وَ يَا فُلَانُ بْنَ فُلَانٍ! أَيَسُرُّكُمْ أَنَّكُمْ أَطَعْتُمُ اللّٰهَ وَ رَسُولَهُ؟ فَإِنَّا قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا، فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَكُمْ رَبُّكُمْ حَقًّا؟»

''اے فلاں کے بیٹے فلاں! اور اے فلاں کے بیٹے فلاں! کیا تمھیں یہ بات اچھی لگتی ہے کہ تم نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی کیونکہ ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ کیا تھا، اسے ہم نے برحق پایا۔ تو کیا تم سے تمھارے رب نے جو وعدہ کیا تھا، اسے تم نے برحق پایا؟''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اللہ کے رسول! آپ ایسے جسموں سے کیا باتیں کر رہے ہیں جن میں روح ہی نہیں؟'' آپ نے فرمایا:

[1] صحيح البخاري، الوضوء، باب إذا ألقى على ظهر المصلي قذر، حديث: 240.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

«مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُولُ مِنْهُمْ، وَلٰكِنْ لَّا يُجِيبُونَ»

''میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے تم لوگ ان سے زیادہ نہیں سن رہے۔ لیکن یہ لوگ جواب نہیں دے سکتے۔''[1]

مکے اور مدینے میں معرکے کی خبر مکے میں شکست کی خبر بھاگنے والے مشرکین کے ذریعے سے پہنچی جس سے انھیں بڑی ذلت ورُوسیاہی محسوس ہوئی، حتیٰ کہ انھوں نے مقتولین پر نوحہ گری سے روک دیا تاکہ مسلمان خوش نہ ہوں۔ لطف یہ ہوا کہ اسود بن مطلب کے تین بیٹے مارے گئے، ان پر وہ نوحہ کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ایک رات ایک نوحہ کرنے والی عورت کی آواز سنی تو سمجھا کہ اجازت مل گئی ہے۔ اس نے جھٹ اپنے غلام کو حقیقت معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔ اس نے واپس آ کر بتایا کہ یہ عورت تو اپنے ایک گمشدہ اونٹ پر رو رہی ہے۔ اسود یہ سن کر اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا اور بے اختیار پکار اٹھا:

أَتَبْكِي أَنْ يَضِلَّ لَهَا بَعِيرٌ
وَّ يَمْنَعُهَا مِنَ النَّوْمِ السُّهُودُ
فَلَا تَبْكِي عَلٰى بَكْرٍ وَلٰكِنْ
عَلٰى بَدْرٍ تَقَاصَرَتِ الْجُدُودُ

''کیا وہ اس بات پر روتی ہے کہ اس کا اونٹ غائب ہو گیا اور اس پر بے خوابی نے اس کی نیند حرام کر رکھی ہے۔ تو اونٹ پر نہ رو بلکہ بدر پر رو جہاں قسمتیں پھوٹ گئیں۔''

مزید چند اشعار کہے جن میں اپنے بیٹوں پر آہ وفغاں کی۔

ادھر اہل مدینہ کی خوشخبری کے لیے رسول اللہ ﷺ نے دو قاصد روانہ فرمائے۔ ایک عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بالائی مدینہ کی طرف اور دوسرے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ زیریں مدینہ کی

[1] صحيح البخاري، المغازي، باب قتل أبي جهل، حديث:3976.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

طرف۔ اس دوران میں یہود نے جھوٹے پروپیگنڈے کر کے مدینے میں ہلچل مچا رکھی تھی، اس لیے جب فتح کی خبر پہنچی تو ہر طرف مسرت وشادمانی کی لہر دوڑ گئی۔ مدینے کے در و بام تہلیل و تکبیر کے نعروں سے گونج اٹھے اور سر برآوردہ مسلمان رسول اللہ ﷺ کو مبارک باد دینے کے لیے بدر کے راستے میں نکل پڑے۔

رسول اللہ ﷺ مدینے کی راہ میں رسول اللہ ﷺ نصرت الٰہی کا تاج پہنے مدینے کے لیے روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ مال غنیمت اور قیدی بھی تھے۔ وادیٔ صفراء کے قریب پہنچے تو تقسیم غنیمت کا حکم نازل ہوا، چنانچہ آپ نے ''خُمس'' نکال کر باقی مالِ غنیمت غازیوں پر تقسیم فرما دیا، پھر وادیٔ صفراء پہنچ کر نضر بن حارث کو قتل کرنے کا حکم دیا اور حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن اڑا دی۔ اس کے بعد ''عرق الظبیہ'' پہنچے تو عقبہ بن ابی معیط کو قتل کرنے کا حکم دیا اور حضرت عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے اور کہا جاتا ہے کہ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن مار دی۔

وہ سر برآوردہ مسلمان جو رسول اللہ ﷺ کو مبارک باد دینے کے لیے نکلے تھے، ان کی مقام رَوحاء میں آپ سے ملاقات ہوئی اور وہاں سے مدینہ تک انھوں نے آپ کی رفاقت و قیادت میں سفر طے کیا، اس طرح آپ مدینے میں یوں مظفر و منصور داخل ہوئے کہ ہر دشمن پر آپ کی دھاک بیٹھ چکی تھی اور اس کی وجہ سے بہت سے لوگ حلقہ بگوشِ اسلام بھی ہوئے۔ اسی موقع پر عبد اللہ بن اُبَی اور اس کے ساتھیوں نے بھی دکھاوے کے لیے اسلام قبول کیا۔

قیدیوں کا قضیہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ پہنچے تو آپ نے قیدیوں کے بارے میں مشورہ کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فدیہ لینے کی رائے دی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ انھیں قتل کر دیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فدیہ لینا طے کیا۔ یہ فدیہ چار ہزار سے تین ہزار اور (کم از کم) ایک ہزار درہم تک تھا اور ان قیدیوں میں سے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے ان کا فدیہ یہ قرار دیا گیا کہ وہ دس دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔ بعض قیدیوں پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

احسان کیا گیا اور انھیں فدیہ لیے بغیر رہا کر دیا گیا۔[1]

رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر ابو العاص کے فدیے میں جو مال بھیجا، اس میں ایک ہار بھی تھا۔ یہ ہار حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔ انھوں نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ابو العاص کے ساتھ رخصت کرتے وقت یہ ہار انھیں دیا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا تو آپ پر رقت طاری ہوگئی۔ آپ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے اجازت چاہی کہ ابو العاص کو بلا فدیہ چھوڑ دیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایسا ہی کیا، چنانچہ آپ نے ابو العاص کو اس شرط پر رہا کر دیا کہ وہ زینب (بنت رسول) کی راہ چھوڑ دیں گے۔ ابو العاص نے مکہ جا کر ان کا راستہ چھوڑ دیا اور وہ مدینہ ہجرت کر آئیں۔[2]

رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے عثمان رضی اللہ عنہ کی شادی نبی ﷺ جس وقت غزوۂ بدر کے لیے تشریف لے گئے تھے، آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بیمار تھیں۔ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں، لہٰذا آپ نے انھیں حکم دیا کہ ان کی تیمارداری کے لیے مدینہ ہی میں رہیں تاہم اُنھیں بھی بدر میں حاضر ہونے والے کا اجر اور حصہ ملے گا۔[3] اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو بھی ان کی تیمارداری کے لیے روک دیا۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا آپ کی واپسی سے پہلے ہی وفات پاگئیں۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ہمارے پاس فتح کی خوشخبری اس وقت پہنچی جب ہم رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا پر مٹی برابر کر چکے تھے۔

اور جب رسول اللہ ﷺ مدینہ پہنچ کر مطمئن ہو چکے تو آپ نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دی، اسی لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ''ذو النورین'' یعنی ''دو نور والے'' کہا جاتا ہے۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے، ان کے عقد میں

[1] تاريخ عمر بن الخطاب لابن الجوزي، ص: 36. [2] مسند أحمد: 276/6، وسنن أبي داود، الجهاد، باب في فداء الأسير بالمال حديث: 2692، ومشكوة، حديث: 3970 (2/1162).
[3] صحيح البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب عثمان بن عفان رضي الله عنه، حديث: 3699.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

رہتے ہوئے شعبان 9 ہجری میں وفات پائی اور بقیع میں دفن ہوئیں۔ [1]

”بدر“ کے بعد کے واقعات

اللہ نے بدر میں نصرت وفتح کے ذریعے سے مسلمانوں کو جو اعزاز بخشا، مشرکین کے لیے وہ خاصا تکلیف دہ تھا، چنانچہ انھوں نے ایسی تدبیریں سوچنی شروع کیں جن کے ذریعے سے مسلمانوں کو نقصان پہنچا سکیں اور ان سے انتقام لے سکیں لیکن اللہ نے ان کے داؤ پیچ ان کے سینوں پر الٹ دیے اور اپنے فضل سے اہل ایمان کی مدد کی۔

غزوۂ بنوسلیم بدر سے واپسی کے صرف ایک ہفتہ بعد اور کہا جاتا ہے کہ ڈھائی تین ماہ بعد بنوسلیم نے مدینے پر حملے کے ارادے سے جمعیت فراہم کرنی شروع کی۔ جواباً مسلمانوں نے ان کے ٹھکانوں پر دھاوا بول دیا اور مالِ غنیمت لے کر صحیح سالم مدینہ واپس آ گئے۔ [2]

آپ ﷺ کے قتل کی سازش اس کے بعد عمیر بن وہب جمحی اور صفوان بن امیہ نے نبی ﷺ کے قتل کی سازش کی اور اس مقصد کے لیے عمیر مدینہ آیا۔ لیکن آتے ہی اسے پکڑ لیا گیا، نبی ﷺ نے اسے بتلایا کہ وہ کیا سازش سوچ کر آیا ہے۔ اس پر وہ مسلمان ہو گیا۔ [3]

غزوۂ بنوقینقاع اس کے بعد یہودِ بنوقینقاع نے کھل کر شر وعداوت کا مظاہرہ کیا اور رسول اللہ ﷺ نے انھیں نصیحت کی تو کہنے لگے:

”محمد! تمھیں اس بنا پر خود فریبی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے کہ تم نے قریش کے کچھ اناڑی اور جنگ سے ناآشنا لوگوں کو مار لیا ہے، اگر تمھاری لڑائی ہم سے ہو گئی تو تمھیں پتہ چل جائے گا کہ ہم مرد ہیں۔“ [4]

[1] اصل تفصیلات سیرت ابن ہشام: 643/2 وغیرہ میں ہیں۔ [2] سیرت ابن هشام: 44,43/2، و زادالمعاد: 90/2. [3] دلائل النبوة للبيهقي: 3/147-149، وسيرت ابن هشام: 663,661/1.
[4] سنن أبي داود، الخراج، باب كيف كان إخراج اليهود من المدينة، حديث: 3001 مع عون المعبود: 115/3، وسیرت ابن هشام: 49,47/2، وزادالمعاد: 91,71/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

رسول اللہ ﷺ نے اس جواب پر صبر فرمایا۔ اس سے ان کی جرأت اور بڑھ گئی اور انھوں نے اپنے بازار میں ہنگامہ برپا کر دیا جس میں ایک مسلمان اور ایک یہودی مارا گیا۔ اب رسول اللہ ﷺ نے ان کا محاصرہ فرما لیا۔ یہ نصف شوال 2 ہجری ہفتے کا دن تھا۔ پندرہ دن گزر گئے تھے کہ ذی قعدہ کی چاند رات انھوں نے ہتھیار ڈال دیے اور رسول اللہ ﷺ نے انھیں ''اذرعات شام'' کی طرف جلاوطن کر دیا۔ جہاں تھوڑے دنوں بعد اکثر مر گئے۔

غزوۂ سویق ادھر غزوۂ بدر کے بعد ابوسفیان نے نذر مانی تھی کہ جب تک محمد (ﷺ) سے جنگ نہیں کر لیتا، اس کے سر کو جنابت کے سبب پانی نہ چھوئے گا، چنانچہ وہ دو سو سواروں کے ساتھ نکلا اور مدینے کے اطراف میں ''عریض'' نامی ایک مقام پر چھاپہ مار کر کھجور کے کچھ درخت کاٹے اور جلائے اور دو آدمیوں کو قتل کر کے راہِ فرار اختیار کی۔

رسول اللہ ﷺ کو خبر ہوئی تو آپ نے ان کا تعاقب کیا لیکن وہ ہاتھ نہ آئے، البتہ انھوں نے اپنا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے ستو اور توشے پھینک دیے۔ مسلمانوں نے ''قرقرۃ الکُدر'' تک ان کا تعاقب کیا اور ستو وغیرہ اٹھا کر واپس آ گئے، اسی لیے اس مہم کا نام ''غزوۂ سویق'' اور ''غزوۂ قرقرۃ الکُدْر'' پڑ گیا۔ ''سویق'' عربی زبان میں ستو کو کہتے ہیں۔[1]

کعب بن اشرف کا قتل یہ شخص بڑا مالدار یہودی اور شاعر تھا۔ اسے مسلمانوں سے سخت عداوت تھی، چنانچہ یہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی ہجو کرتا اور ان کی عورتوں کے متعلق غزلیہ اشعار کہتا تھا۔ جبکہ ان کے دشمنوں کی مدح کرتا اور انھیں جنگ کے لیے بھڑکاتا تھا، حتیٰ کہ یہ ''بدر'' کے بعد قریش کے پاس جا پہنچا اور اُنھیں مسلمانوں سے جنگ کرنے پر اکسایا اور اس کے بارے میں بہت سے اشعار کہے۔ یہ بھی کہا کہ تم لوگ مسلمانوں سے زیادہ ہدایت کی راہ پر ہو۔ اس نے، بنوقینقاع پر جو کچھ گزر چکی تھی، اس سے بھی عبرت حاصل نہ کی۔ بالآخر نبی ﷺ نے فرمایا:

[1] سیرت ابن ہشام: 2/45,44، زادالمعاد: 2/91,90.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

«مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ؟» ”کون ہے جو کعب بن اشرف سے نمٹے؟“

جواب میں محمد بن مسلمہ، عباد بن بشر، ابو نائلہ، حارث بن اوس اور ابوعبس بن جبر رضی اللہ عنہم نے اپنی خدمات پیش کیں۔ محمد بن مسلمہ ان کے امیر قرار پائے اور انھوں نے نبی ﷺ سے کچھ کہنے کی اجازت لی۔

اس کے بعد وہ کعب کے پاس آئے اور کہا اس شخص نے، اشارہ نبی ﷺ کی طرف تھا، ہم سے صدقہ مانگا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس نے ہمیں مشقت میں ڈال دیا ہے۔

کعب کی باچھیں کھل گئیں، بولا: ”واللہ! ابھی تم لوگ اور بھی اکتاؤ گے۔“

پھر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے بطور قرض گیہوں یا کھجور مانگی اور طے کیا کہ رہن میں ہتھیار دیں گے۔

اس کے بعد ابو نائلہ رضی اللہ عنہ آئے۔ انھوں نے بھی محمد بن مسلمہ سے ملتی جلتی بات کی اور یہ بھی کہ میرے کچھ رفقاء ہیں، جن کے خیالات بھی میرے ہی جیسے ہیں۔ میں انھیں بھی آپ کے پاس لانا چاہتا ہوں۔ آپ ان کے ہاتھ بھی کچھ بیچیں اور ان پر احسان کریں۔ کعب نے ان کی یہ بات منظور کر لی۔

اس کے بعد 14 ربیع الاول 3 ہجری کی چاندنی رات میں یہ لوگ ہتھیار لے کر کعب بن اشرف کے پاس آئے اور اسے پکارا کہ نیچے اترے، وہ قلعے کے اندر تھا اور ابھی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ اس کی بیوی نے کہا: ”اس وقت کہاں جا رہے ہو؟ میں ایسی آواز سن رہی ہوں، جس سے گویا خون ٹپک رہا ہے۔“

لیکن اس نے اس کی پروا نہ کی اور نیچے اتر کر ہتھیار دیکھ کر بھی نہیں چونکا کیونکہ ان لوگوں سے پہلے ہی یہ بات طے ہو چکی تھی۔

اس کے بعد یہ لوگ ٹہلنے کے لیے چل پڑے۔ راستے میں ابو نائلہ رضی اللہ عنہ نے اس کے عطر کی تعریف کی اور اس کا سر سونگھنے کی اجازت چاہی، اس نے کبر ونخوت کے ساتھ اجازت دی۔ ابو نائلہ نے خود سونگھا اور سر کے اندر ہاتھ ڈال کر ساتھیوں کو بھی سنگھایا، پھر دوبارہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اجازت لی اور یہی کیا، پھر سہ بارہ اجازت لی اور اب کی بار اچھی طرح سر قابو میں کر لیا تو کہا: ”لے لو اللہ کے دشمن کو!“

معاً اس پر کئی تلواریں پڑیں لیکن کام نہ کر سکیں۔ یہ دیکھ کر جھٹ محمد بن مسلمہ نے اپنی کدال اس کے پیڑو (زیر ناف) پر لگائی اور چڑھ بیٹھے۔ کدال آر پار ہو گئی۔ اللہ کا یہ دشمن اس زور سے چیخا کہ گردو پیش ہلچل مچ گئی، پھر وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ چیخ سن کر قلعوں پر آگ روشن کی گئی لیکن مسلمان صحیح سالم واپس آگئے اور فتنے کی وہ آگ بجھ گئی جس نے عرصے سے مسلمانوں کو پریشان کر رکھا تھا اور ایک مدت کے لیے یہودی سانپ بھی اپنے بلوں میں دبک گئے۔[1]

سریۂ قردہ جمادی الاولیٰ 3 ہجری میں قریش نے اپنا ایک قافلہ عراق کے کاروانی راستے سے ملک شام بھیجا۔ یہ راستہ نجد سے ہو کر شام جاتا تھا اور مدینے کے قریب سے نہیں گزرتا تھا۔ اس قافلے کی قیادت صفوان بن امیہ کر رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو اس کا علم ہو گیا۔ آپ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی کمان میں سو سواروں کا ایک دستہ بھیج دیا۔ وہ قافلہ نجد میں قردہ نامی ایک چشمے پر پڑاؤ ڈال رہا تھا کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اس پر یلغار کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پورا قافلہ ان کے قبضے میں آ گیا، البتہ اس میں جتنے آدمی تھے سب نکل بھاگے۔ صرف قافلے کا رہنما فرات بن حیان گرفتار ہو سکا اور اس نے اسلام قبول کر لیا۔ مال غنیمت کی مقدار ایک لاکھ درہم تھی اور یہ قریش کے لیے غزوۂ بدر کے بعد سب سے زیادہ تکلیف دہ مار تھی۔[2]

غزوۂ اُحد {شوال 3 ہجری}

قریش ابھی غزوۂ بدر کے انتقام کی تیاری کر ہی رہے تھے کہ مقام ”قردہ“ میں ان پر ایک

① صحيح البخاري، المغازي، باب قتل كعب بن الأشرف، حديث: 4037. ② سیرت ابن ہشام: 51,50/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اور مار پڑ گئی۔ اس سے ان کا غصہ اور بھڑک اٹھا اور انھوں نے تیاری کی رفتار تیز کر دی۔ رضا کارانہ بھرتی کا دروازہ کھول دیا، حبشیوں کو بھرتی کیا۔ اور ترغیب وتحریص کے لیے کچھ شاعر مخصوص کیے، یہاں تک کہ تین ہزار فوجیوں کا ایک لشکر تیار ہو گیا جس کے پاس تین ہزار اونٹ، دو سو گھوڑے اور سات سو زرہیں تھیں۔ اس لشکر کے ساتھ کئی عورتیں بھی تھیں جن کا کام مردوں کو جنگ کے لیے بھڑکانا اور جوش و بہادری کی روح پھونکنا تھا۔ اس کا سپہ سالار ابوسفیان تھا اور علم بردار بنی عبدالدار کے بہادر تھے۔

یہ لشکر غیظ وغضب سے بھر پور مدینے کے اطراف میں پہنچا اور جبل عَینَین اور احد کے قریب وادیٔ قَناۃ کے دامن میں ایک کھلے میدان میں ڈیرا ڈال دیا۔ یہ جمعے کا دن تھا اور شوال 3 ہجری کی 6 تاریخ۔

ادھر رسول اللہ ﷺ کو لشکر کی آمد سے تقریباً ایک ہفتہ پہلے خبر ہو چکی تھی اور آپ ﷺ نے ہنگامی حالات سے نمٹنے اور مدینے کی حفاظت کرنے کے لیے فوجی طلایہ گردی کا انتظام فرما لیا تھا۔ جب لشکر پہنچ گیا تو آپ نے مسلمانوں سے دفاع کے متعلق مشورہ کیا۔ آپ کی رائے یہ تھی کہ مسلمان مدینے کے اندر قلعہ بند ہو جائیں۔ مرد گلی کوچوں کے ناکوں پر لڑائی کریں اور عورتیں گھروں کی چھتوں سے۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے بھی اس رائے سے موافقت کی۔ وہ چاہتا تھا کہ گھر ہی بیٹھا رہے اور جنگ سے پیچھے رہنے کی تہمت بھی نہ لگے۔ لیکن جوانوں نے جوش دکھایا اور کھلی جگہ دو دو ہاتھ کرنے پر اصرار کیا۔ آپ نے ان کی رائے مان لی اور لشکر کو تین دستوں میں تقسیم کیا۔ ایک دستہ مہاجرین کا جس کے علم بردار حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھے۔ دوسرا قبیلہ اوس کا جس کے علم بردار حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ تھے اور تیسرا خزرج کا جس کے علم بردار حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ تھے۔

عصر کی نماز کے بعد آپ ﷺ نے جبلِ احد کا رخ کیا اور مقام شیخین پر پہنچ کر لشکر کا معائنہ کیا، جو چھوٹے تھے انھیں واپس بھیج دیا، البتہ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کو چھوٹے ہونے کے باوجود اجازت دے دی کیونکہ وہ تیر چلانے کے ماہر تھے۔ اس پر سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے کہا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

”میں رافع سے زیادہ طاقتور ہوں، اسے پچھاڑ سکتا ہوں۔“

آپ ﷺ نے دونوں میں کشتی کرائی اور واقعی سمرہ نے رافع کو پچھاڑ دیا، لہٰذا سمرہ کو بھی اجازت مل گئی۔

مقام شیخین ہی میں آپ ﷺ نے مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھیں، وہیں رات گزاری اور لشکر کی حفاظت کے لیے پچاس پہرے دار مقرر فرمائے۔ اخیر رات میں فجر سے پہلے کوچ کیا اور ”شوط“ نامی ایک جگہ پر فجر کی نماز پڑھی۔ یہیں عبداللہ بن اُبی نے بغاوت کی اور اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر واپس چلا گیا۔ اس کی وجہ سے بنوسلمہ اور بنو حارثہ میں بھی ضعف کی لہر دوڑ گئی، قریب تھا کہ یہ دونوں گروہ بھی پلٹ جاتے لیکن اللہ نے انھیں ثابت قدم رکھا۔ مسلمانوں کی تعداد پہلے ایک ہزار تھی۔ اب سات سو باقی بچے۔

اسی لشکر کو لے کر رسول اللہ ﷺ نے دشمن کو مغرب کی سَمت چھوڑتے ہوئے ایک مختصر راستے سے احد کی جانب پیش قدمی کی اور احد کی بلندیوں کو پشت کی طرف کرتے ہوئے وادی کے سرے پر واقع احد پہاڑ کی گھاٹی میں نزول فرمایا۔ اس طرح دشمن مسلمانوں اور مدینے کے درمیان حائل ہو گیا۔

یہیں آپ ﷺ نے لشکر کو مرتب فرمایا اور عبداللہ بن جبیر انصاری رضی اللہ عنہ کی کمان میں جبل عَیْنَین پر...... جو بعد میں جبل رُماۃ کے نام سے معروف ہوا...... پچاس تیر انداز مقرر فرمائے اور انھیں حکم دیا کہ سواروں کو تیر مار کر دور رکھیں اور مسلمانوں کی پشت کی حفاظت کریں اور انھیں تاکید کی کہ جب تک آپ کا حکم نہ آئے اپنی جگہ نہ چھوڑیں، خواہ مسلمان فتح یاب ہوں یا شکست کھائیں۔[1]

ادھر مشرکین نے بھی اپنے لشکر کو مرتب کیا اور میدان جنگ کی طرف پیش قدمی کی۔ ان کی عورتیں صفوں میں گھوم گھوم کر اور دف پیٹ پیٹ کر لوگوں کو جوش دلا رہی تھیں، لڑائی کے

[1] صحيح البخاري، الجهاد، باب مايكره من التنازع والاختلاف في الحرب، حديث: 3039، و سيرت ابن هشام: 66,65/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

لیے بھڑکا رہی تھیں، جوانوں کو غیرت دلا رہی تھیں اور یہ اشعار پڑھ رہی تھیں:

إِنْ تُقْبِلُوا نُعَانِقْ وَنَفْرِشُ النَّمَارِقْ
أَوْ تُدْبِرُوا نُفَارِقْ فِرَاقَ غَيْرِ وَامِقْ

''اگر پیش قدمی کرو گے تو ہم تمھیں گلے لگائیں گی اور قالین بچھائیں گی۔ اگر پیچھے ہٹو گے تو روٹھ جائیں گی اور الگ ہو جائیں گی۔''

اور علم برداروں کو ان کا فرض یاد دلاتے ہوئے یوں کہہ رہی تھیں:

وَيْهًا بَنِي عَبْدِ الدَّارِ وَيْهًا حُمَاةَ الْأَدْبَارِ
ضَرْبًا بِكُلِّ بَتَّارِ

''دیکھو! بنی عبد الدار! دیکھو! پشت کے پاسدار! خوب کرو شمشیر کا وار۔''

مبارزت اور قتال جب دونوں لشکر قریب آ گئے تو مشرکین کا علم بردار اور قریش کا سب سے بہادر انسان طلحہ بن ابو طلحہ عبدری نمودار ہوا۔ وہ اونٹ پر سوار تھا۔ اس نے دعوت مبارزت دی۔ جواب میں حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ آگے بڑھے۔ شیر کی طرح جست لگائی اور اونٹ پر جا چڑھے، پھر اسے اپنی گرفت میں لے کر زمین پر کود گئے اور تلوار سے ذبح کر دیا۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور مسلمانوں نے بھی نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ اس کے بعد ہر طرف جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے۔ خالد بن ولید نے جو اس وقت مشرکین کے رسالدار تھے۔ تین بار کوشش کی کہ مسلمانوں کی پشت پر جا پہنچیں لیکن تیر اندازوں نے تیر برسا کر انھیں واپس پلٹنے پر مجبور کر دیا۔ مسلمانوں نے مشرکین کے علم برداروں پر اپنا حملہ مرکوز رکھا، یہاں تک کہ ان کا مکمل طور پر صفایا کر دیا۔ یہ کل گیارہ افراد تھے۔ ان کے خاتمے کے بعد ان کا جھنڈا زمین پر آ گرا۔ مسلمانوں نے بقیہ اطراف میں ہلہ بول دیا۔ صفوں کی صفیں الٹ دیں اور مشرکین کی اچھی طرح پٹائی کی۔ ابو دجانہ اور حمزہ رضی اللہ عنہما نے بڑے کارنامے انجام دیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اسی پیش قدمی اور غلبے کے دوران میں اللہ اور اس کے رسول کے شیر حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے۔ انھیں وحشی بن حرب نے قتل کیا۔ یہ ایک حبشی غلام تھا جو نیزہ پھینکنے کا ماہر تھا۔ اس کے آقا جبیر بن مطعم نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ حضرت حمزہ کو قتل کر دے تو اسے آزاد کر دے گا کیونکہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہی نے اس کے چچا طعیمہ بن عدی کو غزوۂ بدر میں قتل کیا تھا، چنانچہ وحشی ایک چٹان کی اوٹ میں چھپ کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی تاک میں بیٹھ گیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مشرکین کے ایک آدمی سباع بن عبد العزیٰ کا سر قلم کر رہے تھے کہ وحشی نے ان کی طرف نیزے کا رخ کیا اور اسے اچھال دیا۔ وہ غافل تھے۔ نیزہ ان کے پیڑو پر لگا اور دونوں پاؤں کے درمیان سے نکل گیا، وہ گر گئے اور اٹھ نہ سکے۔ یہاں تک کہ ان کی شہادت واقع ہو گئی۔[1]

بہرحال مشرکین شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ جوش دلانے والی عورتیں بھی بھاگ گئیں۔ مسلمانوں نے مشرکین کو گھیر لیا۔ وہ انھیں مار بھی رہے تھے اور غنیمت بھی سمیٹ رہے تھے لیکن عین اسی موقع پر تیر اندازوں نے غلطی کی اور اپنے مورچوں پر ڈٹے رہنے کا جو تاکیدی حکم انھیں دیا گیا تھا، اس کے باوجود غنیمت کے چکر میں ان کے چالیس آدمی پہاڑ سے نیچے اتر آئے۔ خالد بن ولید نے اس موقع کو غنیمت جانا اور پہاڑ پر جو دس آدمی رہ گئے تھے، ان کا صفایا کر دیا، پھر پہاڑ کے پیچھے سے گھوم کر مسلمانوں کی پشت پر آ گئے اور ان کو نرغے میں لینا شروع کر دیا۔ ان کے سواروں نے ایک نعرہ بلند کیا، جسے مشرکین نے پہچان لیا تو وہ بھی پلٹ پڑے اور ان کی ایک عورت نے لپک کر جھنڈا اٹھا لیا، پھر کیا تھا کہ بکھرے ہوئے مشرکین اس کے گرد سمٹ آئے اور جم گئے۔ یوں مسلمان چکی کے دو پاٹوں کے بیچ میں آ گئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مشرکین کا حملہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی افواہ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] صحیح البخاري، المغازي، باب قتل حمزة بن عبد المطلب رضي الله عنه، حدیث:4072، و سیرت ابن ہشام:2/67 و 72.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

پیچھے تشریف فرما تھے۔ اور آپ کے ساتھ صرف سات انصار اور دو مہاجرین تھے۔ آپ نے پہاڑ کے پیچھے سے خالد کے سواروں کو نمودار ہوتے دیکھا تو نہایت بلند آواز سے پکارا: «إِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ!» ”اللہ کے بندو! میری طرف آؤ۔“

لیکن اس آواز کو مشرکین نے جو مسلمانوں کی بہ نسبت آپ ﷺ کے زیادہ قریب تھے، پہلے سن لیا اور ان کے ایک دستے نے تیزی سے آواز کا رخ کیا اور رسول اللہ ﷺ پر تابڑ توڑ حملے شروع کر دیے۔ ان کی کوشش تھی کہ مسلمانوں کے پہنچنے سے پہلے پہلے آپ کا کام تمام کر دیں۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ يَرُدُّهُمْ عَنَّا؟ وَلَهُ الْجَنَّةُ، أَوْ هُوَ رَفِيقِي فِي الْجَنَّةِ»

”کون ہے جو ان کو ہم سے دفع کرے اور اس کے لیے جنت ہے یا (یہ فرمایا کہ) وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا۔“

اس پر ایک انصاری نے آگے بڑھ کر انھیں پیچھے دھکیلا اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ اس کے بعد مشرکین نے پھر حملہ کیا اور بالکل قریب آ گئے، آپ ﷺ نے پھر یہی فرمایا۔ اب ایک دوسرے صحابی نے آگے بڑھ کر انھیں پیچھے دھکیلا۔ وہ بھی لڑتے لڑتے شہید ہو گئے، پھر تیسرے نے، پھر چوتھے نے، یہاں تک کہ ساتوں انصاری شہید ہو گئے۔[1]

جب ساتویں انصاری صحابی گر گئے تو رسول اللہ ﷺ کے پاس دو قریشی مہاجر باقی بچے۔ ایک طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔[2] چنانچہ اب مشرکین نے اپنا حملہ رسول اللہ ﷺ پر مرکوز کر دیا۔ یہاں تک کہ آپ کو ایک پتھر لگا، جس سے آپ پہلو کے بل گر گئے اور آپ کا نچلا داہنا رباعی دانت ٹوٹ گیا۔ نچلا ہونٹ زخمی ہو گیا۔ خُود سر پر ٹوٹ گئی، جس سے سر اور پیشانی پر چوٹ آئی، آنکھ سے نیچے کی ابھری ہوئی ہڈی پر تلوار کی ضرب لگی، جس سے خُود کی دو کڑیاں اندر دھنس گئیں۔ کندھے پر بھی تلوار کی ایک سخت ضرب

① صحيح مسلم، الجهاد، باب غزوة أحد، حديث: 1789. ② صحيح البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب ذكر طلحه بن عبيد الله رضي الله عنه، حديث: 3722، 3723 و4060، 4061.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

لگی جس کی تکلیف ایک مہینے سے زیادہ عرصے تک محسوس ہوتی رہی، البتہ آپ نے ڈبل زرہ پہن رکھی تھی، اس لیے وہ کٹ نہ سکی۔ ①

یہ سب کچھ اس کے باوجود پیش آ گیا کہ دونوں قریشی جان پر کھیل کر آپ ﷺ کا دفاع کر رہے تھے، چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس قدر تیر چلائے کہ نبی ﷺ نے اپنے ترکش کے تیر ان کے لیے بکھیرتے ہوئے فرمایا:

«اِرْمِ فِدَاكَ أَبِي وَ أُمِّي» ''چلاؤ! تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔'' ②

اور طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے تنہا گیارہ افراد کے برابر لڑائی لڑی، یہاں تک کہ انھیں 35 یا 39 زخم آئے۔ اپنے ہاتھ پر تیر اور تلوار روک کر نبی ﷺ کو بچایا، جس سے ان کی انگلیاں زخمی ہو کر شل ہو گئیں۔ جب ان کی انگلیاں زخمی ہوئیں تو ان کے منہ سے حس (سی) کی آواز نکلی۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

«لَوْ قُلْتَ: بِسْمِ اللّٰهِ، لَرَفَعَتْكَ الْمَلَائِكَةُ وَالنَّاسُ يَنْظُرُونَ»

''اگر تم بسم اللہ کہتے تو تمھیں فرشتے اٹھا لیتے اور لوگ دیکھتے رہتے۔'' ③

اس مشکل ترین گھڑی میں حضرت جبریل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام اترے اور آپ ﷺ کی طرف سے سخت لڑائی کی، ④ کچھ مسلمان بھی پلٹ کر آپ ﷺ کے پاس آ گئے، انھوں نے بھی جم کر دفاع کیا۔ سب سے پہلے پلٹ کر آنے والے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور ان کے ساتھ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ آگے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے چہرے سے خُود کی کڑی نکال دیں لیکن ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے خود اصرار کر کے

① صحيح البخاري المغازي، باب ما أصاب النبيﷺ من الجراح يوم أحد، حديث:4075، صحيح مسلم، الجهاد، باب غزوة أحد،حديث:1790، و فتح الباري: 373/7. ② صحيح البخاري، المغازي، باب: ﴿إِذْ هَمَّتْ طَّائِفَتَانِ مِنكُمْ﴾، حديث:4055. ③ سنن النسائي، الجهاد، باب مايقول من يطعنه العدو، حديث:3151، وفتح الباري: 361/7. ④ صحيح البخاري، المغازي، باب: ﴿إِذْ هَمَّتْ طَّائِفَتَانِ مِنكُمْ﴾، حديث:4054،و صحيح مسلم، الفضائل، باب في قتال جبريل و ميكائيل عن النبيﷺ، حديث:2306.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

خُود کی کڑی نکالی، جس سے ان کا اگلا ایک دانت گر گیا۔ اس کے بعد انھوں نے دوسری کڑی نکالی تو دوسرا دانت بھی گر گیا۔ اس کے بعد آگے بڑھ کر دونوں نے طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کو سنبھالا، وہ شدید زخمی ہو چکے تھے۔[1]

اس دوران میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ابو دجانہ، مصعب بن عمیر، عمر بن خطاب، علی بن ابوطالب، وغیرھم رضی اللہ عنہم بھی آ پہنچے۔ ادھر مشرکین کی تعداد بھی بڑھتی گئی اور ان کے حملے بھی سخت تر ہوتے گئے مگر مسلمانوں نے بھی نابغۂ روز گار بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا۔ کوئی تیر چلا رہا تھا تو کوئی دفاع کر رہا تھا، کوئی لڑ بھڑ رہا تھا تو کوئی اپنے جسم پر تیروں کو روک رہا تھا۔

جھنڈا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ مشرکین نے ان کے داہنے ہاتھ پر اس زور سے تلوار ماری کہ ہاتھ کٹ گیا۔ انھوں نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں پکڑ لیا۔ مشرکین نے اسے بھی کاٹ دیا۔ اس کے بعد انھوں نے جھنڈے پر گھٹنے ٹیک کر اسے سینے اور گردن کے سہارے لہرائے رکھا اور اسی حالت میں شہید ہو گئے۔ ان کا قاتل عبداللہ بن قَمِئہ تھا چونکہ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل تھے، اس لیے اس نے سمجھا کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا ہے، چنانچہ اس نے پلٹ کر چیختے ہوئے کہا کہ ”محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل کر دیے گئے۔“ یہ خبر تیزی سے پھیل گئی اور اس کے نتیجے میں مشرکین کا دباؤ کم ہو گیا کیونکہ ان کے خیال میں اب ان کا مقصد پورا ہو چکا تھا۔[2]

نرغے میں آنے کے بعد عام مسلمانوں کا حال جب مسلمانوں نے نرغے میں لیے جانے کی کارروائی دیکھی تو وہ اتھل پتھل اور بدنظمی کا شکار ہو گئے اور کوئی متحدہ موقف اختیار نہ کر سکے، چنانچہ بعض نے جنوب کی طرف فرار اختیار کیا اور مدینہ جا پہنچے۔ بعض احد کی گھاٹی کی طرف بھاگے اور اسلامی کیمپ میں پناہ گیر ہوئے۔ بعض نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ کیا

① زادالمعاد: 3/197، و تہذیب تاریخ دمشق: 7/77. ② دیکھیے سیرت ابن ہشام: 2/73 و 80 و 83، و زادالمعاد: 2/97.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اور جلدی سے آپ ﷺ کے پاس پہنچ کر آپ کے دفاع میں لگ گئے۔ اکثر مسلمان نرغے کے اندر اپنی جگہوں پر ثابت قدم رہ کر گھیرنے والوں سے لڑتے بھڑتے رہے۔

لیکن چونکہ کوئی شخص منظم طور پر ان کی قیادت نہیں کر رہا تھا، اس لیے ان کی صفوں پر انتشار اور بدنظمی غالب رہی۔ پہلی صف پلٹی تو پچھلی صف سے ٹکرا گئی، یہاں تک کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد یمان رضی اللہ عنہ خود مسلمانوں کے ہاتھوں شہید کر دیے گئے۔[1] اس کے بعد مسلمانوں نے نبی ﷺ کے قتل کی خبر سنی تو ان کا رہا سہا ہوش بھی جاتا رہا۔ ان کا جوش سرد پڑ گیا اور وہ ٹوٹ کر رہ گئے۔ حتیٰ کہ کتنوں ہی نے لڑائی چھوڑ دی۔ جبکہ کچھ دوسروں کو جوش آ گیا اور انھوں نے کہا:

"اٹھو اور جس بات پر رسول اللہ ﷺ نے جان دی ہے اسی پر تم بھی جان دے دو۔"[2]

مسلمان انھی حالات سے دو چار تھے کہ اچانک کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لیا۔ اس وقت آپ ﷺ نرغے میں آئے ہوئے مسلمانوں کی طرف راستہ بنا رہے تھے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو دونوں آنکھوں سے پہچانا کیونکہ چہرہ خود سے چھپا ہوا تھا۔ انھوں نے دیکھتے ہی بلند آواز سے کہا:

"مسلمانو! خوش ہو جاؤ یہ ہیں اللہ کے رسول ﷺ!"

یہ سن کر مسلمانوں نے آپ کی طرف پلٹنا شروع کیا اور رفتہ رفتہ تیس صحابہ رضی اللہ عنہم جمع ہو گئے۔ مشرکین نے ان کی واپسی کی راہ روکنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن ناکام رہے اور اس کوشش میں ان کے دو آدمی بھی کام آ گئے۔

اس حکیمانہ تدبیر سے مسلمانوں کو نجات تو مل گئی لیکن تیر اندازوں نے جو غلطی اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کی تھی، اس کی بھاری قیمت چکانی پڑی۔

گھاٹی میں مسلمان نرغے سے نکل کر گھاٹی میں قرار پذیر ہو چکے تھے تو ان میں اور

[1] صحيح البخاري، بدء الخلق، باب في صفة إبليس وجنوده، حديث:3290. [2] زادالمعاد، فصل: في غزوة أحد:489/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مشرکین میں بعض ہلکی اور انفرادی جھڑپیں ہوئیں لیکن مشرکین کو آگے بڑھنے اور مقابلہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی بلکہ وہ میدان میں تھوڑی ہی دیر باقی رہے اور اس دوران میں مقتولین کا مُثلہ کرتے رہے، یعنی ان کے کان، ناک اور شرمگاہیں کاٹ ڈالیں اور پیٹ چاک کر دیے۔ ہند بنت عتبہ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا پیٹ چاک کر کے ان کا کلیجہ نکالا اور اس کو چبایا لیکن نگل نہ سکی، اس لیے پھینک دیا اور کان، ناک وغیرہ کے ہار اور پازیب بنائے۔ [1]

ادھر اُبی بن خلف نے بڑے گھمنڈ کے ساتھ گھاٹی کا رخ کیا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرے گا لیکن اس کے برعکس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو خود اور زرہ کے درمیان حلق کے پاس ایک چھوٹے سے نیزے سے ایسی ضرب لگائی کہ وہ اپنے گھوڑے پر کئی بار لڑھک گیا اور بیل کی طرح چنگھاڑتا ہوا قریش کے پاس پلٹا۔ پھر واپسی میں مکہ کے بالکل قریب مقام سَرِف پہنچ کر مر گیا۔ [2]

اس کے بعد قریش کے چند آدمی آئے۔ ان کی قیادت ابوسفیان اور خالد بن ولید کر رہے تھے۔ یہ پہاڑ کے بعض اطراف میں چڑھ گئے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور مہاجرین کی ایک جماعت نے لڑ کر انھیں پہاڑ سے نیچے اتار دیا۔ [3] بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے تیر مار کر ان کے تین آدمی قتل بھی کیے۔ [4]

اس طرح مشرکین کے مقتولین کی کل تعداد 22 اور کہا جاتا ہے کہ 37 ہوئی۔ جبکہ مسلمانوں کے 70 آدمی کام آئے۔41 خزرج کے اور 24 اوس کے اور 4 مہاجرین کے۔ ان کے علاوہ ایک یہودی بھی مارا گیا۔ بعض اقوال اس سے مختلف بھی ہیں۔ [5] ابوسفیان اور خالد بن ولید نے آخری ناکام کوشش کے بعد مکہ واپسی کی تیاری شروع کر دی۔

ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب گھاٹی کے اندر مطمئن ہو چکے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ''مہراس'' سے، جو احد کے اندر ایک چشمہ ہے، پانی لے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پینے کے لیے پیش کیا۔

(1) سیرت ابن ھشام:90/2. (2) المستدرك للحاكم: 327/2، و سیرت ابن ھشام: 74/2.
(3) سیرت ابن ھشام:86/2. (4) زادالمعاد :95/2. (5) سیرت ابن ھشام: 122/2 و 129، و فتح الباري: 351/7.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

آپ نے قدرے ناگوار بو محسوس کی، اس لیے پیا تو نہیں، البتہ اس سے چہرہ دھویا اور سر پر بھی ڈال لیا مگر اس کے سبب زخم سے خون بہنے لگا جو تھم نہیں رہا تھا، لہٰذا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے چٹائی کا ایک ٹکڑا جلا کر اس پر راکھ چپکا دی اور خون تھم گیا، پھر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ خوش ذائقہ پانی لے آئے جسے آپ ﷺ نے پیا اور انھیں دعائے خیر دی۔ زخم کے سبب ظہر کی نماز آپ ﷺ نے بیٹھ کر پڑھی اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھ کر ہی نماز ادا کی۔[1]

اسی اثنا میں انصار ومہاجرین کی کچھ عورتیں بھی آ پہنچیں، جن میں حضرت عائشہ، ام سلیم اور ام سلیط رضی اللہ عنہن تھیں۔ یہ پانی سے مشکیزے بھرتیں اور زخمیوں کو پلاتی تھیں۔[2]

گفتگو اور قرار داد جب مشرکین واپسی کے لیے پورے طور پر تیار ہو چکے تو ابوسفیان جبلِ احد پر نمودار ہوا اور با آواز بلند بولا ''کیا تم میں محمد (ﷺ) ہیں؟''

کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے پھر کہا: ''کیا تم میں ابو قحافہ کے بیٹے (ابوبکر) ہیں؟''

کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے پھر کہا: ''کیا تم میں عمر بن خطاب ہیں؟''

اب بھی کسی نے جواب نہ دیا۔ انھیں نبی ﷺ نے جواب دینے سے منع کر رکھا تھا۔

اب ابوسفیان نے کہا: ''اچھا چلو! ان تینوں سے تو فرصت ہوئی۔''

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بے قابو ہو گئے، بولے ''او اللہ کے دشمن! جن کا تو نے نام لیا ہے، وہ سب زندہ ہیں اور ابھی اللہ نے تیری رسوائی کا سامان باقی رکھا ہے۔''

ابوسفیان نے کہا: ''تمھارے مقتولین کا مثلہ ہوا ہے۔ میں نے اس کا حکم دیا تھا نہ برا منایا ہے۔'' پھر اس نے نعرہ لگایا: «أُعْلُ هُبُل» ''ہبل بلند ہو۔''

[1] سیرت ابن هشام: 85/2 و87، و صحیح البخاري، الجهاد، باب دواء الجرح بإحراق الحصیر، حدیث: 3037، و السیرة الحلبیة: 30/2. [2] صحیح البخاري، الجهاد، باب حمل النساء القرب إلی الناس في الغزو، حدیث: 2881، و السیرة الحلبیة: 22/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نبی ﷺ نے صحابہ کو جواب سکھایا تو انھوں نے کہا: «اَللّٰهُ أَعْلٰی وَأَجَلُّ» ”اللہ اعلیٰ وبرتر ہے۔“

ابوسفیان نے پھر نعرہ لگایا: «لَنَا الْعُزّٰی وَلَا عُزّٰی لَكُمْ» ”ہمارے لیے عزیٰ ہے اور تمھارے لیے عزیٰ نہیں۔“

نبی ﷺ نے پھر جواب سکھایا اور صحابۂ کرام نے کہا: «اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰی لَكُمْ» ”اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمھارا کوئی مولیٰ نہیں۔“

اس کے بعد ابوسفیان نے کہا: ”کتنا اچھا کارنامہ رہا۔ آج کا دن جنگ بدر کے دن کا بدلہ ہے اور لڑائی ڈول ہے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ”برابر نہیں، ہمارے مقتولین جنت میں ہیں اور تمھارے مقتولین جہنم میں۔“

ابوسفیان نے کہا: ”تم لوگ یہی سمجھتے ہو لیکن اگر ایسا ہوا تو ہم ناکام و نامراد رہے۔“

پھر ابوسفیان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور کہا: ”عمر! میں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا ہم نے محمد کو قتل کر دیا ہے؟“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ”واللہ! نہیں وہ اس وقت تمھاری باتیں سن رہے ہیں۔“

ابوسفیان نے کہا: ”تم میرے نزدیک ابن قَمِئہ سے زیادہ سچے اور راست باز ہو۔“[1]

اس کے بعد ابوسفیان نے پکار کر کہا: ”آئندہ سال بدر میں پھر لڑنے کا وعدہ ہے۔“

رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی سے فرمایا: ”کہہ دو، ٹھیک ہے۔ اب یہ بات ہمارے اور تمھارے درمیان طے رہی۔“[2]

مشرکین کی واپسی اور مسلمانوں کی طرف سے شہیدوں اور زخمیوں کی خبر گیری: اس کے بعد ابوسفیان واپس چلا گیا اور مشرکین کے لشکر نے کوچ کا آغاز کر دیا۔ وہ اونٹوں پر سوار

[1] سیرت ابن ھشام: 94,93/2، و زادالمعاد: 94/2، و صحیح البخاري، الجهاد، باب ما یکره من التنازع والاختلاف في الحرب، حدیث: 3039. [2] سیرت ابن ھشام: 94/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

تھے اور گھوڑوں کو پہلو میں کر رکھا تھا۔ اس کے معنی یہ تھے کہ ان کا ارادہ مکہ کا ہے اور یہ مسلمانوں پر محض اللہ کا فضل تھا کیونکہ مشرکین اور مدینہ کے درمیان کوئی نہ تھا جو انھیں مدینہ میں داخل ہونے سے روکتا لیکن اللہ تعالیٰ نے، جو انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہوتا ہے، انھیں پھیر دیا۔

اس کے بعد مسلمان زخمیوں، اور شہیدوں کی کھوج خبر لینے کے لیے میدان میں اتر آئے۔ بعض لوگوں نے بعض شہیدوں کو مدینہ منتقل کر دیا۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ''انھیں ان کی شہادت گاہوں میں واپس لایا جائے اور سارے شہداء کو غسل اور نماز جنازہ کے بغیر ان کے کپڑوں ہی میں دفن کر دیا جائے۔'' آپ نے دو دو اور تین تین شہیدوں کو ایک ہی قبر کے اندر دفن کیا اور بسا اوقات دو شہیدوں کو ایک ہی کپڑے کے اندر جمع فرمایا اور درمیان میں اِذْخِر (گھاس) ڈال دی اور لحد میں اس شخص کو آگے کیا، جسے قرآن زیادہ یاد تھا اور فرمایا:

«أَنَا شَهِيدٌ عَلَى هٰؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»

''میں ان لوگوں کے بارے میں قیامت کے روز گواہی دوں گا۔''[1]

لوگوں نے حنظلہ بن ابو عامر رضی اللہ عنہ کی لاش اس حالت میں پائی کہ وہ زمین سے اوپر تھی اور اس سے پانی ٹپک رہا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَغْسِلُهُ»

''فرشتے انھیں غسل دے رہے ہیں۔''

ان کا واقعہ یہ تھا کہ انھوں نے ابھی نئی نئی شادی کی تھی اور بیوی کے ساتھ ہی تھے کہ جنگ کی پکار پڑ گئی۔ وہ بیوی کو چھوڑ کر سیدھے میدان جنگ میں آ گئے اور پھر حالت جنابت ہی میں لڑتے ہوئے شہید ہو گئے، لہٰذا فرشتوں نے انھیں غسل دیا اور اسی لیے وہ ''غَسِيلُ الْمَلَائِكَة'' (فرشتوں کے غسل دیے ہوئے) کہلاتے ہیں۔[2]

[1] صحيح البخاري، الجنائز، باب الصلاة على الشهيد، حديث: 1343. [2] زادالمعاد: 94/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو اتنی چھوٹی چادر میں کفنایا گیا کہ اگر سر ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے تھے اور پاؤں ڈھانکے جاتے تو سر کھل جاتا تھا، چنانچہ پاؤں پر اذخر گھاس ڈال دی گئی۔ یہی صورت حال مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آئی۔ ①

جانب مدینہ اور اندرون مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان، شہداء کے دفن اور ان کے لیے دعا سے فارغ ہو چکے تو مدینے کا رخ کیا۔ راستے میں کچھ عورتیں ملیں جن کے اقارب شہید ہوئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں تسلی دی اور ان کے لیے دعا فرمائی۔ بنو دینار کی ایک خاتون آئیں، جن کے شوہر، بھائی اور باپ شہید ہو گئے تھے۔ جب انھیں ان لوگوں کی شہادت کی خبر دی گئی تو پوچھنے لگیں کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ہوا؟“

لوگوں نے کہا: ”آپ بحمد اللہ، جیسا تم چاہتی ہو ویسے ہی ہیں۔“

خاتون نے کہا: ”ذرا مجھے آپ کو دکھلا دو۔“

لوگوں نے انھیں اشارے سے بتلایا۔ جب ان کی نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی تو بے ساختہ پکار اٹھیں: « كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ » ”کہ آپ کے بعد ہر مصیبت ہیچ ہے۔“ ②

مدینہ پہنچ کر مسلمانوں نے ہنگامی حالت میں رات گزاری، زخم، تھکان اور غم والم نے انھیں چور چور کر رکھا تھا، پھر بھی وہ مدینے کا پہرہ دیتے رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت پر متعین رہے۔ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محسوس کیا کہ دشمن کی نقل وحرکت پر نظر رکھنا ضروری ہے تاکہ اگر وہ مدینہ واپس آنے کی کوشش کرے تو اس سے کھلے میدان ہی میں دو دو ہاتھ کیے جائیں۔

غزوۂ حمراء الاسد چنانچہ صبح ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں اعلان فرمایا: ”دشمن سے مقابلے کے لیے چلنا ہے اور صرف وہی آدمی جا سکتا ہے جو معرکۂ احد میں موجود تھا۔“

① صحيح البخاري، الجنائز، باب الكفن من جميع المال، حديث: 1274. ② سیرت ابن ہشام: 99/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

لوگوں نے کہا: «سَمْعًا وَّطَاعَةً» ”ہم نے بات سنی اور مانی۔“

چنانچہ لوگ مدینے سے چل پڑے اور آٹھ میل دور حمراء الاسد پہنچ کر پڑاؤ ڈال دیا۔

ادھر مشرکین نے مدینے سے چھتیس میل دور مقام روحاء پہنچ کر پڑاؤ ڈالا اور وہاں مدینہ پلٹنے کے لیے مشورہ شروع کر دیا۔ انھیں افسوس تھا کہ انھوں نے ایک بہترین موقع ہاتھ سے جانے دیا۔

اسی دوران معبد بن ابو معبد خزاعی، جو رسول اللہ ﷺ کے خیر خواہوں میں سے تھا، حمراء الاسد میں آپ کے پاس آیا اور احد کے واقعے پر آپ سے تعزیت کی، آپ ﷺ نے اسے فرمایا:

”ابوسفیان سے ملو اور اس کی حوصلہ شکنی کرو۔“

معبد روحاء پہنچا۔ اس وقت مشرکین مدینہ واپسی کا فیصلہ کر چکے تھے۔ معبد نے انھیں بری طرح ڈرایا۔ کہا: ”محمد (ﷺ) ایسی جمعیت لے کر نکلے ہیں کہ میں نے کبھی ویسی جمعیت نہیں دیکھی۔ سارے لوگ تمھارے خلاف غصے سے کباب ہوئے جا رہے ہیں اور تم پر اس قدر بھڑکے ہوئے ہیں کہ میں نے اس کی مثال نہیں دیکھی، نیز میرا خیال ہے کہ تم کوچ کرنے سے پہلے پہلے اس لشکر کا ہراول دستہ اس ٹیلے کے پیچھے سے نمودار ہوتا ہوا دیکھ لو گے۔“

یہ سن کر مکی لشکر کے عزائم ڈھیلے پڑ گئے اور ان کے حوصلے ٹوٹ گئے، چنانچہ ابوسفیان نے صرف جوابی اعصابی جنگ پر اکتفا کیا اور ایک قافلے کو مکلف کیا کہ وہ مسلمانوں سے کہے:

﴿إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ﴾

”لوگ تمھارے خلاف جمع ہیں، ان سے ڈرو۔“[1]

تاکہ مسلمان اس کا تعاقب نہ کریں اور خود وہ جلدی سے مکہ کوچ کر گیا۔ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے تو یہ دھمکی ان پر کچھ اثر انداز نہ ہوئی بلکہ:

﴿فَزَادَهُمْ إِيمَانًا ۖ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ۝﴾

[1] آل عمرٰن 3:173.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

’’اس نے ان کے ایمان کو اور بڑھا دیا اور انھوں نے کہا: اللہ ہمارے لیے کافی ہے اور بہترین کارساز ہے۔‘‘ [1]

﴿ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴾

’’چنانچہ وہ اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ پلٹے۔ انھیں کسی برائی نے نہ چھوا اور انھوں نے اللہ کی رضا مندی کی پیروی کی اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔‘‘ [2]

حادثے اور غزوات

اُحد میں مسلمانوں کو جو زک اٹھانی پڑی، اس کے اثرات بہر حال اچھے نہ تھے۔ دشمن جری ہوگئے اور کھل کر مدِ مقابل آگئے اور کئی واقعات ایسے پیش آئے جو مسلمانوں کے حق میں بہتر نہ تھے۔ یہاں اہم واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

رجیع کا حادثہ (صفر 4 ہجری) عضل اور قارہ (قبائل) کے کچھ لوگ نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ ان کے اندر اسلام کا کچھ چرچا ہے، لہٰذا آپ انھیں دین سکھانے اور قرآن پڑھانے کے لیے کچھ لوگوں کو بھیج دیں۔ آپ نے عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کی امارت میں دس صحابہ رضی اللہ عنہم کو روانہ کر دیا۔ جب یہ لوگ ’’رجیع‘‘ پہنچے تو انھوں نے ان کے ساتھ غداری کی اور قبیلۂ ہذیل کی ایک شاخ بنولحیان کو ان پر چڑھا لائے۔ ان کے تقریباً ایک سو تیر اندازوں نے انھیں ایک ٹیلے پر جا گھیرا۔ پھر انھوں نے عہد و پیمان دیا کہ اگر وہ اتر آئیں تو انھیں قتل نہ کریں گے۔ عاصم رضی اللہ عنہ نے اترنے سے انکار کر دیا اور رفقاء سمیت ان سے جنگ شروع کر دی۔ سات شہید ہوگئے جبکہ تین باقی رہے۔ کفار نے پھر وہی عہد و پیمان دیا، چنانچہ وہ تینوں اتر آئے مگر کفار نے ان سے بدعہدی کی اور انھیں باندھ لیا۔ اس پر ایک نے

[1] آل عمران 3:173. [2] آل عمرٰن 3:174. اس غزوے کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: سیرت ابن ہشام: 2/60-129، و زادالمعاد: 2/91-108، و فتح الباري: 7/345و377.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

یہ کہہ کر ساتھ جانے سے انکار کر دیا کہ یہ پہلی بدعہدی ہے۔ کفار نے اسے قتل کر دیا اور باقی دو کو مکہ لے جا کر بیچ دیا۔ یہ دونوں خبیب بن عدی اور زید بن دثنہ رضی اللہ عنہما تھے۔ خبیب رضی اللہ عنہ نے جنگِ بدر میں حارث بن عامر بن نوفل کو قتل کیا تھا، لہٰذا ان کی اولاد نے انھیں خرید کر کچھ عرصے تک قید رکھا، پھر تنعیم لے جا کر قتل کر دیا۔ اُنھوں نے قتل سے پہلے دو رکعت نماز پڑھی، پھر ان پر بددعا کی، پھر چند اشعار کہے، جن میں سے دو یہ ہیں:

وَلَسْتُ أُبَالِي حِينَ أُقْتَلُ مُسْلِمًا
عَلٰی أَيِّ جَنْبٍ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِي
وَذٰلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلٰهِ وَإِنْ يَّشَأْ
يُبَارِكْ عَلٰی أَوْصَالِ شِلْوٍ مُّمَزَّعِ

”میں مسلمان مارا جاؤں تو مجھے کچھ پروا نہیں، کہ اللہ کی راہ میں کس پہلو پر قتل ہوتا ہوں اور یہ تو اللہ کی ذات کے لیے ہے۔ اگر وہ چاہے تو بوٹی بوٹی کیے ہوئے اعضا کے جوڑ جوڑ میں برکت دے۔“

اس کے بعد ابوسفیان نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ سے کہا: ”کیا تمھیں یہ بات پسند آتی ہے کہ (تمھارے بدلے) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے پاس ہوتے، ہم ان کی گردن مارتے اور تم اپنے اہل وعیال میں ہوتے۔“ انھوں نے کہا: ”واللہ! مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں کہ میں اپنے اہل و عیال میں ہوتا اور (اس کے بدلے) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاں آپ ہوں، وہیں کوئی کانٹا چبھ جاتا اور وہ آپ کو تکلیف دیتا۔“

پھر حارث بن عامر کے بیٹے نے انھیں اپنے باپ کے بدلے قتل کر دیا۔

باقی رہا زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کا معاملہ تو انھوں نے غزوۂ بدر میں امیہ بن خلف کو قتل کیا تھا، لہٰذا انھیں اس کے بیٹے صفوان بن امیہ نے خرید کر اپنے باپ کے بدلے قتل کیا۔ بعض کتب میں ابوسفیان اور حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا گفتگو حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دی گئی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

حادثے کے بعد قریش نے بعض آدمی بھیجے کہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کے جسم کا کوئی ٹکڑا لائیں لیکن اللہ نے بھڑوں کا جھنڈ بھیج دیا، جنھوں نے ان کی حفاظت کی۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے اللہ سے یہ عہد کر رکھا تھا کہ ان کی زندگی میں نہ انھیں کوئی مشرک چھوئے گا اور نہ وہ کسی مشرک کو چھوئیں گے۔ اللہ نے وفات کے بعد بھی اس عہد کا پاس رکھا۔[1]

بئرِ معونہ کا المیہ (صفر 4 ہجری) حادثۂ رجیع ہی کے زمانے میں ایک اور المیہ پیش آیا، جو رجیع سے بھی زیادہ المناک تھا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابو براء عامر بن مالک جو «مُلَاعِبُ الْأَسِنَّة» (نیزوں سے کھیلنے والا) کے لقب سے مشہور تھا۔ مدینے میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اسلام کی دعوت دی۔ اس نے اسلام تو قبول نہیں کیا لیکن دوری بھی اختیار نہیں کی اور یہ توقع ظاہر کی کہ اگر اہل نجد کے پاس تبلیغ کے لیے آدمی بھیج دیے جائیں تو وہ اسلام قبول کر لیں گے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ وہ میری پناہ میں ہوں گے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرائے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ستر (70) مبلغین بھیج دیے۔ انھوں نے ''بئر معونہ'' پر پڑاؤ ڈالا اور حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک لے کر اللہ کے دشمن عامر بن طفیل کے پاس گئے۔ اس نے خط پڑھنے کے بجائے ایک آدمی کو حکم دیا اور اس نے حضرت حرام رضی اللہ عنہ کو پیچھے سے اس طرح نیزہ مارا کہ وہ آر پار ہو گیا۔ حضرت حرام رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔''

پھر فوراً ہی اس اللہ کے دشمن نے باقی صحابہ پر حملے کے لیے بنو عامر کو آواز دی مگر ابوبراء کی پناہ کے پیش نظر انھوں نے اس کی آواز پر کان نہ دھرے، لہٰذا اس نے بنو سلیم کو آواز دی اور اس کی چند شاخوں، رِعل، ذکوان اور عُصَیَّہ نے آ کر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا محاصرہ کر لیا اور سب کو تہ تیغ کر ڈالا۔ صرف کعب بن زید اور عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہما بچ رہے۔

[1] صحیح البخاري، الجهاد، باب هل يستأسر الرجل، حديث: 3045، و سیرت ابن ہشام: 179,169/2، و زادالمعاد: 109/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کعب بن زید رضی اللہ عنہ زخمی تھے۔ انھیں مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا گیا، چنانچہ وہ شہداء کے درمیان سے اٹھا لائے گئے، پھر زندہ رہے اور غزوۂ خندق میں شہید ہوئے۔ عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ، منذر بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اونٹ چرا رہے تھے۔ انھوں نے جائے واردات پر پرندوں کو منڈلاتے دیکھا تو حادثے کی نوعیت سمجھ گئے، چنانچہ وہاں پہنچ کر منذر رضی اللہ عنہ نے لڑتے بھڑتے شہادت حاصل کی اور عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ قید کر لیے گئے۔ جب عامر بن طفیل کو بتایا گیا کہ ان کا تعلق قبیلۂ مضر سے ہے تو عامر نے ان کی پیشانی کے بال کٹوا کر اپنی ماں کی طرف سے جس پر ایک گردن آزاد کرنے کی نذر تھی، انھیں آزاد کر دیا۔

حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ مدینہ پلٹے۔ راستے میں ''قرقرہ'' نامی ایک مقام پر پہنچے تو بنوکلاب کے دو آدمی ملے۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے انھیں دشمن کا آدمی سمجھ کر قتل کر دیا، حالانکہ ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کی طرف سے عہد تھا، چنانچہ جب مدینہ پہنچ کر انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع دی تو آپ نے فرمایا: «قَتَلْتَ قَتِيلَيْنِ، لَأَدِيَنَّهُمَا» ''تم نے ایسے دو آدمی قتل کیے ہیں جن کی دیت مجھے دینی ہوگی۔''

رسول اللہ ﷺ کو رجیع اور بئر معونہ کے ان حادثات سے سخت رنج والم پہنچا۔ یہ دونوں حادثے ایک ہی مہینے، یعنی صفر 4 ہجری میں پیش آئے تھے اور کہا جاتا ہے کہ دونوں واقعات کی خبر آپ کو ایک ہی رات میں پہنچی تھی۔ آپ ﷺ نے ان قاتلوں پر تیس روز تک نماز فجر میں بددعا فرمائی، یہاں تک کہ اللہ نے ان شہداء کی طرف سے یہ پیغام نازل کیا:

''ہماری قوم کو ہماری طرف سے یہ بات پہنچا دو کہ ہم اپنے رب سے ملے تو وہ ہم سے راضی ہے اور ہم اس سے راضی ہیں۔''

اس کے بعد آپ نے قنوت ترک فرما دیا۔[1]

غزوۂ بنی نضیر (ربیع الاول 4 ہجری) بنونضیر نے بئر معونہ والوں کے ساتھ غداری

[1] صحیح البخاري، المغازي، باب غزوۃ الرجیع، حدیث: 4086 و 2801، و سیرت ابن هشام: 183/2 و 188، و طبقات ابن سعد: 54,53/2، و زادالمعاد: 110,109/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کرنے والے عضل اور قارہ سے بھی زیادہ ایک خبیث سازش کی۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ ان کے ساتھ جمع ہوں تاکہ آپ سے قرآن واسلام کی بات سنیں، مناقشہ کریں اور مطمئن ہو جائیں تو ایمان بھی لائیں، چنانچہ اس پر اتفاق ہو گیا۔ جبکہ ان بدمعاشوں نے آپس میں طے کر رکھا تھا کہ ہر آدمی کپڑے کے اندر خنجر چھپا کر چلے اور نبی ﷺ کو غفلت کی حالت میں اچانک قتل کر دیں۔ مگر آپ کو عین وقت پر خبر ہو گئی اور آپ ﷺ نے ان کی جلاوطنی کا فیصلہ کر لیا۔[1]

عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے واپس آ کر جب بنو کلاب کے دو آدمیوں کے قتل کی اطلاع دی تو آپ ﷺ چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے تاکہ وہ معاہدہ کے مطابق ان دونوں مقتولین کی دیت کی ادائیگی میں اعانت کریں۔ انھوں نے کہا:

"ابو القاسم! ہم ایسا ہی کریں گے۔ آپ یہاں تشریف رکھیے۔ ہم آپ کی ضرورت پوری کیے دیتے ہیں۔"

چنانچہ آپ ﷺ ایک دیوار سے ٹیک لگا کر انتظار میں بیٹھ گئے اور یہود آپس میں اکٹھے ہوئے تو ان پر شیطان سوار ہو گیا اور انھوں نے کہا:

"کون ہے جو اس چکی کے پاٹ کو لے کر اوپر جائے اور آپ کے سر پر گرا دے۔"

اس پر بدبخت ترین یہودی عمرو بن جحاش اٹھا۔ ادھر حضرت جبریل علیہ السلام نے آ کر نبی ﷺ کو ان کے ارادے کی خبر کر دی، چنانچہ آپ ﷺ تیزی سے اٹھے اور مدینہ چلے آئے۔ بعد میں صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپ سے آن ملے اور آپ نے انھیں سازش کی اطلاع دی۔

اس کے بعد آپ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو یہود کے پاس بھیج کر کہلایا:

«أُخْرُجُوا مِنَ الْمَدِينَةِ وَلَا تُسَاكِنُونِي بِهَا، وَقَدْ أَجَّلْتُكُمْ عَشْرًا، فَمَنْ

[1] المصنف لعبدالرزاق: 5/357 و360، و حديث: 1733، و سنن أبي داود، الخراج والفيء، باب في خبر النضير، حديث: 3004.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

وُجِدَ بَعْدَهُ يُضْرَبُ عُنُقُهُ»

”مدینے سے نکل جاؤ۔ اب تم میرے ساتھ یہاں نہیں رہ سکتے۔ تمھیں دس دن کی مہلت ہے۔ اس کے بعد جو پایا جائے گا اس کی گردن ماردی جائے گی۔“

اس نوٹس پر یہود نے چند دن تک سفر کی تیاریاں کیں لیکن اسی دوران رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے کہلا بھیجا کہ ”ڈٹ جاؤ اور نہ نکلو، میرے پاس دو ہزار مردانِ ضرب وحرب ہیں جو تمھارے ساتھ تمھارے قلعوں میں داخل ہوں گے اور تمھاری حفاظت کی خاطر جان دے دیں گے۔“

﴿لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيعُ فِيكُمْ أَحَدًا أَبَدًا وَإِنْ قُوتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ﴾

”اگر تمھیں نکالا گیا تو ہم بھی تمھارے ساتھ نکل جائیں گے اور تمھارے بارے میں ہرگز کسی کی بات نہ مانیں گے اور اگر تم سے لڑائی کی گئی تو ہم تمھاری مدد کریں گے۔“[1]

اور بنوقریظہ اور غطفان بھی تمھاری مدد کریں گے۔ یہ سن کر یہود نے قوت محسوس کی اور رسول اللہ ﷺ کو کہلا بھیجا کہ ہم نہیں نکلتے آپ کو جو کرنا ہے کرلیں۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے اللہ اکبر کہا، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی تکبیر کہی۔ مدینے کا انتظام حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو سونپا۔ جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دے کر بنونضیر کے علاقے کا رخ کیا اور وہاں پہنچ کر ان کا محاصرہ کرلیا۔ انھوں نے اپنے قلعوں اور گڑھیوں میں پناہ لی اور اسلامی لشکر پر تیر اور پتھر برسائے چونکہ کھجور کے درخت اور باغات ان کے لیے سپر کا کام دے رہے تھے، اس لیے نبی ﷺ نے حکم دیا کہ انھیں کاٹ اور جلا دیا جائے۔ اس سے ان کے حوصلے ٹوٹ گئے اور اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، چنانچہ چھ روز کے بعد اور کہا جاتا ہے کہ پندرہ روز کے بعد انھوں نے اس شرط پر ہتھیار ڈال دیے کہ وہ مدینے سے

[1] الحشر 11:59.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جلاوطن ہو جائیں گے۔ اس موقع پر بنو قریظہ بھی ان سے الگ تھلگ رہے۔ منافقین کے سردار اور ان کے حلیفوں نے بھی خیانت کی:

﴿ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ ﴾

''جیسے شیطان انسان سے کہتا ہے کہ کفر کر اور جب وہ کفر کر بیٹھتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ میں تجھ سے بری ہوں۔''[1]

رسول اللہ ﷺ نے انھیں اجازت دی کہ ہتھیار کے سوا جو ساز و سامان چاہیں لے جاسکتے ہیں، چنانچہ ان سے جو کچھ ہو سکا لے گئے، حتیٰ کہ گھروں کے دروازے، کھڑکیاں، کھونٹیاں اور چھتوں کی کڑیاں تک اکھاڑ کر لے گئے۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ○ ﴾

''وہ اپنے ہاتھوں اور اہل ایمان کے ہاتھوں اپنے گھر برباد کر رہے تھے۔ پس اے اہلِ بصیرت! عبرت پکڑو۔''[2]

جلا وطنی کے بعد ان کی اکثریت اور بڑے لوگوں نے خیبر میں قیام کیا اور ایک چھوٹا گروہ ملک شام جا بسا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی زمین اور علاقہ خاص ''مہاجرین اوّلین'' میں تقسیم فرمایا، صرف دو انصاری ابو دجانہ اور سہل بن حنیف رضی اللہ عنہما کو ان کی تنگ دستی کے سبب اس میں سے عطا فرمایا۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ اسی میں سے اپنی ازواج مطہرات کا سال بھر کا خرچ نکالتے تھے اور اس کے بعد جو کچھ بچتا تھا اسے جہاد کی تیاری کے لیے ہتھیار اور گھوڑوں کی فراہمی میں صرف فرماتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے پاس سے پچاس خود اور تین سو تلواریں بھی پائیں۔[3]

غزوۂ بدر دوم (شعبان 4 ہجری) پہلے گزر چکا ہے کہ ابوسفیان نے ''احد'' میں اگلے سال جنگ کا اعلان کیا تھا، چنانچہ شعبان 4 ہجری کی آمد پر رسول اللہ ﷺ نے وعدے کے

[1] الحشر 16:59. [2] الحشر 2:59. [3] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ﴾، حديث:4031، و سيرت ابن هشام:190/2 و 192، و زادالمعاد:71/2 و 110.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مطابق بدر کا رخ کیا اور وہاں آٹھ دن ٹھہر کر ابوسفیان کا انتظار کرتے رہے۔ آپ ﷺ کے ساتھ ڈیڑھ ہزار کا لشکر اور دس گھوڑے تھے۔ جھنڈا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کو دیا تھا اور مدینے کا انتظام عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا تھا۔

ادھر ابوسفیان بھی پچاس سوار سمیت دو ہزار کا لشکر لے کر روانہ ہوا اور ''مَرُّ الظَّهران'' پہنچ کر مَجِنَّہ کے مشہور چشمے پر پڑاؤ ڈالا لیکن شروع سے اس پر رعب طاری تھا، چنانچہ یہاں پہنچ کر اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

''جنگ اسی وقت موزوں ہوتی ہے جب شادابی اور ہریالی ہو کہ جانور چر سکیں اور تم بھی دودھ پی سکو۔ اس وقت خشک سالی ہے، لہٰذا میں واپس جا رہا ہوں۔ تم لوگ بھی واپس چلے چلو۔ اس پر پورا لشکر کسی مخالفت کے بغیر واپس ہو گیا۔''

مسلمانوں نے بدر میں ٹھہر کر اپنا سامان تجارت بیچا اور ایک درہم کے دو درہم بنائے، پھر اس شان سے واپس آئے کہ ہر دشمن پر ان کی دھاک بیٹھ چکی تھی اور ہر جانب امن وامان قائم ہو چکا تھا، چنانچہ ایک سال سے زیادہ گزر گیا اور دشمنوں کو کچھ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اس کی بدولت رسول اللہ ﷺ نے آخری حدود تک امن پھیلانے کا موقع پایا، چنانچہ ربیع الاول 5 ہجری میں ڈاکوؤں کی سرکوبی کے لیے ''دُومۃ الجندل'' تشریف لے گئے۔ اور یوں ہر چہار جانب امن وامان کا دور دورہ ہو گیا۔[1]

غزوۂ خندق {شوال و ذی قعدہ 5 ہجری}

رسول اللہ ﷺ نے جو حکیمانہ اقدامات کیے تھے، ان کی بدولت ہر طرف امن وامان چھا گیا تھا، چنانچہ غزوۂ بنو نضیر کے بعد ڈیڑھ سال سے زیادہ عرصے تک کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا اور ایسا لگتا تھا کہ اب مسلمان اپنے دین کی اشاعت اور اپنے احوال کی اصلاح کے لیے کلی طور پر فارغ ہو جائیں گے لیکن یہ یہود تھے ...... جنھیں حضرت مسیح علیہ السلام نے سانپ اور

(1) سیرت ابن ہشام: 2/209 - 210، و زاد المعاد: 2/112.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سانپوں کی اولاد کہا ہے...... جنھیں گوارا نہ تھا کہ مسلمان چین کا سانس لے سکیں، چنانچہ خیبر میں قیام کرنے اور مطمئن ہو جانے کے بعد انھوں نے سازشیں اور پس پردہ حرکتیں شروع کر دیں اور اہلِ مدینہ کے خلاف ''قبائلِ عرب'' کا ایک نہایت زبردست لشکر لانے میں کامیاب ہو گئے۔

''اہلِ سیر'' کہتے ہیں کہ یہودِ خیبر کے بیس سردار اور رہنما قریش کے پاس گئے اور اُنھیں مدینے کے خلاف جنگ پر آمادہ کیا اور اپنی مدد کا یقین دلایا۔ قریش اس کے لیے تیار ہو گئے تو یہ لوگ بنو غطفان کے پاس گئے۔ انھوں نے بھی بات مان لی۔ اس کے بعد دوسرے قبائل میں گھومے اور ان میں سے متعدد قبائل نے جنگ لڑنی منظور کر لی۔ اس کے بعد سارے قبائل کو ایک منظم پلان کے تحت اس طرح حرکت دی کہ سب کے سب ایک ہی وقت مدینے کے اطراف میں پہنچ گئے۔''

شوریٰ اور خندق اس اجتماع اور حرکت کی خبر بروقت مدینہ پہنچ گئی، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا۔ یہ رائے پسند کی گئی اور اسی پر اتفاق ہو گیا۔

چونکہ مدینے کے مشرق، مغرب اور جنوب تین اطراف میں لاوے کی چٹانیں ہیں، اس لیے صرف شمالی علاقہ لشکر کے داخلے کے لائق تھا، لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے اسی جانب حرہ شرقیہ اور غربیہ کے درمیان کا سب سے تنگ مقام منتخب کیا۔ جو کم وبیش ایک میل ہے۔ وہاں خندق کھود کر دونوں حروں کو ملا دیا۔ مغرب میں یہ خندق سلع پہاڑی کے شمال سے شروع ہوتی تھی اور مشرق میں مقام شیخین کے پاس حرہ شرقیہ کے ایک بڑھے ہوئے سرے سے جا ملتی تھی۔

آپ نے ہر دس آدمیوں کو چالیس ہاتھ خندق کھودنے کا کام سونپا اور خود خندق کھودنے اور مٹی ڈھونے میں شریک ہو گئے۔ لوگ رجز پڑھتے اور آپ ﷺ جواب دیتے، نیز

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

آپ ﷺ رجز پڑھتے اور لوگ جواب دیتے تھے۔① لوگوں نے خندق کھودنے میں بڑی مشقتیں برداشت کیں۔ بالخصوص جاڑے اور بھوک کی شدت، چنانچہ ہتھیلی بھر جو لائے جاتے اور بُو دینے والی چکنائی کے ساتھ کھانا بنایا جاتا، لوگ اسی کو کھالیتے، حالانکہ حلق سے اس کا اُترنا مشکل ہوتا۔② لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے بھوک کی شکایت کی اور اپنے پیٹوں پر ایک ایک پتھر بندھا ہوا دکھلایا تو آپ ﷺ نے انھیں اپنے پیٹ پر دو پتھر دکھلا دیے۔③

خندق کی کھدائی کے دوران میں بعض نشانیاں بھی دیکھنے میں آئیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی بھوک کی سختی دیکھی تو صبر نہ کر سکے۔ اپنی بکری کا ایک بچہ ذبح کیا اور ان کی بیوی نے ایک صاع (تقریباً سوا دو کلو) جو پیسا، پھر انھوں نے خفیہ طور پر رسول اللہ ﷺ کو چند صحابہ سمیت دعوت دی مگر رسول اللہ ﷺ سارے اہلِ خندق کے ساتھ جن کی تعداد ایک ہزار تھی، چل پڑے اور سب نے شکم سیر ہو کر کھایا، پھر بھی ہانڈی بھری ہوئی ابلتی رہی اور آٹے سے روٹی پکتی رہی۔④ اسی طرح نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی بہن اپنے والد اور ماموں کے لیے ہتھیلی بھر کھجور لے کر گئیں تو رسول اللہ نے اسے کپڑے کے اوپر بکھیر کر سارے اہل خندق کو دعوت دے دی۔ سب کھا کھا کر چلے گئے مگر کھجوریں تھیں کہ کپڑے کے کناروں سے باہر گری جا رہی تھیں۔⑤

خندق کی کھدائی کے دوران میں حضرت جابر اور ان کے ساتھیوں کے حصے میں ایک سخت چٹان نُما زمین آ گئی۔ نبی ﷺ سے کہا گیا تو آپ ﷺ نے اتر کر کدال ماری اور وہ بھر بھری ریت میں بدل گئی۔⑥ اسی طرح حضرت براء کے ساتھیوں کا ایک چٹان سے سامنا ہوا۔ نبی ﷺ نے اتر کر ''بسم اللہ'' کہا اور کدال سے ایک ضرب لگائی تو ایک ٹکڑا کٹ گیا اور اس

① صحيح البخاري، الجهاد، باب حفر الخندق، حديث: 2837. ② صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الخندق وهي الأحزاب، حديث: 41.③ جامع الترمذي، الزهد، باب معيشة أصحاب النبي ﷺ، حديث: 2371. ④ صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الخندق، حديث: 4101. ⑤ سيرت ابن هشام: 218/2. ⑥ صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الخندق، حديث: 4110.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سے ایک روشنی نکلی، آپ ﷺ نے فرمایا:

«اَللّٰهُ أَكْبَرُ، أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ الشَّامِ، وَ إِنِّي لَأَنْظُرُ إِلٰى قُصُورِهَا الْحَمْرَاءِ السَّاعَةَ»

''اللہ اکبر! مجھے شام کی کنجیاں دی گئیں اور اس وقت میں اس کے سرخ محل دیکھ رہا ہوں۔''

اس کے بعد آپ ﷺ نے دوسری ضرب لگائی اور فتح فارس کی خوشخبری سنائی، پھر تیسری ضرب لگائی اور فتح یمن کی خوشخبری سنائی اور پوری چٹان کٹ گئی۔[1]

خندق کے آر پار ادھر قریش اور ان کے پیروکار چار ہزار کا لشکر لے کر آئے۔ ان کے پاس تین سو گھوڑے اور ایک ہزار اونٹ تھے۔ ان کا سالار ابوسفیان تھا اور جھنڈا عثمان بن طلحہ عبدری نے اٹھا رکھا تھا۔ انھوں نے جرف اور زغابہ کے درمیان رومہ کے ''مجتمع الاسیال'' میں پڑاؤ ڈالا۔ دوسری طرف غطفان اور ان کے پیروکار ''اہل نجد'' چھ ہزار کا لشکر لے کر آئے۔ اور احد کے دامن میں وادی نَقَمٰی کے آخری سرے پر خیمہ زن ہوئے۔ مدینے کی دیواروں تک ایسے زبردست لشکر کا پہنچ جانا بڑی سخت آزمائش اور خطرے کا باعث تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۝﴾

''جب وہ تمھارے اوپر اور تمھارے نیچے سے آئے اور جب نگاہیں کج ہو گئیں، دل حلق کو آ گئے اور تم لوگ اللہ کے ساتھ طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ اس وقت مؤمنین کو آزمایا گیا۔ اور انھیں شدت سے جھنجھوڑ دیا گیا۔''[2]

[1] مسند أحمد: 4/303، و سنن النسائي، الجهاد، باب غزوة الترك والحبشة، حديث: 3178.
[2] الأحزاب 33:10، 11.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

لیکن اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر مؤمنین کو ثابت قدم رکھا، جیسا کہ اس کا ارشاد ہے:

﴿وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۫ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ﴾

''اور جب اہل ایمان نے ان جتھوں کو دیکھا تو کہنے لگے: یہ تو وہی چیز ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا تھا اور اس حالت نے ان کے جذبۂ ایمان واطاعت کو کچھ اور بڑھا دیا۔''[1]

البتہ منافقین اور بیمار دلوں کا حال یہ ہوا کہ انھوں نے کہا:

﴿مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ﴾

''اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا، وہ محض فریب تھا۔''[2]

بہرحال رسول اللہ ﷺ نے مدینے پر ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو منتظم مقرر کیا، عورتوں اور بچوں کو گڑھیوں میں محفوظ کیا، پھر تین ہزار کا لشکر لے کر نکل پڑے اور جبل سلع کو پشت پر کر کے قلعہ بندی کی شکل اختیار کر لی۔ سامنے خندق تھی جو مسلمانوں اور کفار کے درمیان حائل تھی۔

ادھر مشرکین نے قرار یابی کے بعد تیار ہو کر مدینے کی طرف پیش قدمی کی۔ جب مسلمانوں کے قریب پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک چوڑی سی خندق ان کے اور مسلمانوں کے درمیان حائل ہے۔ یہ دیکھ کر وہ بھونچکا رہ گئے۔ ابوسفیان نے بے ساختہ کہا:

«تِلْكَ مَكِيدَةٌ مَا عَرَفَهَا الْعَرَبُ»

''یہ ایسی چال ہے جس کو عرب جانتے ہی نہیں۔''

اب انھوں نے خندق کے گرد غیظ وغضب کے ساتھ چکر کاٹنا شروع کیا، انھیں کسی ایسے نقطے کی تلاش تھی، جہاں سے خندق پار کر سکیں۔ لیکن مسلمان ان پر تیر برسا کر انھیں خندق کے قریب آنے نہیں دے رہے تھے تاکہ وہ اس میں نہ کود سکیں اور نہ مٹی ڈال کر راستہ

[1] الأحزاب 22:33. [2] الأحزاب 12:33.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بنا سکیں۔

مجبوراً مشرکین کو مدینے کا محاصرہ کرنا پڑا، حالانکہ وہ اس کے لیے تیار ہو کر نہیں آئے تھے کیونکہ چلتے وقت یہ منصوبہ ان کے خواب وخیال میں بھی نہ تھا لیکن بہرحال اب وہ روزانہ دن میں نکلتے اور خندق عبور کرنے کی کوشش کرتے تھے جبکہ مسلمان پورے راستے پر ان کے سامنے موجود ہوتے اور تیروں اور پتھروں سے ان کا استقبال کرتے تھے۔ مشرکین نے کئی بار بڑی زبردست کوشش کی اور پورا پورا دن اسی میں صرف کر دیا لیکن مسلمان بھی دفاع میں ڈٹے رہے، یہاں تک کہ ان کی اور رسول اللہ ﷺ کی کئی کئی نمازیں قضا ہو گئیں اور سورج ڈوبنے کے قریب یا ڈوبنے کے بعد ہی انھیں نماز ادا کرنے کا موقع مل سکا۔[1] اس وقت تک نمازِ خوف مشروع نہیں ہوئی تھی۔

ایک روز مشرکین کے شہسواروں کی ایک جماعت نے، جن میں عمرو بن عبدود، عکرمہ بن ابوجہل اور ضرار بن خطاب وغیرہ تھے، ایک تنگ مقام سے خندق پار کر لی اور ان کے گھوڑے خندق اور سلع کے درمیان چکر کاٹنے لگے۔ ادھر حضرت علی رضی اللہ عنہ چند مسلمانوں کے ہمراہ نکلے اور جس مقام سے انھوں نے خندق پار کی تھی، اسے قبضے میں لے کر ان کی واپسی کا راستہ بند کر دیا۔ اس پر عمرو بن عبدِ وَدّ نے مبارزت کے لیے للکارا۔ وہ بڑا جری اور سفاک تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کچھ کہہ کر اسے بھڑکا دیا اور وہ گھوڑے سے اتر آیا، پھر دونوں نے ایک دوسرے پر بڑھ بڑھ کر وار کیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا کام تمام کر دیا اور باقی مشرکین بھاگ نکلے۔ وہ اس قدر مرعوب تھے کہ عکرمہ نے بھاگتے ہوئے اپنا نیزہ چھوڑ دیا اور نوفل بن عبداللہ خندق میں جا گرا جسے مسلمانوں نے تہِ تیغ کر دیا۔

اس جنگ میں فریقین کے صرف چند افراد مارے گئے، یعنی دس مشرک اور چھ مسلمان۔

ایک تیر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو لگا جس سے ان کے بازو کی بڑی رگ کٹ گئی۔

[1] صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب من صلى بالناس جماعة بعد ذهاب الوقت، حدیث: 596.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

انھوں نے اللہ سے دعا کی کہ اگر قریش کی جنگ کچھ باقی رہ گئی ہو تو اس کے لیے انھیں زندہ رکھے، ورنہ اسی زخم کو ان کی موت کا سبب بنا دے، البتہ اپنی دعا میں یہ بھی کہا:

''مجھے موت نہ دے یہاں تک کہ بنوقریظہ سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔''[1]

بنوقریظہ کی غداری اور غزوے پر اس کا اثر بنوقریظہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عہد میں بندھے ہوئے تھے لیکن اس غزوے کے دوران میں بنونضیر کے سردار حُیَیّ بن اخطب نے بنوقریظہ کے سردار کعب بن اسد کے پاس آکر بڑے ڈھنگ سے عہد شکنی پر آمادہ کیا، چنانچہ قدرے پس وپیش کے بعد کعب نے عہد توڑ دیا اور قریش اور مشرکین کے ساتھ ہو گیا۔

بنوقریظہ مدینے کے جنوب میں تھے، جبکہ مسلمانوں کا مورچہ شمال میں تھا، لہٰذا بنوقریظہ اور مسلمان عورتوں اور بچوں کے درمیان کوئی رکاوٹ نہ تھی اور انھیں سخت خطرہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو خبر ہوئی تو آپ نے مسلمہ بن اسلم رضی اللہ عنہ کو دو سو اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو تین سو آدمی دے کر عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لیے بھیجا اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مزید چند انصار صحابہ کے ساتھ اس خبر کی تحقیق کے لیے روانہ کیا۔ یہ لوگ گئے تو یہود کو انتہائی خباثت پر آمادہ پایا۔ انھوں نے علانیہ گالیاں بکیں، دشمنی کی باتیں کیں اور رسول اللہ ﷺ کی اہانت کی۔ کہنے لگے:

''اللہ کا رسول کون؟ ...... ہمارے اور محمد کے درمیان کوئی عہد و پیمان نہیں۔''

یہ سن کر وہ لوگ واپس آ گئے اور رسول اللہ ﷺ سے صرف اتنا کہا:

«عَضَلٌ وَالْقَارَةُ.»

یعنی جس طرح عضل اور قارہ نے اصحاب رجیع کے ساتھ بدعہدی کی تھی، اسی طرح یہود بھی بدعہدی پر تلے ہوئے ہیں۔[2] لوگوں کو صورت حال سمجھ میں آ گئی اور ان پر سخت خوف طاری ہو گیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[1] صحيح البخاري، المغازي، باب مرجع النبي من الأحزاب، حديث: 4122. [2] سیرت ابن ہشام: 221،220/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

﴿ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا ○ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا ○ ﴾

''جب نگاہیں کج ہو گئیں، دل حلق کو آ گئے اور تم لوگ اللہ کے ساتھ طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ اس وقت مومنین کو آزمایا گیا۔ اور انھیں شدت سے جھنجھوڑ دیا گیا۔''[1]

اسی موقع پر نفاق نے بھی سر نکالا، چنانچہ بعض منافقین نے کہا: ''محمد تو ہم سے وعدہ کرتے تھے کہ ہم قیصر وکسریٰ کے خزانے کھائیں گے اور یہاں یہ حالت ہے کہ قضائے حاجت کے لیے نکلنے میں بھی جان کی خیر نہیں۔''[2]

بعض اور منافقین نے کہا: ﴿ مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا ○ ﴾

''ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے جو وعدہ کیا تھا، وہ فریب کے سوا کچھ نہیں۔''[3]

ایک اور گروہ نے کہا: ﴿ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا ﴾

''اے اہلِ یثرب! تمھارے لیے ٹھہرنے کی کوئی گنجائش نہیں، لہٰذا واپس چلو۔''[4]

اور ایک فریق نے بھاگنا چاہا اور نبی ﷺ سے اجازت لینے کے لیے یہ حیلہ کیا:

﴿ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ ﴾

''ہمارے گھر خالی پڑے ہیں (ان کا کوئی نگران نہیں)۔''[5] حالانکہ وہ خالی نہ تھے۔[6]

بہرحال جب بنو قریظہ کی غداری کی خبر رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ کو رنج وقلق ہوا۔ آپ نے اپنا چہرہ اور سر کپڑے سے ڈھک لیا اور دیر تک چت لیٹے رہے، پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے اٹھے اور مسلمانوں کو فتح ونصرت کی خوشخبری دی۔

① الأحزاب 11,10:33. ② الدرالمنثور عن ابن إسحاق: 356/5 وابن جرير: 11-20/161، رقم: 21632، والبيهقي و ابن المنذر: 356/5، آیت مذکورہ کی تفسیر. ③ الأحزاب 12:33. ④ الأحزاب 13:33. ⑤ الأحزاب 13:33. ⑥ دیکھیے: الدر المنثور: 356/5، و تفسير الطبري، رقم: 2162، ودلائل النبوة للبيهقي: 356/5.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

پھر آپ ﷺ نے چاہا کہ غطفان کے سردار عیینہ بن حصن کے پاس پیغام بھیج کر مدینے کے ایک تہائی پھل پر مصالحت کرلیں اور وہ بنو غطفان کو لے کر واپس چلا جائے لیکن انصار کے دونوں سردار سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما نے اسے منظور نہ کیا اور کہا:

''جب ہم لوگ اور یہ لوگ دونوں شرک پر تھے، تب تو یہ لوگ ایک دانے کی بھی طمع نہیں کر سکتے تھے تو بھلا اب جبکہ اللہ نے ہمیں اسلام سے نوازا ہے اور آپ کے ذریعے سے عزت بخشی ہے، ہم انھیں اپنا مال دیں گے۔ واللہ! ہم انھیں صرف تلواریں دیں گے۔''

اس پر آپ ﷺ نے ان دونوں کی رائے کو درست قرار دیا۔

احزاب میں پھوٹ اور غزوے کا خاتمہ اللہ کے کام بھی نرالے ہیں۔ ابھی حالات اسی سنگین مرحلے سے گزر رہے تھے کہ نعیم بن مسعود اشجعی رضی اللہ عنہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔ ان کا تعلق قبیلہ غطفان سے تھا اور وہ قریش اور یہود کے دوست تھے۔ انھوں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! میں مسلمان ہو گیا ہوں اور میری قوم کو میرے اسلام کا علم نہیں، لہٰذا آپ مجھے کوئی حکم فرمائیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَنْتَ رَجُلٌ وَّاحِدٌ، وَ مَاذَا عَسٰى أَنْ تَفْعَلَ، وَلٰكِنْ خَذِّلْ عَنَّا مَا اسْتَطَعْتَ، فَإِنَّ الْحَرْبَ خُدْعَةٌ»

''تم فقط ایک آدمی ہو، اس لیے کر ہی کیا سکتے ہو، البتہ جس قدر ممکن ہو ان میں پھوٹ ڈالو کیونکہ جنگ تو چالبازی کا نام ہے۔''

اس پر حضرت نعیم رضی اللہ عنہ بنو قریظہ کے ہاں پہنچے۔ انھوں نے دیکھا تو اعزاز و اکرام کیا۔ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا:

''آپ لوگ جانتے ہیں کہ مجھے آپ لوگوں سے محبت اور خصوصی تعلق خاطر ہے۔ اب میں آپ لوگوں کو ایک بات بتا رہا ہوں کیا آپ اسے میری طرف سے چھپائے رکھیں گے؟'' انھوں نے کہا: ''جی ہاں۔'' حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

”بنو قینقاع اور بنو نضیر پر جو گزر چکی ہے، اسے آپ جانتے ہی ہیں۔ اب آپ لوگوں نے قریش اور غطفان کا ساتھ دیا ہے مگر ان کا معاملہ آپ جیسا نہیں ہے۔ یہ علاقہ آپ کا اپنا علاقہ ہے۔ یہاں آپ کے بال بچے ہیں، عورتیں ہیں اور مال و دولت ہے۔ آپ لوگ یہاں سے کہیں اور نہیں جا سکتے۔ جبکہ ان کا علاقہ، مال و دولت عورتیں اور بال بچے دور دراز ہیں۔ انھیں موقع ملا تو کوئی قدم اٹھائیں گے، ورنہ اپنے علاقے کی راہ لیں گے اور آپ کو محمد (ﷺ) کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں گے اور وہ جس طرح چاہیں گے انتقام لیں گے۔

یہ سن کر وہ چونک پڑے، بولے: ”اب کیا کیا جا سکتا ہے؟“

حضرت نعیم نے کہا: ”جب تک وہ اپنے آدمی یرغمال کے طور پر نہ دیں، ان کے ساتھ جنگ میں شریک نہ ہونا۔“

انھوں نے کہا: ”آپ نے بہت درست رائے دی ہے۔“

اس کے بعد حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے قریش کا رخ کیا اور ان کے سرداروں کے ساتھ ملاقات کرتے ہوئے کہا: ”آپ لوگ جانتے ہیں کہ مجھے آپ سے محبت و خیر خواہی ہے۔“ انھوں نے کہا: ”جی ہاں۔“

حضرت نعیم نے کہا: ”تو میں آپ کو ایک بات بتا رہا ہوں، اسے میری جانب سے چھپائے رکھیں۔“ انھوں نے کہا: ”ہم ایسا ہی کریں گے۔“

حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا: ”بات یہ ہے کہ یہود نے محمد (ﷺ) سے جو عہد شکنی کی ہے اس پر وہ نادم ہیں۔ انھیں ڈر ہے کہ آپ لوگ انھیں محمد (ﷺ) کے رحم و کرم پر چھوڑ کر واپس چلے جائیں گے، لہٰذا انھوں نے محمد (ﷺ) سے مراسلت کی ہے کہ آپ لوگوں سے کچھ یرغمالی لے کر ان کے حوالے کر دیں، پھر آپ لوگوں کے خلاف ان سے اپنا معاملہ استوار کر لیں اور محمد (ﷺ) اس پر راضی ہو گئے ہیں، لہٰذا آپ لوگ چوکنا رہیں اگر وہ آپ سے یرغمالی طلب کریں تو ہرگز نہ دیں۔“

اس کے بعد غطفان کے پاس بھی جا کر یہی بات دہرائی اور ان کے کان بھی کھڑے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہو گئے۔

اس باحکمت تدبیر سے دلوں میں شبہات پیدا ہو گئے اور پھوٹ پڑ گئی، چنانچہ ابوسفیان نے بنوقریظہ کے پاس ایک وفد بھیجا کہ کل جنگ کی جائے۔ بنوقریظہ نے کہا: ''ایک تو کل ہفتے کا دن ہے اور ہم پر جو عذاب آیا، اس روز شریعت کے حکم سے تجاوز کرنے کے سبب آیا۔ دوسرے آپ جب تک ہمیں کچھ یرغمالی نہ دیں، ہم آپ کے ساتھ جنگ میں شرکت نہ کریں گے تاکہ ایسا نہ ہو کہ آپ ہمیں چھوڑ کر اپنے اپنے علاقوں کی راہ لیں۔'' اس پر قریش اور غطفان نے کہا: ''واللہ! نعیم نے سچ کہا تھا'' اور قریش نے یہود کو کہلوا بھیجا، کہ ''ہم آپ کو کوئی یرغمال نہ دیں گے۔ آپ لوگ جنگ کے لیے نکل پڑیں۔'' اس پر یہود نے کہا کہ ''واللہ! نعیم نے سچ کہا تھا۔'' اس طرح فریقین کے حوصلے ٹوٹ گئے اور ان میں پھوٹ پڑ گئی۔ اس دوران مسلمان یہ دعا کر رہے تھے:

«اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَ آمِنْ رَّوْعَاتِنَا»

''اے اللہ! ہماری پردہ پوشی فرما اور ہمیں خطرات سے مامون کر دے۔''[1]

اور نبی ﷺ نے اپنے رب عزوجل سے یہ دعا فرمائی:

«اَللّٰھُمَّ مُنْزِلَ الْکِتَابِ، سَرِیعَ الْحِسَابِ، اَللّٰھُمَّ اھْزِمِ الْأَحْزَابَ، اَللّٰھُمَّ اھْزِمْھُمْ وَ زَلْزِلْھُمْ»

''اے اللہ! اے کتاب (قرآن) اتارنے والے، اے جلد حساب لینے والے، انھیں شکست دے دے اور جھنجھوڑ کر رکھ دے۔''[2]

اللہ نے دعا قبول کی اور مشرکین پر تند ہواؤں اور فرشتوں کا لشکر بھیج دیا۔ جس نے ان کو ہلا ڈالا۔ ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ ان کی ہانڈیاں الٹ دیں۔ ان کے خیمے اکھیڑ دیے اور کڑکڑاتی سردی نے الگ مار ماری اور ان کی کوئی چیز اپنی جگہ نہ رہ سکی، چنانچہ انھوں

[1] مسند أحمد: 3/3. [2] صحيح البخاري، الجهاد، باب الدعاء على المشركين بالهزيمة، حديث:2933.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نے کوچ کی تیاری شروع کر دی۔

ادھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو ان کی خبر لانے کے لیے بھیجا۔ وہ کفار کے محاذ کے اندر تک گئے اور واپس آئے، انھیں قطعاً سردی نہ لگی بلکہ انھیں ایسا محسوس ہوا جیسے گرم پانی کے حمام میں ہیں۔ انھوں نے واپس آ کر (دشمن) قوم کی واپسی کی اطلاع دی اور سو گئے۔[1] صبح ہوئی تو مسلمانوں نے دیکھا کہ کفار کی طرف کا میدانِ جنگ صاف ہے۔

''اللہ نے کفار کو کسی خیر کے بغیر غیظ و غضب سمیت واپس کر دیا تھا اور ان سے جنگ کے لیے تنہا ہی کافی ہوا تھا۔ اور اللہ قوی و عزیز ہے۔''[2]

اس غزوے کی ابتدا شوال 5 ہجری میں اور انتہا ایک مہینے بعد ذی قعدہ میں ہوئی۔ یہ مدینے پر ضرب لگانے اور اسلام اور مسلمانوں کا خاتمہ کرنے کے لیے دشمنان اسلام کی سب سے بڑی کوشش تھی لیکن اللہ نے انھیں نامراد کیا اور ان کی سازش ناکام بنا دی اور ان طاقتوں کے مجموعی طور پر ناکام ہونے کے معنی یہ تھے، کہ اب چھوٹے چھوٹے متفرق گروہ مدینے کا رخ کرنے کی ہمت بدرجۂ اولیٰ نہیں کر سکتے، چنانچہ نبی ﷺ نے اس کی خبر دیتے ہوئے فرمایا:

«اَلْآنَ نَغْزُوهُمْ، وَلَا يَغْزُونَنَا، نَحْنُ نَسِيرُ إِلَيْهِمْ»

''اب ہم ان پر چڑھائی کریں گے، وہ ہم پر چڑھائی نہ کریں گے۔ اب ہمارا لشکر ان کی طرف جائے گا۔''[3]

غزوۂ بنو قریظہ (ذی قعدہ 5 ہجری)

رسول اللہ ﷺ غزوۂ خندق سے واپس آنے کے بعد ابھی ہتھیار اور کپڑے اتار کر اُم

[1] صحيح مسلم، الجهاد، باب غزوة الأحزاب، حديث: 1788. [2] بنو قریظہ سمیت اس غزوے کی تفصیل کے لیے دیکھیے: سیرت ابن هشام: 2/233-273، و زادالمعاد: 2/72-74. [3] صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الخندق وهي الأحزاب، حديث: 4110.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں غسل کر کے فارغ ہی ہوئے تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور بنو قریظہ کی طرف نکلنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ''میں آگے آگے جا رہا ہوں، ان کے قلعوں میں زلزلہ برپا کروں گا اور ان کے دلوں میں رعب ڈالوں گا'' وہ یہ کہہ کر فرشتوں کے جلو میں روانہ ہو گئے۔[1] ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں منادی کرائی:

«مَنْ كَانَ سَامِعًا مُطِيعًا فَلَا يُصَلِّيَنَّ الْعَصْرَ إِلَّا بِبَنِي قُرَيْظَةَ»

''جو شخص ''سمع وطاعت'' پر قائم ہے، وہ عصر کی نماز بنو قریظہ ہی میں پڑھے۔''[2]

اس کے بعد مدینے کا انتظام ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو سونپا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ کا پھریرا دے کر ایک جماعت کے ساتھ آگے روانہ فرما دیا۔ بنو قریظہ نے انھیں دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گالیوں کی بوچھاڑ کر دی اور ہرزہ سرائی کی۔ ادھر اعلان سن کر مسلمان بھی جھٹ پٹ تیار ہوئے اور نکل پڑے، بعض لوگ ابھی راستے ہی میں تھے کہ عصر کا وقت ہو گیا، چنانچہ کچھ لوگوں نے وہیں نماز پڑھ لی اور کچھ لوگوں نے بنو قریظہ پہنچنے تک مؤخر کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مہاجرین وانصار کے جلو میں نکلے اور بنو قریظہ کے ''انا'' نامی ایک کنویں پر پڑاؤ ڈالا۔

اللہ تعالیٰ نے بنو قریظہ کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور وہ اپنی گڑھیوں میں قلعہ بند ہو گئے۔ انھیں لڑائی کی جرأت نہ ہوئی۔ مسلمانوں نے سختی سے محاصرہ جاری رکھا۔ یہود نے جب دیکھا کہ محاصرہ طول پکڑ رہا ہے تو چاہا کہ اپنے بعض مسلمان حلیفوں سے مشورہ کریں، چنانچہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ وہ ابولُبابہ کو بھیج دیں تاکہ ان سے مشورہ کر لیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا، انھیں دیکھ کر مرد حضرات ان کی طرف دوڑ پڑے، عورتیں اور بچے ان کے سامنے دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ اس کیفیت کو دیکھ کر حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ پر رقت طاری ہو گئی۔ یہود نے کہا:

[1] صحيح البخاري، الجهاد، باب الغسل بعد الحرب، حديث: 2813. [2] صحيح البخاري، صلاة الخوف، باب صلاة الطالب و المطلوب راكبا......، حديث: 946.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

’’کیا آپ مناسب سمجھتے ہیں کہ ہم محمد کے فیصلے پر ہتھیار ڈال دیں؟‘‘

انھوں نے کہا: ’’ہاں!‘‘ اور ساتھ ہی ہاتھ سے حلق کی طرف اشارہ کر دیا۔ مطلب یہ تھا کہ ذبح کر دیے جاؤ گے۔ لیکن انھیں فوراً احساس ہوا کہ اشارہ کر کے انھوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ خیانت کی ہے، چنانچہ وہ سیدھے مسجد نبوی پہنچے اور اپنے آپ کو اس کے ایک ستون سے باندھ لیا اور قسم کھائی کہ اب انھیں رسول اللہ ﷺ ہی اپنے دست مبارک سے کھولیں گے۔ جب رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَمَا إِنَّهُ لَوْ جَاءَ نِي لَاسْتَغْفَرْتُ لَهُ، أَمَّا إِذَا فَعَلَ مَا فَعَلَ فَنَتْرُكُهُ حَتَّى يَقْضِيَ اللّٰهُ فِيهِ»

’’اگر وہ میرے پاس آگئے ہوتے تو میں ان کے لیے دعائے مغفرت کر دیتا لیکن جب وہ وہی کام کر بیٹھے ہیں تو اب ہم بھی انھیں چھوڑے رکھیں گے، یہاں تک کہ اللہ ہی ان کے بارے میں فیصلہ فرمائے۔‘‘[1]

ادھر طوالتِ محاصرہ کے ساتھ ہی بنو قریظہ کے حوصلے ٹوٹ گئے، چنانچہ پچیس روز کے بعد انھوں نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے حوالے کر دیا کہ آپ جو فیصلہ مناسب سمجھیں کریں۔ آپ نے مَردوں کو باندھ لیا اور عورتوں اور بچوں کو علیحدہ کر لیا۔ قبیلۂ اوس کے لوگ عرض پرداز ہوئے: ’’ہمارے ان حلفاء پر احسان فرمائیں جس طرح خزرج کے حلفاء بنوقینقاع پر احسان فرمایا تھا۔‘‘ آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَلَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَحْكُمَ فِيهِمْ رَجُلٌ مِنْكُمْ؟»

’’کیا آپ لوگ اس بات پر راضی نہیں کہ ان کے متعلق آپ ہی کا ایک آدمی فیصلہ کرے؟‘‘ انھوں نے کہا: ’’کیوں نہیں۔‘‘ آپ ﷺ نے فرمایا:

[1] تفسیر ابن کثیر: 332/2، تفسیر سورۃ الأنفال 27:8.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

«فَذَاكَ إِلَى سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ» ''تو یہ معاملہ سعد بن معاذ کے حوالے ہے۔''

اوس کے لوگوں نے کہا: ''ہم اس پر راضی ہیں۔''

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو غزوۂ خندق میں جو زخم لگا تھا اس کی وجہ سے وہ مدینہ ہی میں تھے۔ انھیں گدھے پر سوار کر کے لایا گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«قُومُوا إِلَى سَيِّدِكُمْ» ''اپنے سردار کی جانب اٹھو۔''

چنانچہ لوگ اٹھ کر ان کے استقبال کو گئے اور انھیں دونوں طرف سے گھیر لیا اور کہنے لگے:

''سعد! اپنے حلیفوں کے بارے میں حسن سلوک کیجیے گا۔''

حضرت سعد خاموش تھے، کچھ جواب نہیں دے رہے تھے۔ جب لوگوں نے گزارش کی بھرمار کر دی تو بولے: ''اب وقت آ گیا ہے کہ سعد کو اللہ کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پروا نہیں۔''

یہ سن کر بعض لوگ وہیں سے مدینہ پلٹ آئے اور قیدیوں کی موت کا اعلان کر دیا۔

جب حضرت سعد اتر چکے اور انھیں بتلایا گیا کہ بنو قریظہ ان کی ثالثی پر راضی ہیں تو انھوں نے فیصلہ کیا:

''مردوں کو قتل کر دیا جائے، عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا جائے اور اموال تقسیم کر دیے جائیں۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَقَدْ حَكَمْتَ فِيهِمْ بِحُكْمِ اللّٰهِ مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمَاوَاتٍ»

''تم نے ان کے بارے میں وہی فیصلہ کیا ہے، جو سات آسمانوں کے اوپر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔''[1]

یہ فیصلہ یہودی شریعت کے مطابق بلکہ ان کی شریعت کے فیصلے کے مقابلے میں زیادہ رحم و نرمی پر مبنی تھا۔

[1] صحيح البخاري، المغازي، باب مرجع النبي من الأحزاب، حديث: 4121.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے کے بعد بنو قریظہ کو مدینہ لایا گیا اور بنو نجار کی ایک عورت، جو حارث کی صاحبزادی تھیں، کے گھر میں قید کر دیا گیا اور مدینے کے بازار میں خندقیں کھو دی گئیں، پھر انھیں ایک ایک گروہ کر کے لے جایا گیا اور ان خندقوں میں ان کی گردنیں مار دی گئیں۔ ان کی تعداد چار سو اور کہا جاتا ہے کہ چھ سو اور سات سو کے درمیان تھی۔

انھی کے ساتھ بنو نضیر کا سردار حُیَیّ بن اخطب بھی مارا گیا۔ یہ یہود کے ان بیس سرداروں میں سے ایک تھا، جنھوں نے قریش اور غطفان کو غزوۂ احزاب کے لیے تیار کیا تھا، پھر بنو قریظہ کے پاس آ کر انھیں عہد شکنی پر ورغلایا تھا، یہاں تک کہ انھوں نے مسلمانوں کی زندگی کے مشکل ترین اوقات میں ان کے ساتھ غدّاری کی تھی اور غدّاری کرتے وقت حُیَیّ سے یہ شرط لگائی تھی کہ یہ بھی اُن کے ساتھ رہے گا اور جو حشر اُن کا ہو گا وہی اُس کا بھی ہو گا، چنانچہ محاصرہ اور ہتھیار ڈالنے کے دوران میں یہ بھی اُن کے ساتھ قتل کر دیا گیا۔

بنو قریظہ کے چند افراد ہتھیار ڈالنے سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے۔ ان سے کوئی تعرّض نہیں کیا گیا۔ بعض لوگوں کو ہبہ کروا لیا گیا تھا، انھیں بھی چھوڑ دیا گیا اور وہ مسلمان ہو گئے۔ ان کی ایک عورت بھی قتل کی گئی کیونکہ اس نے چکی کا پاٹ پھینک کر حضرت خلاد بن سوید رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا تھا۔ ہتھیار اور اموال جمع کیے گئے۔ ڈیڑھ ہزار تلواریں، تین سو زرہیں، دو ہزار نیزے، پانچ سو ڈھال، بہت سا سامان، بہت سے برتن، اونٹ اور بکریاں جمع ہوئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوروں (درخت) اور قیدیوں سمیت ان سب کا خمس نکال کر بقیہ مالِ غنیمت فوجیوں پر تقسیم کر دیا، جو پیدل تھا اسے ایک حصہ اور جو شہسوار تھا اسے تین حصے دیے۔ ایک حصہ اس کا اپنا اور دو حصے اس کے گھوڑے کے۔

قیدیوں کو نجد بھیج کر ان کے بدلے ہتھیار خرید لیے گئے، البتہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے حضرتِ ریحانہ بنت زید بن عمرو بن خنافہ کو اپنے لیے منتخب کیا، پھر کہا جاتا ہے کہ انھیں اپنی ملکیت میں رکھا[1] اور کہا جاتا ہے کہ انھیں آزاد کر کے شادی کر لی۔ حجۃ الوداع کے بعد ان

[1] یہ ابن اسحاق کا قول ہے۔ دیکھیے: سیرت ابن ہشام: 2/245.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کا انتقال ہو گیا۔[1]

جب بنو قریظہ کا کام تمام ہو چکا تو بندۂ صالح حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی دعا قبول ہوگئی۔ وہ مسجد نبوی کے ایک خیمے میں تھے تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قریب ہی سے ان کی عیادت کر لیا کریں۔ ان کے اوپر ایک بکری گزر گئی جس سے زخم کھل کر ہنسلی کے پاس سے بہہ پڑا اور اس قدر خون نکلا کہ وہ وفات پا گئے۔[2] ان کا جنازہ مسلمانوں کے ساتھ فرشتوں نے بھی اٹھایا اور ان کی موت پر ''رحمٰن'' کا عرش لرز اٹھا۔[3]

ادھر ابو لُبابہ رضی اللہ عنہ پر چھ راتیں گزر چکی تھیں۔ نماز کے لیے ان کی بیوی انھیں کھول دیتی تھیں۔ اس کے بعد وہ پلٹ کر پھر اپنے آپ کو ستون سے باندھ لیتے تھے۔ اس کے بعد حضرت ام سَلَمہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں ان کی قبولیتِ توبہ کی بشارت نازل ہوئی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے انھیں یہ بشارت دی تو لوگ انھیں کھولنے کے لیے دوڑ پڑے مگر انھوں نے انکار کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ انھیں کوئی اور نہ کھولے گا، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ فجر کے لیے نکلے تو انھیں کھول دیا۔[4]

غزوۂ بنو قریظہ کے بعد مسلمانوں کو مزید کئی عسکری کارروائیاں انجام دینی پڑیں۔ ان میں اہم کارروائیاں حسبِ ذیل ہیں:

ابو رافع سلام بن ابی الحقیق کا قتل (ذی الحجہ 5 ہجری) یہ شخص حجاز کا تاجر اور یہودِ خیبر کا رئیس تھا اور ان بڑے مجرمین میں سے ایک تھا جنھوں نے اہلِ مدینہ کے خلاف جماعتوں کو ورغلانے اور مدینہ لانے کا کام کیا تھا، چنانچہ جب مسلمان احزاب اور قریظہ سے فارغ ہو چکے[5] تو خزرج کے پانچ آدمی اس شخص کو قتل کرنے کے لیے تیار ہوئے۔ تاکہ کعب بن اشرف کو قتل کر کے اوس نے جیسا شرف حاصل کیا تھا، ویسا ہی شرف خزرج بھی حاصل کر

[1] تلقیح، ص: 12. [2] صحيح البخاري، المغازي، باب مرجع النبي من الأحزاب، حديث: 4122. [3] صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ، حديث: 2466، وجامع الترمذي، المناقب، باب مناقب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ، حديث: 3849,3848. [4] تفسير ابن كثير: 398/2، وسيرت هشام: 2/233-273، و زاد المعاد: 72/2. [5] فتح الباري: 343/7.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

لیں، پھر یہ لوگ خیبر کے اطراف میں واقع اس کے قلعے کے پاس پہنچے۔ اس وقت سورج غروب ہو چکا تھا۔ ان کے قائد عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے کہا:

''تم لوگ یہیں ٹھہرو، میں جاتا ہوں اور دروازے کے پہرے دار کے ساتھ کوئی لطیف حیلہ اختیار کرتا ہوں، ممکن ہے اندر داخل ہو جاؤں۔''

اس کے بعد وہ تشریف لے گئے اور دروازے کے قریب جا کر سر پر کپڑا ڈال کر یوں بیٹھ گئے گویا قضائے حاجت کر رہے ہیں۔ پہرے دار نے زور سے پکار کر کہا: ''او اللہ کے بندے! اگر اندر آنا ہے تو آ جا، ورنہ میں دروازہ بند کرنے جا رہا ہوں۔''

عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ اندر داخل ہو گئے اور چھپ گئے، جب لوگ سو گئے تو انھوں نے کنجیاں لیں اور دروازہ کھول دیا تا کہ بوقت ضرورت بھاگنے میں آسانی ہو۔ اس کے بعد انھوں نے ابو رافع کے حجرے کا رخ کیا۔ ادھر جاتے ہوئے جو دروازے کھولتے اسے اندر سے بند کر لیتے تا کہ لوگوں کو اگر ان کا پتہ لگ بھی جائے تو لوگوں کے پہنچنے سے پہلے وہ ابورافع کو قتل کر لیں۔ جب اس کے حجرے میں پہنچے تو وہ اپنے بال بچوں کے درمیان تاریکی میں سو رہا تھا اور پتہ نہیں چل رہا تھا کہ وہ کہاں ہے، لہٰذا انھوں نے آواز دی: ''ابورافع!'' اس نے کہا: ''کون ہے؟'' عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آواز کا رخ کیا اور تلوار کی ایک ضرب لگائی لیکن چونکہ ہڑبڑائے ہوئے تھے، اس لیے کاری ضرب نہ لگی اور اس نے زور کی چیخ ماری۔ وہ جھٹ باہر نکل گئے اور آواز بدل کر آئے گویا مدد کرنے آئے ہیں۔ کہا: ''ابورافع! یہ کیسی آواز تھی؟''

اس نے کہا ''تیری ماں برباد ہو۔ ایک آدمی نے ابھی مجھے اس کمرے میں تلوار ماری ہے۔''

اب انھوں نے دوبارہ اس کا رخ کیا اور تلوار کی ایسی زوردار ضرب لگائی کہ وہ خون میں لت پت ہو گیا لیکن اب بھی قتل نہ ہو سکا، اس لیے انھوں نے اس کے پیٹ پر تلوار رکھ کر دبا دی اور وہ پیٹھ تک اُتر گئی۔ اس کے بعد انھوں نے ایک ایک دروازہ کھولا اور باہر نکلے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

چاندنی رات تھی اور ان کی نگاہ کمزور، انھوں نے سمجھا زمین تک پہنچ چکے ہیں۔ پاؤں بڑھایا تو سیڑھی سے نیچے آرہے اور پاؤں میں چوٹ آگئی۔ انھوں نے پگڑی سے پاؤں باندھا اور دروازے کے پاس چھپ گئے۔ جب مرغ نے آواز دی تو ایک آدمی نے قلعے کی دیوار پر کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ "میں اہلِ حجاز کے تاجر ابو رافع کی موت کی اطلاع دیتا ہوں۔" عبداللہ بن عتیک جان گئے کہ وہ مر چکا ہے، لہٰذا اپنے ساتھیوں کے پاس آگئے اور سب نے مدینے کی راہ لی۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ کر واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے ان کے پاؤں پر دستِ مبارک پھیرا اور انھیں ایسا لگا کہ گویا کبھی کوئی تکلیف ہی نہیں ہوئی۔[1]

سیدِ یمامہ، ثمامہ بن اُثال کی گرفتاری (محرم 6 ہجری) ثمامہ بن اثال، نبی ﷺ اور آپ کے دین اسلام کو سخت ناپسند کرتے تھے، چنانچہ محرم 6 ہجری میں مسیلمہ کذاب کے حکم سے بھیس بدل کر نبی ﷺ کو قتل کرنے نکلے۔[2] ادھر نبی ﷺ نے محمد بن مسلمہ کو تیس سواروں کے ساتھ "ضریہ" کے اطراف میں، جو بصرہ کے راستے میں مدینے سے سات رات کے فاصلے پر واقع ہے، بنی بکر بن کلاب کی تادیب کے لیے بھیجا تھا۔ سواروں نے واپس آتے ہوئے راستے میں ثمامہ کو پالیا، چنانچہ انھیں گرفتار کر کے مدینہ لے آئے اور مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ نبی ﷺ وہاں سے گزرے تو فرمایا: «مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ؟» "ثمامہ تمھارے پاس کیا ہے؟"

اُنھوں نے کہا: "اے محمد! میرے پاس خیر ہے، اگر قتل کرو تو ایک خون (قصاص) والے کو قتل کرو گے اور اگر احسان کرو تو ایک قدر دان پر احسان کرو گے اور اگر مال چاہتے ہو تو مانگو، جو چاہو گے دیا جائے گا۔"

اس کے بعد آپ ﷺ نے انھیں اسی حال میں چھوڑ دیا۔ دوسرے دن پھر گزرے اور پھر یہی گفتگو ہوئی، پھر تیسرے دن بھی یہی سوال وجواب ہوا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا:

[1] صحيح البخاري، المغازي، باب قتل أبي رافع، حديث:4039. [2] السيرة الحلبية:2/297.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

«أَطْلِقُوا ثُمَامَةَ» ”ثمامہ کو چھوڑ دو۔“

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے انھیں چھوڑ دیا، انھوں نے غسل کیا اور مسلمان ہو گئے، پھر کہا:

”واللہ! روئے زمین پر کوئی چہرہ میرے نزدیک آپ کے چہرے سے زیادہ قابلِ نفرت نہ تھا لیکن اب آپ کا چہرہ میرے نزدیک دوسرے تمام چہروں سے زیادہ محبوب ہو گیا ہے۔ اور واللہ! روئے زمین پر کوئی دین میرے نزدیک آپ کے دین سے زیادہ ناپسندیدہ نہ تھا مگر اب آپ کا دین میرے نزدیک دوسرے تمام ادیان سے زیادہ محبوب ہو گیا ہے۔“

پھر واپسی پر حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ عمرے کے لیے مکہ گئے تو قریش نے انھیں اسلام لانے پر ملامت کی۔

انھوں نے کہا: ”واللہ! تمھارے پاس یمامہ سے گیہوں کا ایک دانہ بھی نہ آئے گا جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی اجازت نہ دے دیں۔“

چنانچہ واپسی کے بعد انھوں نے اہلِ مکہ کے لیے گیہوں بیچنے کی ممانعت کر دی، جس سے وہ مشکل میں پڑ گئے، حتیٰ کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرابت کا واسطہ دے کر لکھا کہ آپ ثمامہ کو لکھ دیں، وہ گیہوں بیچنے کی اجازت دے دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا۔[1]

غزوۂ بنولحیان (ربیع الاول 6 ہجری) بنولحیان وہی ہیں جنھوں نے ”رجیع“ میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو قتل کیا تھا۔ یہ حجاز کے بہت اندر عسفان کی حدود میں آباد تھے، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نمٹنے میں قدرے تاخیر کی۔ جب کفار کے مختلف گروہوں میں پھوٹ پڑ گئی اور آپ دشمنوں سے کسی قدر مطمئن ہو گئے تو آپ نے مدینے کا انتظام ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو سونپ کر دو سو صحابہ اور بیس گھوڑوں کے ساتھ ربیع الاول 6 ہجری میں بنولحیان کا رخ کیا اور یلغار کرتے ہوئے ”بطن غران“ تک جا پہنچے۔ یہ امج اور عسفان کے درمیان

[1] صحيح البخاري، المغازي، باب وفد بني حنيفة، حديث:4372، وزادالمعاد: 119/2، وفتح الباري:688/7.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ایک وادی ہے اور یہیں آپ کے صحابہ کو شہید کیا گیا تھا۔ آپ ﷺ نے ان کے لیے دعائے رحمت کی اور دو روز یہیں قیام فرمایا۔

ادھر بنولحیان کو خبر ہوگئی اور وہ پہاڑوں کی چوٹیوں کی طرف بھاگ نکلے۔ ان کا کوئی آدمی ہاتھ نہ آسکا، پھر آپ نے عسفان کا قصد کیا اور وہاں سے دس سواروں کا دستہ آگے بھیجا تاکہ قریش ان کی آمد کا حال سن کر مرعوب ہو جائیں۔ اس دستے نے کراع الغمیم تک کا چکر لگایا۔ آپ کل چودہ دن مدینے سے باہر گزار کر مدینہ واپس آگئے۔

سریہ عیص اور ابو العاص (شوہرِ زینب بنت رسول اللہ) ﷺ کا قبول اسلام جمادی الاولی 6 ہجری [1] میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ایک سو ستر سواروں کے ساتھ ''عیص'' کی جانب روانہ کیا۔ مقصد شام سے آنے والے ایک قریشی قافلے کو پکڑنا تھا، جس کے سربراہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر ابو العاص بن ربیع تھے، مسلمانوں نے اس قافلے کو لوگوں سمیت گرفتار کر لیا، البتہ ابو العاص ہاتھ نہ آئے۔ وہ سیدھے مدینہ پہنچے، حضرت زینب کی پناہ لی اور ان سے کہا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے کہیں کہ آپ قافلے کا مال واپس کر دیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے سفارش کی اور آپ نے چھوٹی بڑی، تھوڑی، زیادہ ہر چیز واپس کر دی۔

ابو العاص تجارت، مال اور امانت کے معاملے میں مکہ کے چند گنے چنے لوگوں میں سے تھے۔ وہ مکہ گئے، امانتیں اہل امانت کو ادا کیں، پھر مسلمان ہو گئے اور ہجرت کر کے مدینہ آگئے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو پہلے ہی نکاح کے تحت انھیں واپس کر دیا۔ یہ واپسی تین سال سے کچھ زیادہ عرصے کی جدائی کے بعد ہوئی۔ [2]

رسول اللہ ﷺ نے اس دوران مزید کئی ''سرایا'' بھی بھیجے، جن کا دشمن کی سرکشی توڑنے، ان کے شر کی آگ بجھانے اور دور دراز علاقوں تک امن وامان پھیلانے میں بڑا

[1] حافظ ابن حجر نے بھی فتح الباری: 498/7 میں اس سریے کو 6ھ کا واقعہ بتایا ہے۔ [2] سنن أبي داود، الطلاق، باب إلى متى ترد عليه امرأته إذا أسلم بعدها، حديث: 2240.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اثر تھا، پھر آپ کے پاس کچھ اس طرح کی خبریں آئیں کہ آپ غزوۂ بنوالمصطلق کے لیے تشریف لے گئے۔ [1]

غزوۂ بنوالمصطلق یا غزوۂ مریسیع شعبان 5 ہجری یا 6 ہجری

''بنوالمصطلق'' قبیلہ خزاعہ کی ایک شاخ ہے۔ قبیلہ خزاعہ کے لوگ عام طور پر رسول اللہ ﷺ کے خیر خواہ تھے مگر یہ شاخ قریش کی طرفدار تھی۔ رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا کہ یہ لوگ آپ سے جنگ کی تیاری کر رہے ہیں۔ آپ نے اس خبر کی تحقیق کے لیے بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ ان سے معلوم ہوا کہ خبر صحیح ہے، لہٰذا آپ نے مدینے کا انتظام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو...... اور کہا جاتا ہے کہ کسی اور کو...... سونپا اور ''بنوالمصطلق'' کی طرف یلغار کرتے ہوئے نکلے تاکہ بالکل اچانک ان پر ٹوٹ پڑیں۔ آپ کے ساتھ سات سو صحابہ تھے اور بنوالمصطلق اس وقت ''قدید'' کے اطراف میں ساحل کے قریب ''مریسیع'' نامی ایک چشمے پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے اس حال میں چھاپہ مارا کہ وہ غافل تھے، بعض کو قتل کیا۔ عورتوں، بچوں کو قید کیا اور مال مویشی پر قبضہ کر لیا۔ [2] اس وقت شعبان 5 ہجری اور کہا جاتا ہے کہ 6 ہجری کی دو راتیں گزر چکی تھیں۔ قیدیوں میں بنوالمصطلق کے رئیس حارث بن ابوضرار کی صاحبزادی جویریہ بھی تھیں۔ مدینہ آ کر ان کے اسلام لانے پر نبی ﷺ نے انھیں آزاد کر کے ان سے شادی کر لی۔ اس پر صحابۂ کرام نے بنوالمصطلق کے ایک سو گھرانے جو مسلمان ہو چکے تھے آزاد کر دیے اور کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے سسرال کے لوگ ہیں، لہٰذا حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا اپنی قوم کے لیے نہایت عظیم برکت والی خاتون ثابت ہوئیں۔ [3]

[1] گزشتہ اور ان سرایا کے لیے دیکھیے: زادالمعاد: 2/120-122، ورحمة للعالمين: 2/226.
[2] صحيح البخاري، العتق، باب من ملك من العرب رقيقا، حديث: 2541. [3] سنن أبي داود، العتق، باب في بيع المكاتب......، حديث: 3931، و سیرت ابن ہشام: 2/290,289 و 295,294، وزادالمعاد: 2/113,112.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

یہ ہے ''غزوہ بنو المصطلق'' کی مختصر روداد۔ اس میں کوئی ندرت نہیں لیکن اس غزوے کے دوران میں دو تکلیف دہ حادثے پیش آئے جنھیں منافقین نے اسلامی معاشرے بلکہ نبوی گھرانے تک کے اندر فتنہ واضطراب بھڑکانے کے لیے استعمال کیا، لہٰذا تھوڑی سی روداد اس کی بھی دی جاتی ہے۔

پہلا حادثہ: رئیس المنافقین (عبداللہ بن ابی) کا یہ قول کہ ''مدینہ پلٹ کر عزت والا ذلت والے کو نکال باہر کرے گا۔''

اس کا سبب یہ ہوا کہ ایک مہاجرین کے حلیف اور ایک انصار کے حلیف میں ''مریسیع'' کے چشمے پر پانی کی وجہ سے جھگڑا ہو گیا۔ مہاجر نے انصاری کو مارا تو انصاری نے آواز لگائی

«يَا لَلْأَنْصَارِ» ''ہائے انصار کے لوگو!''

اس پر مہاجر نے آواز لگائی «يَا لَلْمُهَاجِرِيْنَ» ''! ہائے مہاجرو!''

یہ سن کر طرفین کے کچھ لوگ جمع ہو گئے لیکن رسول اللہ ﷺ نے سبقت کی۔ فرمایا:

«أَبِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ وَ أَنَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ؟ دَعُوهَا فَإِنَّهَا مُنْتِنَةٌ»

''میں تمھارے اندر موجود ہوں اور جاہلیت کی پکار پکاری جا رہی ہے۔ اسے چھوڑ دو، یہ بدبودار ہے۔''[1]

چنانچہ لوگ اپنے رُشد کی طرف پلٹ آئے اور واپس ہو گئے۔

اس غزوے میں منافقین کی ایک جماعت بھی ہمراہ تھی جو اس سے پہلے نہیں نکلی تھی، ان کے ساتھ ان کا سردار عبداللہ بن ابی بھی تھا۔ اسے خبر ہوئی تو غصے سے بھڑک اٹھا اور کہنے لگا:

''اچھا تو انھوں نے یہ حرکت کی ہے۔ یہ ہمارے ہی علاقے میں ہمارے حریف اور مدمقابل ہو گئے۔ ہماری اور قریش کے ان کنگلوں کی مثال تو وہی ٹھہری، جو پہلوں نے کہی ہے کہ ''اپنے کتے کو پال پوس کر موٹا کرو اور وہ تمھی کو کاٹ کھائے۔'' سنو! واللہ! اب ہم مدینہ واپس ہوئے تو ہم میں سے عزت والا، ذلت والے کو نکال باہر کرے گا۔''

[1] صحيح البخاري، المناقب، باب ما ينهى من دعوى الجاهلية، حديث: 3518.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عزت والے سے مراد اس نے اپنے آپ کو لیا اور ذلت والے سے رسول اللہ ﷺ کو۔ العیاذ باللہ۔ اور اس کے لیے فتنوں کی تدبیریں کرنے لگا حتیٰ کہ اپنے رفقاء سے کہا:

"یہ مصیبت تم نے خود اپنے گلے منڈھ لی ہے۔ انھیں اپنے شہر میں اتارا اور اپنے اموال بانٹ کر دیے۔ سنو! واللہ! تم لوگ ان سے ہاتھ روک لو تو یہ تمھارا شہر چھوڑ کر کہیں اور چلتے بنیں گے۔"

جس وقت یہ باتیں ہو رہی تھیں، ایک مضبوط ایمان کے نوجوان حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے۔ وہ اس ہرزہ سرائی پر صبر نہ کر سکے اور رسول اللہ ﷺ کو اطلاع کر دی۔ آپ نے عبد اللہ بن ابی کو بلا کر پوچھا تو اس نے قسم کھا کر کہا کہ اس نے ایسی کوئی بات نہیں کہی ہے، جو آپ کو معلوم ہوئی ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے "سورۂ منافقین" نازل کی اور اسے قیامت تک کے لیے رسوا کر دیا۔[1]

اس منافق کے صاحبزادے جن کا نام بھی عبد اللہ رضی اللہ عنہ تھا، خالص مومن تھے، انھیں علم ہوا تو تلوار سونت کر مدینے کی گزرگاہ پر کھڑے ہو گئے اور اپنے باپ منافقوں کے سردار سے کہا:

"واللہ! جب تک رسول اللہ ﷺ اجازت نہ دیں تم یہاں سے آگے نہیں بڑھ سکتے کیونکہ وہ عزیز ہیں اور تم ذلیل ہو۔"

رسول اللہ ﷺ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے کہلوا بھیجا کہ اسے اجازت ہے، چنانچہ انھوں نے راستہ چھوڑ دیا اور اس حکمت سے یہ فتنہ فرو ہوا۔[2]

واقعۂ اِفک یہ واقعہ اس طرح ہے کہ نبی ﷺ نے اسی غزوہ سے واپسی میں مدینے کے قریب ایک جگہ پڑاؤ ڈالا، پھر رات ہی کو کوچ کا اعلان کر دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی آپ کے ہمراہ تھیں۔ وہ قضائے حاجت کے لیے نکلیں۔ واپس آ کر سینہ ٹٹولا تو ہار غائب تھا، لہٰذا

[1] صحیح البخاري، التفسیر، باب قوله ﴿إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ﴾، حدیث:4900، و صحیح مسلم، البر والصلة، باب نصر الأخ ظالما أو مظلوماً، حدیث:2584، و جامع الترمذي، تفسیر القرآن، باب ومن سورة المنافقین، حدیث:3312. [2] اس واقعے کے لیے دیکھیے: سیرت ابن ہشام:2/290-292.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جہاں غائب ہوا تھا، وہیں تلاش کرنے واپس گئیں اور پا بھی لیا لیکن اس دوران لشکر کوچ کر گیا اور آپ کا ہودج بھی یہ سمجھتے ہوئے اونٹ پر لاد دیا گیا کہ آپ اس میں موجود ہیں۔ چونکہ ہودج اٹھانے والی ایک جماعت تھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ابھی ہلکی پھلکی تھیں، اس لیے ہودج کے ہلکے پن پر یہ لوگ نہ چونکے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا واپس آئیں تو وہاں کوئی نہ تھا، لہٰذا وہ وہیں بیٹھ گئیں کہ لوگ انھیں نہ پائیں گے تو پلٹ کر تلاش کرنے آئیں گے، پھر ان کی آنکھ لگ گئی اور وہ سو گئیں۔

ادھر ایک صحابی حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ جو لشکر کے پیچھے رہتے تھے تاکہ اہلِ لشکر کی گری پڑی چیز ملے تو اسے اٹھا لیں، وہ آگے بڑھے تو ایک سوئے ہوئے انسان کا ڈھانچہ دیکھا۔ قریب پہنچے تو پہچان گئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں کیونکہ وہ پردے کا حکم آنے سے پہلے انھیں دیکھ چکے تھے۔ دیکھ کر کہا:

«إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ» رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی۔"

اس کے سوا کچھ نہ کہا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی آواز سن کر بیدار ہو گئیں اور دوپٹے سے چہرا ڈھانک لیا۔ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے سواری قریب کر کے بٹھائی اور عائشہ رضی اللہ عنہا اس پر سوار ہو گئیں۔ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ سواری کی نکیل تھامے آگے آگے پیدل چلتے ہوئے لشکر میں آ گئے۔ یہ ٹھیک دوپہر کا وقت تھا اور لشکر پڑاؤ ڈال چکا تھا۔

یہ دیکھ کر اللہ کے دشمن عبد اللہ بن ابی کو نفاق وحسد کے کرب سے ٹھنڈی سانس لینے کا موقع ملا۔ اس نے جھوٹ اور بہتان کے طور پر دونوں کے خلاف بدکاری کی تہمت تراشی، پھر اس میں رنگ بھرنا، پھیلانا، بڑھانا اور ادھیڑنا، بننا شروع کیا۔ اس کے ساتھی بھی اسی کو بنیاد بنا کر اس کا تقرب حاصل کرنے لگے اور جب مدینہ آئے تو اس کا خوب خوب پروپیگنڈا کیا، یہاں تک کہ متعدد اہل ایمان بھی دھوکے میں آ گئے۔

ادھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مدینہ آ کر بیمار پڑ گئیں اور بیماری نے تقریباً ایک مہینہ طول پکڑا۔ اب مدینہ تو تہمت تراشوں کے پروپیگنڈے سے گونج رہا تھا لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کچھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

خبر نہ تھی۔ انھیں صرف یہ بات کھٹکتی تھی کہ وہ اپنی بیماری کے دوران میں رسول اللہ ﷺ کی جو خاص مہربانی دیکھا کرتی تھیں وہ اب کی بار نہیں دیکھ رہی تھیں۔ آپ ﷺ آکر سلام کرتے اور یہ پوچھ کر واپس ہو جاتے کہ یہ کیسی ہیں، بیٹھتے نہ تھے۔

پھر اس پورے عرصے میں رسول اللہ ﷺ خاموش رہے، کوئی بات نہ کی لیکن جب لمبے عرصے تک وحی نہ آئی تو آپ ﷺ نے اپنے خاص اصحاب سے مشورہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اشاروں اشاروں میں مشورہ دیا کہ انھیں علیحدہ کر دیں لیکن حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ وغیرہ نے مشورہ دیا کہ برقرار رکھیں۔ عائشہ (رضی اللہ عنہا) کھرا سونا ہیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر اس شخص سے نجات دلانے کی طرف توجہ دلائی، جس کی ایذا رسانیاں آپ کے اہل خانہ تک پہنچ چکی تھیں۔ اشارہ عبداللہ بن ابی کی طرف تھا۔ اس پر اوس کے سردار نے خواہش ظاہر کی کہ اسے قتل کر دیں لیکن خزرج کے سردار پر حمیت غالب آ گئی کیونکہ عبداللہ بن ابی اسی قبیلے سے تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں قبیلے بھڑک اٹھے اور رسول اللہ ﷺ نے انھیں مشکل سے خاموش کیا۔

ادھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیماری سے اٹھ چکیں تو رات کو قضائے حاجت کے لیے نکلیں، ساتھ میں ام مسطح رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ وہ چادر میں پھسلیں تو اپنے بیٹے مسطح رضی اللہ عنہ کو بددعا دی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انھیں ٹوکا تو انھوں نے سارا قصہ کہہ سنایا اور بتلایا کہ ان کا بیٹا مسطح بھی یہی بات کہتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے واپس آکر رسول اللہ ﷺ سے اجازت لی اور اپنے والدین کے پاس گئیں اور جب یقینی طور سے بات کا علم ہو گیا تو رونے لگیں اور خوب روئیں۔ دو راتیں اور ایک دن روتے روتے گزرا، اس دوران نیند آئی نہ آنسوؤں کی جھڑی رکی۔ انھیں اور ان کے والدین کو محسوس ہوتا تھا کہ روتے روتے کلیجہ شق ہو جائے گا۔

دوسری رات کی صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، بیٹھ کر خطبہ پڑھا، پھر فرمایا:

«أَمَّا بَعْدُ، يَا عَائِشَةُ! فَإِنَّهُ بَلَغَنِي عَنْكِ كَذَا وَ كَذَا، فَإِنْ كُنْتِ بَرِيئَةً فَسَيُبَرِّئُكِ اللّٰهُ، وَ إِنْ كُنْتِ أَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِي اللّٰهَ وَ تُوبِي

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

إِلَيْهِ، فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ بِذَنْبِهِ ثُمَّ تَابَ إِلَى اللّٰهِ، تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ»

”اے عائشہ! مجھے تمھارے متعلق ایسی اور ایسی بات معلوم ہوئی ہے، اگر تم پاک ہو تو اللہ تمھاری براءت ظاہر کر دے گا اور اگر تم نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا ہے تو اللہ سے مغفرت مانگو اور توبہ کرو کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کر کے اللہ سے توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔“

اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے آنسو تھم گئے۔ انھوں نے والدین سے کہا کہ جواب دیں مگر اُن کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کیا کہیں، لہٰذا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود ہی کہا: ”واللہ! میں جانتی ہوں کہ یہ بات سنتے سنتے آپ لوگوں کے دلوں میں اچھی طرح بیٹھ گئی ہے اور آپ لوگوں نے اسے سچ سمجھ لیا ہے، اس لیے اب اگر میں یہ کہوں کہ میں پاک ہوں ...... اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں پاک ہوں...... تو آپ لوگ میری بات سچ نہ مانیں گے اور اگر میں کسی بات کا اعتراف کرلوں ...... اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں اس سے پاک ہوں...... تو آپ لوگ صحیح مان لیں گے، اس لیے میں اپنے اور آپ لوگوں کے لیے وہی مثال پاتی ہوں جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے والد نے کہا تھا:

﴿فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ○﴾

”سو صبر ہی بہتر ہے اور تم لوگ جو کچھ کہتے ہو اس پر اللہ کی مدد مطلوب ہے۔“[1]

اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پلٹ کر لیٹ گئیں۔ اسی وقت وحی نازل ہوئی۔ جب نزول وحی کی کیفیت ختم ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی بات جو فرمائی وہ یہ تھی:

«يَا عَائِشَةُ! أَمَّا اللّٰهُ فَقَدْ بَرَّأَكِ» ”اے عائشہ! اللہ نے تمھیں پاک قرار دیا ہے۔“

اس پر ان کی ماں نے کہا: ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اٹھو (! شکریہ ادا کرو)“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ”واللہ! میں ان کی طرف نہیں اٹھتی۔ میں تو صرف اللہ کی

[1] یوسف 18:12.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

تعریف کروں گی۔“

اس موقع پر ان کی براءت کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے جو آیات نازل کیں وہ سورۂ نور کی دس آیات ہیں جو ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ ﴾ سے شروع ہو کر بیسویں آیت ﴿ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ پر ختم ہوتی ہیں۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس تشریف لائے۔ انھیں خطبہ دیا اور براءت کے سلسلے میں اللہ نے جو آیات نازل فرمائی تھیں، ان کی تلاوت کی۔ اس کے بعد منبر سے اتر کر خالص مؤمنین میں سے دو مردوں اور ایک عورت کے متعلق حکم دیا اور انھیں اَسی اَسی کوڑے مارے گئے اور یہ تھے حضرت حسان بن ثابت، مسطح بن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہم۔ ان کے قدم پھسل گئے تھے اور انھوں نے بھی تہمت تراشی میں حصہ لیا تھا۔ باقی رہا اس جھوٹ کا بانی عبداللہ بن ابی اور اس کے رفقا تو انھیں اس دنیا میں سزا نہ دی گئی[1] لیکن وہ قیامت کے روز اللہ کے حضور کھڑے ہوں گے جہاں نہ مال کام آئے گا، نہ اولاد۔ صرف وہ کامیاب ہوں گے جو اللہ کے پاس ”قلب سلیم“ لے کر جائیں گے۔

عمرہ حدیبیہ (ذی قعدہ 6 ہجری)

عمرہ کے لیے روانگی اور حدیبیہ میں پڑاؤ مدینے میں رسول اللہ ﷺ کو خواب دکھلایا گیا کہ آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ امن کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہوئے اور سروں کو منڈوایا اور قصر کرایا۔ آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس کی اطلاع دی اور یہ بتلایا کہ آپ عمرے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ گردو پیش میں جو اَعراب تھے، ان میں بھی روانگی کا اعلان کر دیا مگر انھوں نے تاخیر کی۔ ان کا خیال تھا کہ رسول اور مومنین واپس اپنے گھر کبھی نہ آسکیں گے مگر بعد میں عذر یہ تراشا: ”ہمیں ہمارے اموال و اولاد نے مشغول کر رکھا تھا، لہٰذا

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے: صحیح البخاري، الشهادات، باب تعديل النساء بعضهن بعضاً، حدیث:2661، و سیرت ابن ہشام:2/297-307، و زادالمعاد: 2/113-115.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہمارے لیے دعائے مغفرت کر دیجیے۔“

رسول اللہ ﷺ بروز پیر، یکم ذی قعدہ 6 ہجری کو چودہ سو مہاجرین وانصار کے ساتھ مدینے سے روانہ ہوئے[1] اور اپنے ساتھ قربانی کے جانور بھی لے لیے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ آپ جنگ کے لیے نہیں بلکہ عمرے کے لیے جا رہے ہیں۔ ذوالحلیفہ پہنچ کر جانوروں کو قلادے پہنائے، کوہان چیر کر نشان بنایا اور عمرے کا احرام باندھا۔[2]

پھر آپ ﷺ نے سفر جاری رکھا۔ ”عسفان“ پہنچے تو آپ کے جاسوس نے آ کر اطلاع دی کہ قریش جنگ کا اور مسلمانوں کو بیت اللہ سے روکنے کا تہیہ کیے بیٹھے ہیں۔ انھوں نے ”ذِی طُوٰی“ میں پڑاؤ ڈال رکھا ہے اور خالد بن ولید کو دو سو سواروں کے ساتھ ”عسفان“ کے قریب ”کراع الغمیم“ بھیج دیا ہے تاکہ وہ مکہ آنے والا راستہ بند رکھیں، نیز اپنی مدد کے لیے احابیش کو بھی جمع کر لیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مشورہ کیا کہ کیا کریں۔ یہ احابیش جو جمع ہوئے ہیں، ان کے گھروں پر ہلہ بول دیں، یا سیدھے بیت اللہ کا قصد کریں اور جو روکے اس سے لڑیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا:

”ہم عمرہ کرنے آئے ہیں، لڑنے نہیں آئے، لہٰذا جو ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو اس سے لڑیں۔“ رسول اللہ ﷺ نے یہ رائے قبول کی۔[3]

ادھر خالد بن ولید نے ظہر کی نماز میں مسلمانوں کو رکوع اور سجدہ کرتے دیکھا تو کہا:

”یہ لوگ غافل تھے، ہم نے حملہ کیا ہوتا تو انھیں مار لیا ہوتا۔“

پھر طے کیا کہ عصر کی نماز کے دوران میں حملہ کریں گے لیکن اللہ نے ظہر اور عصر کے درمیان صَلٰوۃِ خَوْف (حالت جنگ کی مخصوص نماز) کا حکم نازل کر دیا اور خالد کے ہاتھ سے موقع جاتا رہا۔[4]

① صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الحديبية، حديث: 4154. ② صحيح البخاري، الحج، باب من أشعر وقلد بذي الحليفة، حديث: 1695,1694. ③ صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الحديبية، حديث: 4178. ④ مسند أحمد: 3/374، وسنن أبي داود، صلاة السفر، باب صلاة الخوف، حديث: 1236 وسنن النسائي، صلاة الخوف، حديث: 1545، وفتح الباري: 7/488.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

پھر رسول اللہ ﷺ نے اس راستے کو چھوڑ کر ایک دوسرا راستہ اختیار کیا اور مکہ سے نیچے داہنے ہاتھ چل کر ''ثنیۃ المرار'' پہنچ گئے، جہاں سے حدیبیہ میں اترتے ہیں، وہاں پہنچ کر آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی اور لوگوں نے ڈانٹا بھی تو نہ اٹھی۔ لوگوں نے کہا ''قصواء'' اڑ گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَا خَلَأَتِ الْقَصْوَاءُ، وَ مَا ذَاكَ لَهَا بِخُلُقٍ، وَلٰكِنْ حَبَسَهَا حَابِسُ الْفِيلِ»

''قصواء اڑی نہیں ہے اور نہ یہ اس کی عادت ہے لیکن اسے اس ہستی نے روک رکھا ہے، جس نے ہاتھی کو روک دیا تھا۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

«وَاللّٰهِ لَا يَسْأَلُونَنِي خُطَّةً يُعَظِّمُونَ فِيهَا حُرُمَاتِ اللّٰهِ إِلَّا أَعْطَيْتُهُمْ إِيَّاهَا»

''اللہ کی قسم! یہ لوگ مجھ سے کسی بھی ایسے معاملے کا مطالبہ نہ کریں گے، جس میں اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کر رہے ہوں مگر میں اسے ضرور تسلیم کر لوں گا۔''

اس کے بعد آپ ﷺ نے اونٹنی کو ڈانٹا تو وہ اچھل کر کھڑی ہو گئی، پھر آپ نے آگے بڑھ کر حدیبیہ میں پڑاؤ ڈال دیا۔

اس کے بعد بدیل بن ورقاء خزاعی، خزاعہ کی ایک جماعت کے ساتھ آیا۔ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے خیر خواہ تھے۔ اس نے بتایا کہ قریش آپ سے جنگ کرنے اور آپ کو بیت اللہ سے روکنے کا تہیہ کیے بیٹھے ہیں۔ آپ ﷺ نے اسے بتایا:

''ہم محض عمرے کے لیے آئے ہیں، لڑائی کے لیے نہیں، نیز یہ کہ ہم صلح کے لیے تیار ہیں لیکن اگر قریش نے لڑائی ہی پر اصرار کیا تو ہم اس وقت تک لڑتے رہیں گے، جب تک کہ ہمارا تن سر سے جدا نہ ہو جائے یا اللہ کا حکم نافذ نہ ہو جائے۔''[1]

رسول اللہ ﷺ اور قریش کے مابین گفت وشنید بدیل نے واپس جا کر قریش کو یہ بات سنائی تو انھوں نے مکرز بن حفص کو بھیجا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے بھی وہی بات کہی جو بدیل سے کہی تھی۔ اس کے بعد قریش نے احابیش کے سردار حلیس بن عکرمہ کو بھیجا۔

[1] صحيح البخاري، الشروط، باب الشروط في الجهاد، حديث:2731.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جب وہ نمودار ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام سے فرمایا:«هٰذَا مِنْ قَوْمٍ يُعَظِّمُونَ الْهَدْيَ، فَابْعَثُوهَا لَهُ»

''یہ شخص ایسی قوم سے تعلق رکھتا ہے، جو قربانی کے جانوروں کا بہت احترام کرتی ہے، لہٰذا جانوروں کو کھڑا کر دو۔''

صحابہ رضی اللہ عنہم نے جانوروں کو کھڑا کر دیا اور خود بھی لبیک پکارتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔ اس نے یہ کیفیت دیکھی تو کہا:''سبحان اللہ! ان لوگوں کو بیت اللہ سے روکنا ہرگز مناسب نہیں۔ بھلا یہ کیا کہ لَخم وجُذام اور حمیَر کے لوگ تو حج کریں اور عبد المطلب کا بیٹا بیت اللہ سے روک دیا جائے۔ بیت اللہ کے رب کی قسم! قریش برباد ہوئے۔ یہ لوگ عمرہ کرنے آئے ہیں۔'' قریش نے یہ بات سنی تو کہا کہ بیٹھ جاؤ، تم اَعرابی ہو، تمھیں چالبازیوں کا علم نہیں۔

اس کے بعد قریش نے عروہ بن مسعود ثقفی کو بھیجا، اس نے آکر رسول اللہ ﷺ سے بات کی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے بھی وہی کہا جو بدیل سے کہا تھا۔

اس نے کہا:''اے محمد! (ﷺ) اگر آپ نے اپنی قوم کا صفایا بھی کر دیا تو کیا آپ نے پہلے کسی عرب کے متعلق سنا ہے کہ اس نے اپنی ہی قوم کا صفایا کر دیا ہو۔ اور اگر دوسری صورت پیش آئی، یعنی آپ کو شکست ہوئی تو میں آپ کے گرد ایسے اوباش لوگوں کو دیکھ رہا ہوں، جو اسی لائق ہیں کہ آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں۔''

اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عروہ کو لات کے حوالے سے ذلیل کرتے ہوئے کہا:''کیا ہم حضور ﷺ کو چھوڑ کر بھاگیں گے۔'' عروہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا جواب نہ دے سکا کیونکہ ابوبکر نے اس پر کوئی احسان کیا تھا۔

عروہ بات کرتے کرتے نبی ﷺ کی ڈاڑھی کو ہاتھ لگاتا۔ مُغیرہ بن شُعبہ رضی اللہ عنہ اس کے ہاتھ پر تلوار کا دستہ مار کر کہتے''اپنا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کی ڈاڑھی سے پرے رکھ۔''

عروہ نے کہا:''او غدار! کیا میں تیری غداری کے سلسلے میں دوڑ دھوپ نہیں کر رہا ہوں؟''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ عروہ کے بھتیجے تھے۔ کچھ لوگوں کو قتل کر کے ان کا مال لے لیا تھا اور آ کر مسلمان ہو گئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا اسلام قبول کر لیا تھا لیکن مال سے براءت اختیار کی تھی۔ عروہ بن مسعود اسی سلسلے میں بھاگ دوڑ کر رہا تھا اور ان کی غداری سے اس نے اسی واقعے کی طرف اشارہ کیا تھا۔ اس موقع پر عروہ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کا جو منظر دیکھا تو واپس جا کر قریش سے کہنے لگا:

''اے قوم! واللہ! میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی جیسے بادشاہوں کے پاس جا چکا ہوں۔ واللہ! میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں، جتنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعظیم کرتے ہیں۔ واللہ! وہ کھنکار بھی تھوکتے تھے تو کسی نہ کسی آدمی کے ہاتھ پر پڑتا تھا اور وہ شخص اسے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا تھا اور جب وہ حکم دیتے تھے تو اس کی بجا آوری کے لیے سب دوڑ پڑتے تھے اور جب وضو کرتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ ان کے وضو کے پانی کے لیے لوگ لڑ پڑیں گے اور جب کوئی بات کرتے تھے تو سب اپنی آوازیں پست کر لیتے تھے اور فرطِ تعظیم کے سبب انھیں بھر پور نظر سے دیکھتے نہ تھے۔ انھوں نے تم پر ایک اچھی تجویز پیش کی ہے، لہٰذا اسے قبول کر لو۔''[1]

اسی ''سلسلۂ گفتگو'' کے دوران قریش کے ستر یا اسّی پُر جوش نوجوان ہنگامہ آرائی کے لیے رات کی تاریکی میں خاموشی کے ساتھ جبلِ تنعیم سے اتر کر مسلمانوں کے کیمپ میں گھس آئے۔ مقصد یہ تھا کہ صلح کی یہ گفتگو ناکام ہو جائے لیکن مسلمانوں نے ان سب کو گرفتار کر لیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں معاف کرتے ہوئے چھوڑ دیا۔ اس سے ایک طرف تو قریش کے دلوں پر خاصا رعب طاری ہوا۔ دوسری طرف ان کے اندر صلح کا رجحان اور بڑھ گیا۔ اسی سلسلے میں اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُم بِبَطْنِ مَكَّةَ مِن بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ﴾

[1] صحيح البخاري، الشروط، باب الشروط في الجهاد، حديث:2732،2731.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

''وہی ہے جس نے بطن مکہ میں ان کے ہاتھ تم سے روکے اور تمھارے ہاتھ ان سے روکے، اس کے بعد کہ تم کو ان پر قابو دے چکا تھا۔''[1]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سفارت اور بیعتِ رضوان اب رسول اللہ ﷺ نے طے کیا کہ قریش کے پاس ایک سفیر روانہ کریں جو انھیں یقینی طور پر بتلائے کہ آپ عمرے ہی کے لیے تشریف لائے ہیں، چنانچہ آپ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا اور انھیں یہ بھی حکم دیا کہ وہ مکے کے کمزور مومن مردوں اور عورتوں کے پاس جا کر انھیں قریب ہی فتح کی بشارت سنا دیں اور یہ بتلا دیں کہ ''اللہ عزوجل اپنے دین کو مکے میں ظاہر وغالب کرنے والا ہے، یہاں تک کہ کسی کو ایمان چھپانے کی ضرورت نہ ہوگی۔''

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اَبان بن سعید اموی کی پناہ میں مکے کے اندر داخل ہوئے اور پیغام پہنچایا، قریش نے پیشکش کی کہ بیت اللہ کا طواف کر لیں مگر انھوں نے اس حالت میں طواف کرنے سے انکار کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ کو روک رکھا گیا ہو۔

پھر قریش نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو روک لیا۔ غالباً وہ چاہتے تھے کہ باہم مشورہ کر لیں، پھر جواب سمیت انھیں روانہ کریں مگر ان کی تاخیر سے مسلمانوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ اُنھیں قتل کر دیا گیا ہے۔ چونکہ قاصد کو قتل کرنے کے معنی اعلانِ جنگ ہیں، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے یہ بات سنی تو فرمایا: «لَا نَبْرَحُ حَتّٰی نُنَاجِزَ الْقَوْمَ»

''ہم اس جگہ سے ٹل نہیں سکتے، یہاں تک کہ ان لوگوں سے معرکہ آرائی نہ کر لیں۔''

پھر آپ نے ایک درخت کے نیچے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جنگ پر بیعت کرنے کی دعوت دی۔

صحابہ ٹوٹ پڑے اور بڑی گرمجوشی کے ساتھ موت پر اور میدان سے نہ بھاگنے پر بیعت

[1] الفتح 48: 24. وصحيح مسلم، الجهاد، باب قوله تعالىٰ: ﴿وَهُوَ الَّذِىْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ﴾، حديث: 1808، و مسند أحمد: 122/3، و سنن أبي داود، الجهاد، باب في المنّ على الأسير، حديث: 2688، و جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة الفتح، حديث: 3264، و السنن الكبرىٰ للنسائي، التفسير، باب قوله تعالىٰ: ﴿وَهُوَ الَّذِىْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ﴾: 464/6، حديث: 11510.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ سے پکڑ کر فرمایا:

«هٰذِهِ يَدُ عُثْمَانَ» ''یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔''[1]

لیکن جب بیعت مکمل ہو چکی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی آ گئے۔ اللہ نے اس بیعت کی فضیلت میں یہ آیت نازل فرمائی:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾

''اللہ مومنین سے راضی ہوا، جب وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔''[2]

اور یہیں سے اس کا نام ''بیعتِ رضوان'' پڑ گیا۔

اتمامِ صلح قریش نے اس بیعت کا حال سنا تو ان پر زبردست رعب طاری ہوا اور اُنھوں نے صلح کرنے کے لیے سہیل بن عمرو کو بھیجا۔ سہیل نے لمبی گفتگو کی، بالآخر درج ذیل شرطیں طے ہوئیں:

- رسول اللہ ﷺ اس سال مکے میں داخل ہوئے بغیر مسلمانوں کے ساتھ واپس جائیں گے۔ اگلے سال مکہ آئیں گے اور تین روز قیام کریں گے۔ ان کے پاس کوئی ہتھیار نہ ہوگا۔ صرف میان کے اندر تلواریں ہوں گی۔
- فریقین میں دس سال کے لیے جنگ بند رہے گی۔
- جو محمد ﷺ کے ''عہد'' میں داخل ہونا چاہے، داخل ہوسکتا ہے اور جو قریش کے عہد میں داخل ہونا چاہے، داخل ہوسکتا ہے۔
- قریش کا جو آدمی مسلمانوں کی پناہ میں جائے گا، مسلمان اسے قریش کے حوالے کر دیں گے لیکن مسلمانوں کا جو آدمی قریش کی پناہ میں آئے گا قریش اسے واپس نہ کریں گے۔

اس کے بعد آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور املا کرایا: ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' لکھیں۔ سہیل نے کہا: ''ہم نہیں جانتے رحمان کیا ہے۔ آپ ''بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ''

[1] صحيح البخاري، فضائل الصحابة، باب مناقب عثمان بن عفان، حديث: 3699. [2] الفتح 18:48.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

لکھیں۔" رسول اللہ ﷺ نے انھیں یہی لکھنے کا حکم دیا۔

پھر آپ ﷺ نے املا کرایا: "یہ وہ بات ہے، جس پر محمد رسول اللہ نے مصالحت کی۔"

اس پر سہیل نے کہا: "اگر ہم جانتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو پھر ہم نہ تو آپ کو بیت اللہ سے روکتے اور نہ آپ سے جنگ کرتے۔ آپ محمد بن عبداللہ لکھوائیں۔"

آپ نے فرمایا: «إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ وَ إِنْ كَذَّبْتُمُونِي»

"میں اللہ کا رسول ہوں، اگرچہ تم لوگ جھٹلاؤ۔"

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اسے مٹا کر محمد بن عبداللہ لکھیں لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مٹانا گوارا نہ کیا، لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے خود اپنے دست مبارک سے مٹایا۔[1] پھر پوری دستاویز کے دو نسخے لکھے گئے۔ ایک نسخہ قریش کے لیے اور ایک نسخہ مسلمانوں کے لیے۔

ابو جندل کا قضیہ صلح نامہ ابھی لکھا ہی جا رہا تھا کہ قریش کے نمائندے سہیل بن عمرو کے صاحبزادے ابو جندل بیڑیاں گھسیٹتے ہوئے پہنچے۔ سہیل نے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّا لَمْ نَقْضِ الْكِتَابَ بَعْدُ» "ابھی نوشتہ مکمل نہیں ہوا ہے۔"

سہیل نے کہا: "تب میں آپ سے صلح ہی نہیں کرتا۔" آپ ﷺ نے فرمایا:

«فَأَجِزْهُ لِي» "اچھا تم اس کو میری خاطر چھوڑ دو۔"

اس نے کہا: "یہ بھی نہیں ہو سکتا۔"

پھر سہیل نے ابو جندل کو مارا۔ ابو جندل نے چیخ کر کہا: "مسلمانو! کیا میں مشرکین کی طرف واپس کیا جاؤں گا کہ وہ مجھے میرے دین سے فتنے میں ڈالیں۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اِصْبِرْ وَاحْتَسِبْ، فَإِنَّ اللّٰهَ جَاعِلٌ لَّكَ وَلِمَنْ مَّعَكَ مِنَ الْمُسْتَضْعَفِينَ فَرَجًا وَّمَخْرَجًا»

[1] صحيح البخاري، الشروط، باب الشروط في الجهاد والمصالحة، حديث 2732,2731.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

”صبر کرو اور باعث ثواب سمجھو، اللہ تمھارے لیے اور تمھارے علاوہ جو دوسرے کمزور مسلمان ہیں ان سب کے لیے کشادگی اور پناہ کی جگہ بنائے گا۔“

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابو جندل کو بھڑکایا کہ وہ اپنے باپ سہیل کو قتل کر دیں مگر انھوں نے ایسا نہ کیا۔[1]

عمرے سے دستبرداری اور صلح پر مسلمانوں کا غم رسول اللہ ﷺ معاہدۂ صلح لکھوا کر فارغ ہو چکے تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

«قُومُوا فَانْحَرُوا» ”اٹھو اور اپنے اپنے جانور قربان کر دو۔“

مگر کوئی نہ اٹھا، حتیٰ کہ آپ ﷺ نے یہ بات تین بار کہی مگر کوئی نہ اٹھا۔ آپ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان سے اس کا ذکر کیا۔ انھوں نے مشورہ دیا کہ آپ اٹھ کر اپنا جانور ذبح کر دیں اور اپنا سر منڈا لیں اور کسی سے کوئی بات نہ کریں۔ آپ نے یہی کیا اور مشرکین کو جلانے، بھنانے کے لیے ابو جہل کا ایک اونٹ بھی ذبح کیا، جس کی ناک میں چاندی کا ایک حلقہ تھا۔ آپ کو دیکھ کر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اپنے اپنے جانور ذبح کر دیے اور اپنے سر منڈا لیے مگر غم کے سبب ان کی کیفیت یہ تھی کہ لگتا تھا ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے۔ اس موقع پر گائے اور اونٹ سات سات آدمیوں کی طرف سے ذبح کیے گئے۔[2]

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے غم کی دو وجوہ تھیں: ایک یہ کہ وہ عمرہ کیے بغیر واپس ہو رہے تھے، دوسری یہ کہ صلح میں فریقین میں برابری نہ تھی کیونکہ طے یہ ہوا تھا کہ مسلمانوں کے پاس کوئی آئے تو اسے مسلمان واپس کر دیں گے لیکن قریش کے پاس کوئی جائے تو اسے قریش واپس نہ کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں پہلی وجہ کے متعلق مطمئن کیا:

”ہم اگلے سال عمرہ کریں گے، لہٰذا خواب سچا ہے اور صلح کی اس دفعہ میں مسلمانوں کے جذبات کی رعایت کی گئی ہے۔“

① صحيح البخاري، الشروط، باب الشروط في الجهاد، حديث: 27322731، و سيرت ابن هشام: 332/3. ② صحيح مسلم، الحج، باب جواز الاشتراك في الهدي......، حديث: 1318.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اور دوسری وجہ کے متعلق (یہ کہہ کر) مطمئن کیا کہ ''ہمارا جو آدمی ان کے پاس چلا گیا، اللہ نے اسے دور کر دیا اور ان کا جو آدمی ہمارے پاس آئے گا، اللہ اس کے لیے کشادگی اور پناہ کی جگہ بنائے گا۔''[1]

آپ کی یہ بات بہت دور اندیشی پر مبنی تھی کیونکہ مسلمانوں کی ایک جماعت ابھی تک حبشہ میں تھی اور ان پر صلح لاگو نہیں ہوتی تھی، لہٰذا مکہ کے قیدیوں کے لیے ان کے پاس پناہ لینی ممکن تھی لیکن بظاہر صلح بہرحال قریش کے حق میں تھی، اس لیے مسلمانوں کے احساسات پر اس کا گہرا اثر تھا، یہاں تک کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خدمتِ نبوی میں آ کر کہا:

''اے اللہ کے رسول! کیا ہم لوگ حق پر اور وہ لوگ باطل پر نہیں؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «بَلٰی» ''کیوں نہیں!''

انھوں نے کہا: ''کیا ہمارے مقتولین جنت میں اور ان کے مقتولین جہنم میں نہیں؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «بَلٰی» ''کیوں نہیں!''

انھوں نے کہا: ''تو پھر ہم کیوں اپنے دین کے بارے میں دباؤ قبول کریں۔ اور ایسی حالت میں پلٹیں کہ ابھی اللہ نے ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ نہیں کیا ہے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«يَا ابْنَ الْخَطَّابِ! إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ، وَ لَسْتُ أَعْصِيهِ، وَ هُوَ نَاصِرِي، وَ لَنْ يُضَيِّعَنِي أَبَدًا»

''خطاب کے صاحبزادے! میں اللہ کا رسول ہوں، اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ وہ میری مدد کرے گا اور مجھے ہرگز ضائع نہ کرے گا۔''

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ غصے سے بھرے ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے بھی وہی کہا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا اور انھوں نے بھی وہی جواب دیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا، پھر مزید کہا: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب تھامے رہو، یہاں تک کہ تمھاری

[1] صحيح مسلم، الجهاد، باب صلح الحديبية، حديث: 1784.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

موت آ جائے کیونکہ واللہ! آپ حق پر ہیں۔''

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا﴾ کی آیات نازل کیں، جن میں اس صلح کو ''فتح مبین'' قرار دیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور پڑھ کر سنایا۔

وہ کہنے لگے: ''یا رسول اللہ! یہ فتح ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: «نَعَمْ» ''ہاں!''

اس سے ان کے دل کو سکون ہو گیا اور وہ واپس چلے گئے۔ بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی اس تقصیر پر سخت ندامت ہوئی اور اس کی تلافی کے لیے انھوں نے بہت سے اعمال کیے، برابر صدقہ وخیرات کیا، روزے رکھے، نماز پڑھی اور غلام آزاد کیے، یہاں تک کہ خیر کی امید بندھی۔[1]

مہاجر عورتوں کا قضیہ صلح مکمل ہو چکی اور لوگوں نے احرام کھول دیے تو کچھ مومن عورتیں آ گئیں، ان کے کافر سرپرستوں نے نبی ﷺ سے مطالبہ کیا کہ انھیں واپس کیا جائے مگر آپ ﷺ نے اس دلیل کی بنا پر واپس کرنے سے انکار کر دیا کہ عورتیں معاہدے میں شامل نہیں ہیں۔ ادھر اللہ نے یہ حکم نازل فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ۭ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ۭ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۭ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ ﴾

''اے اہلِ ایمان! جب تمھارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کا امتحان لو، اللہ ان کے ایمان کو بہتر جانتا ہے۔ پس اگر انھیں مومنہ جانو تو کفار کی طرف نہ پلٹاؤ، نہ وہ کفار کے لیے حلال ہیں، نہ کفار ان کے لیے حلال ہیں، البتہ ان کے کافر شوہروں نے جو مہر اُن کو دیے تھے اسے واپس دے دو اور (پھر) تم پر

[1] صحيح البخاري، الشروط، باب الشروط في الجهاد والمصالحة، حديث:2731.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کوئی حرج نہیں کہ ان سے نکاح کر لو، جبکہ انھیں ان کے مہر ادا کرو اور کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ رکھو۔"[1]

یوں ایمان والی عورتوں کو کفار پر اور کافر عورتوں کو مومنین پر حرام کر دیا گیا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے آنے والی عورتوں کا امتحان اس آیت کی روشنی میں لیتے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ إِذَا جَآءَكَ ٱلْمُؤْمِنَٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰٓ أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِٱللَّهِ شَيْـًٔا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَٰدَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَٰنٍ يَفْتَرِينَهُۥ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِى مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَٱسْتَغْفِرْ لَهُنَّ ٱللَّهَ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ ﴾

"اے نبی! جب تمھارے پاس مومن عورتیں آئیں اور اس بات پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، زنا نہ کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی، اپنے ہاتھ پاؤں کے درمیان سے کوئی بہتان گھڑ کر کے نہ لائیں گی اور کسی معروف بات میں تمھاری نافرمانی نہ کریں گی۔ تو ان سے بیعت لے لو اور ان کے لیے اللہ سے مغفرت کی دعا کرو، یقیناً اللہ غفور و رحیم ہے۔"[2]

چنانچہ جو عورت ان شرائط کا اقرار کرتی اس سے آپ فرماتے:

«قَدْ بَايَعْتُكِ» "میں نے تم سے بیعت لے لی۔"

صرف زبان سے کہتے، مصافحہ نہ فرماتے اور پھر اسے کفار کو واپس نہ کرتے، نیز مسلمانوں نے اپنی کافرہ بیویوں کو طلاق دے دی اور مسلمان عورتوں کو ان کے کافر شوہروں سے علیحدہ کر دیا۔[3]

مسلمانوں کے معاہدے میں بنو خزاعہ کی شرکت "بنو خزاعہ" نے پسند کیا کہ وہ اس معاہدے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہیں گے، چنانچہ وہ آپ کے "عہد" میں داخل

① الممتحنة 10:60. ② الممتحنة 12:60. ③ صحيح البخاري، الشروط، باب الشروط في الجهاد، حديث:2732,2731.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہو گئے۔ یہ لوگ زمانۂ جاہلیت سے بنو ہاشم کے حلیف چلے آرہے تھے۔ جبکہ ان کے حریف بنو بکر، قریش کے ''عہد'' میں داخل ہو گئے اور وہی فتح مکہ کا سبب بنے، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

کمزور مسلمانوں کے قضیے کا حل رہے وہ مسلمان جو مکے میں تعذیب کا شکار تھے تو ان میں سے ابو بصیر رضی اللہ عنہ نامی ایک صاحب چھوٹ کر مدینہ بھاگ آئے۔ قریش نے ان کی واپسی کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو آدمی بھیجے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں واپس کر دیا۔ ذوالحُلَیفہ پہنچ کر ابو بصیر نے ایک کو قتل کر دیا اور دوسرا بھاگ کر سیدھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا، میرا ساتھی قتل کر دیا گیا اور بس میں بھی قتل ہی کیا جانے والا ہوں، اتنے میں ابو بصیر آ گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈانٹا تو سمجھ گئے کہ پھر واپس کیا جاؤں گا، لہٰذا وہ ساحلِ سمندر پر جا رہے۔ ادھر ابو جندل بھی چھوٹ کر ابو بصیر سے آن ملے، اس کے بعد قریش کا جو آدمی بھی اسلام لا کر بھاگتا وہ ابو بصیر سے جا ملتا، یہاں تک کہ ان کی ایک جماعت اکٹھی ہو گئی۔ اس کے بعد قریش کا جو قافلہ بھی ملک شام جاتا اس سے یہ لوگ ضرور چھیڑ چھاڑ کرتے۔ اس پر حملے کرتے اور اس کا مال چھین لیتے۔ اس سے تنگ آ کر قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا اور قرابت کا واسطہ دیا کہ انھیں مدینہ بلا لیں۔ اب جو بھی آپ کے پاس آئے گا محفوظ رہے گا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں مدینہ بلا بھیجا۔ وہ آ گئے اور مشکل حل ہو گئی۔[1]

صلح کا اثر اسلامی دعوت کی رفتار پر اس صلح کا بڑا اثر ہوا۔ مسلمانوں کو عام عربوں سے ملنے اور انھیں اللہ کی دعوت دینے کا موقع ملا، چنانچہ لوگ بہ کثرت اسلام میں داخل ہوئے اور صرف دو سال میں مسلمانوں کی تعداد اتنی ہو گئی کہ انیس برسوں میں نہیں ہوئی تھی۔ اکابرِ قریش، جو قریش کا نچوڑ اور عطر تھے، یعنی عمرو بن عاص، خالد بن ولید اور عثمان بن طلحہ اپنی

[1] صحيح البخاري، الشروط، باب الشروط في الجهاد، حديث:2732,2731، و سیرت ابن هشام:2/308-322، و زادالمعاد:2/122-127، و تاريخ عمر بن الخطاب، ص:40,39.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

رغبت اور مرضی سے ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کی شہادت دیتے ہوئے خدمت نبوی میں حاضر ہوئے، اسلام پر بیعت کی اور اس کی راہ میں جان ومال اور صلاحیت وقدرت سب کچھ صرف کرنے کا وعدہ کرلیا۔ جب یہ لوگ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ مَكَّةَ قَدْ أَلْقَتْ إِلَيْنَا أَفْلَاذَ كَبِدِهَا»

''مکہ نے اپنے جگر گوشوں کو ہمارے حوالے کر دیا ہے۔''

بادشاہوں اور امرا کے نام خطوط

جب رسول اللہ ﷺ قریش سے معاہدہ کر کے اور ان کی طرف سے مطمئن ہو کر حدیبیہ سے واپس تشریف لائے تو بادشاہوں اور امرا کے نام خطوط لکھ کر انھیں اسلام کی دعوت دی اور ان کی دُہری ذمے داری یاد دلائی۔ ذیل میں اختصار کے ساتھ یہ خطوط نقل کیے جارہے ہیں:

نجاشی شاہِ حبشہ کے نام خط اس کا نام اصحمہ بن ابجر تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے نام حسب ذیل خط لکھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

«هٰذَا كِتَابٌ مِّنْ مُّحَمَّدٍ رَّسُولِ اللّٰهِ إِلَى النَّجَاشِيِّ الْأَصْحَمِ عَظِيمِ الْحَبَشَةِ.

سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى، وَ آمَنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُولِهِ، وَ شَهِدَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّ لَا وَلَدًا، وَّ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ، وَ أَدْعُوكَ بِدِعَايَةِ الْإِسْلَامِ، فَإِنِّي أَنَا رَسُولُهُ فَأَسْلِمْ تَسْلَمْ» ﴿يَاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ○﴾ (آل عمرٰن 3:64) «فَإِنْ أَبَيْتَ فَعَلَيْكَ إِثْمُ النَّصَارٰى مِنْ قَوْمِكَ»

(یہ خط ہے محمد اللہ کے رسول کی طرف سے نجاشی اصحمہ شاہِ حبشہ کی جانب۔)
اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔ اور اس بات کی شہادت دے کہ اللّٰه وحده لاشريك کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اس نے نہ کسی کو اپنی بیوی بنایا، نہ لڑکا۔ اور (اس بات کی شہادت دے کہ) محمد اس کا بندہ اور رسول ہے۔ اور میں تمھیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں کیونکہ میں اس کا رسول ہوں، لہٰذا اسلام لاؤ، سلامت رہو گے۔''
''اے اہلِ کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمھارے درمیان برابر ہے، (وہ یہ) کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے بعض، بعض کو اللہ کے سوا رب نہ بنائے۔ پس اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دو کہ گواہ رہو ہم مسلمان ہیں۔''
اگر تم نے یہ دعوت قبول نہ کی تو تم پر اپنی قوم کے نصاریٰ کا گناہ بھی ہے۔''[1]

یہ خط آپ ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ روانہ کیا۔ نجاشی نے جب اسے وصول کیا تو اپنی آنکھوں پر رکھا، تخت سے نیچے اتر آیا اور جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا اور نبی ﷺ کو اپنے اسلام اور بیعت کے متعلق خط لکھا اور ام المؤمنین ام حبیبہ بنتِ ابوسفیان رضی اللہ عنہا کی شادی نبی ﷺ سے کر دی اور انھیں اپنی طرف سے چار سو دینار مہر دیا، پھر انھیں اور مہاجرین حبشہ کو عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کے ساتھ دو کشتیوں میں روانہ کر دیا اور وہ انھیں لے کر اس وقت پہنچے جب نبی ﷺ خیبر میں تھے۔[2]

① دلائل النبوة للبيهقي: 308/2، و مستدرك للحاكم: 623/2. ② سیرت ابن ہشام: 359/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نجاشی نے رجب 9 ہجری میں وفات پائی اور نبی ﷺ نے اس کی وفات ہی کے دن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی موت کی اطلاع دی اور اس کی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی۔[1] اس کی وفات کے بعد دوسرا بادشاہ اس کا جانشین ہوا تو آپ ﷺ نے اس کے نام بھی ایک خط روانہ فرمایا اور اسے اسلام کی دعوت دی[2] لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اس نے اسلام قبول کیا یا نہیں۔

مقوقس شاہ اسکندریہ ومصر کے نام خط نبی ﷺ نے اس کے نام جو خط لکھا وہ یہ تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

«مِنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَ رَسُولِهٖ إِلَى الْمُقَوْقِسِ عَظِيمِ الْقِبْطِ»

سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى.

أَمَّا بَعْدُ! فَإِنِّي أَدْعُوكَ بِدِعَايَةِ الْإِسْلَامِ، أَسْلِمْ تَسْلَمْ، وَ أَسْلِمْ يُؤْتِكَ اللّٰهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ، فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الْقِبْطِ. ﴿يَاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝﴾ (آل عمرٰن 3:64)

(اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد کی طرف سے مقوقس سربراہِ قبط کی جانب)

اس پر سلام، جو ہدایت کی پیروی کرے، امابعد!

”میں تمھیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام لاؤ، سلامت رہو گے۔ اسلام لاؤ، اللہ تمھیں دوہرا اجر دے گا لیکن اگر تم نے منہ موڑا تو تم پر اہلِ قبط کا بھی گناہ

[1] صحيح البخاري، مناقب الأنصار، باب موت النجاشي، حديث: 3877، و صحيح مسلم، الجنائز، باب في التكبير على الجنائز، حديث: 951. [2] صحيح مسلم، الجهاد، باب كتب النبي إلى ملوك الكفار، حديث: 1774. حضرت انس کی روایت سے اخذ ہو سکتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہوگا۔“

”اور اے اہلِ کتاب! ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمھارے درمیان برابر ہے، (وہ یہ) کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے بعض، بعض کو اللہ کے سوا رب نہ بنائے۔ پس اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دو تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔“ ①

یہ خط آپ ﷺ نے حاطب بن ابوبلتعہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا۔ انھوں نے مقوقس سے گفتگو کی اور اسے خط پہنچایا۔ مقوقس نے ان کی عزت افزائی کی اور خط ہاتھی دانت کے ایک ڈبے میں رکھ کر اس پر مہر لگائی اور اسے محفوظ کر لیا اور نبی ﷺ کو جواب لکھا اور اس میں اقرار کیا کہ ”ایک نبی باقی رہ گیا ہے اور میں سمجھتا تھا کہ وہ ملکِ شام میں ظاہر ہوگا۔“ لیکن وہ مسلمان نہیں ہوا۔ تحفے میں ماریہ اور سیرین نامی دو لونڈیاں بھیج دیں جن کا قبط میں بڑا مقام تھا۔ کچھ کپڑے اور ایک خچر بھی ہدیہ کیا، جس کا نام دُلدُل تھا۔ نبی ﷺ نے ماریہ کو اپنے لیے اور دُلدُل کو اپنی سواری کے لیے منتخب فرمایا اور سیرین کو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لیے ہبہ کر دیا۔ ②

خسرو پرویز شاہ فارس کے نام خط آپ ﷺ نے اس کے نام یہ خط لکھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

«مِنْ مُّحَمَّدٍ رَّسُولِ اللّٰهِ إِلٰى كِسْرٰى عَظِيمِ فَارِسَ:

سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَ آمَنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُولِهِ، وَ شَهِدَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ، وَ أَدْعُوكَ بِدِعَايَةِ اللّٰهِ، فَإِنِّي أَنَا رَسُولُ اللّٰهِ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً، لِيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا

① زادالمعاد: 61/3. ڈاکٹر حمید اللہ نے اس خط کا فوٹو شائع کیا ہے۔ صرف ایک حرف اور ایک لفظ کا فرق ہے۔ دیکھیے رسول اکرم (ﷺ) کی سیاسی زندگی، ص: 137,136. ② زادالمعاد: 61/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

وَ يَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِينَ، أَسْلِمْ تَسْلَمْ، فَإِنْ أَبَيْتَ فَعَلَيْكَ إِثْمُ الْمَجُوسِ»

(محمد رسول اللہ کی طرف سے کسریٰ، والیٔ فارس کی جانب)''اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ وہ تنہا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں تمھیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں کیونکہ میں تمام انسانوں کی جانب اس کا فرستادہ ہوں تاکہ جو شخص زندہ ہے اسے انجامِ بد سے ڈرایا جائے اور کافروں پر حق بات ثابت ہو جائے۔ (حجت تمام ہو جائے) پس تم اسلام لاؤ، سالم رہو گے اور اگر اس سے انکار کیا تو تم پر مجوس کا بارِ گناہ ہو گا۔''[1]

یہ خط آپ نے عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے ذریعے سے بھیجا اور انھیں حکم دیا کہ اسے ''والیٔ بحرین'' کے حوالے کر دیں۔ اور سربراہِ بحرین اسے کسریٰ کے حوالے کرے گا۔ جب یہ خط کسریٰ کے سامنے پڑھا گیا تو اس نے اسے چاک کر دیا[2] اور کہا: ''میری رعایا میں سے ایک حقیر غلام اپنا نام مجھ سے پہلے لکھتا ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو فرمایا:

«مَزَّقَ اللّٰهُ مُلْكَهُ» ''اللہ اس کی بادشاہت کو پارہ پارہ کرے۔''

اور پھر وہی ہوا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، چنانچہ اس کے لشکر نے رومیوں سے بدترین شکست کھائی، پھر خسرو کے بیٹے شیرویہ نے اس کے خلاف بغاوت کی اور اسے قتل کر کے بادشاہت پر قبضہ کر لیا، پھر وہاں افتراق وانتشار کا طویل سلسلہ پھیل گیا تاآنکہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اسلامی لشکر نے اس ملک پر قبضہ کر لیا اور یہ بادشاہت ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی۔

[1] زاد المعاد: 688/3 طبع مؤسسة الرسالة. [2] صحيح البخاري، العلم، باب مايذكر في المناولة، حديث: 64.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

قیصر شاہِ روم کے نام خط اس کے نام نبی ﷺ نے یہ خط لکھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

«مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللّٰهِ إِلٰى هِرَقْلَ عَظِيمِ الرُّومِ:

أَمَّا بَعْدُ! فَإِنِّي أَدْعُوكَ بِدِعَايَةِ الْإِسْلَامِ، أَسْلِمْ تَسْلَمْ، يُؤْتِكَ اللّٰهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ، فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الْأَرِيسِيِّينَ» ﴿يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝﴾ (آل عمرٰن 3:64)

(اللہ کے رسول محمد کی جانب سے ہرقل سربراہِ روم کی طرف) ”اس شخص پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرے۔ تم اسلام لاؤ، سلامت رہو گے۔ اسلام لاؤ، اللہ تمھیں دوہرا اجر دے گا اور اگر تم نے روگردانی کی تو تم پر رعایا کا (بھی) گناہ ہوگا۔“

”اور اے اہلِ کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمھارے درمیان برابر ہے (وہ یہ) کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کو نہ پوجیں۔ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں اور اللہ کے سوا ہم ایک دوسرے کو رب نہ بنائیں۔ پس اگر یہ لوگ رخ پھیریں تو کہہ دو کہ تم لوگ گواہ رہو، ہم مسلمان ہیں۔“[1]

آپ نے یہ خط حضرت دِحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا اور انھیں حکم دیا کہ یہ خط ”والیٔ بُصریٰ“ کے حوالے کر دیں اور وہ اسے قیصر کے پاس پہنچائے گا۔ قیصر اس وقت اس بات پر اللہ کا شکر بجا لانے کے لیے حمص سے پیدل چل کر بیت المقدس آیا تھا کہ اللہ نے اسے اہلِ فارس پر فتح ونصرت عطا کی ہے۔ جب یہ خط اسے ملا تو اس نے اپنے ہرکارے دوڑائے کہ عرب کا کوئی ایسا آدمی لائیں جو نبی ﷺ کو پہچانتا ہو۔ انھیں ابو سفیان کی

[1] زاد المعاد: 3/688 طبع مؤسسة الرسالة.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سربراہی میں قریش کا ایک قافلہ مل گیا۔ انھوں نے قافلے کو ہرقل کے پاس حاضر کیا۔ ہرقل نے انھیں اپنے دربار میں بلایا، اس وقت روم کے بڑے بڑے لوگ اس کے گرداگرد موجود تھے۔ اس نے پوچھا کہ نسب کے لحاظ سے کون شخص آپ ﷺ کے زیادہ قریب ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ ابوسفیان، ہرقل نے ابوسفیان کو اپنے قریب کیا اور بقیہ لوگوں کو اس کے پیچھے بٹھایا اور کہا: ''میں اس سے اس شخص (نبی ﷺ) کے بارے میں پوچھوں گا، اگر یہ جھوٹ بولے تو تم اسے جھٹلا دینا۔'' اس پر ابوسفیان کو شرم آئی کہ جھوٹ بولے، اس کے بعد ہرقل اور ابوسفیان میں یہ گفتگو ہوئی۔

ہرقل : ''تم لوگوں میں اس کا نسب کیسا ہے؟''

ابوسفیان : ''وہ اونچے نسب والا ہے۔''

ہرقل : ''کیا یہ بات اس سے پہلے بھی تم میں سے کسی نے کہی تھی؟''

ابوسفیان : ''نہیں۔''

ہرقل : ''کیا اس کے باپ دادا میں سے کوئی بادشاہ گزرا ہے؟''

ابوسفیان : ''نہیں۔''

ہرقل : ''اچھا تو بڑے لوگوں نے اس کی پیروی کی ہے یا کمزوروں نے؟''

ابوسفیان : ''کمزوروں نے۔''

ہرقل : ''یہ لوگ بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں؟''

ابوسفیان : ''بڑھ رہے ہیں۔''

ہرقل : ''کیا اس دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص اس دین سے برگشتہ ہو کر مرتد بھی ہوا ہے؟''

ابوسفیان : ''نہیں۔''

ہرقل : ''جو بات اس نے اب کہی ہے، کیا اس سے پہلے تم نے اسے کبھی جھوٹ کا الزام بھی دیا ہے؟''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ابوسفیان : ”نہیں۔“

ہرقل : ”کیا وہ بدعہدی بھی کرتا ہے؟“

ابوسفیان : ”نہیں۔ اور یہاں ابوسفیان کو ایک مشکوک بات کہنے کا موقع ملا۔ (چنانچہ اس نے مزید کہا) البتہ ہم لوگ اس وقت اس کے ساتھ صلح کی ایک مدت گزار رہے ہیں، معلوم نہیں اس میں وہ کیا کرے گا۔“

ہرقل : ”کیا تم لوگوں نے اس سے جنگ کی ہے؟“

ابوسفیان : ”جی ہاں۔“

ہرقل : ”تو تمھاری اور اس کی جنگ کیسی رہی؟“

ابوسفیان : ”جنگ ہمارے اور اس کے درمیان ڈول ہے۔ وہ ہمیں زک پہنچا لیتا ہے اور ہم بھی اسے زک پہنچا لیتے ہیں۔“

ہرقل : ”وہ تمھیں کن باتوں کا حکم دیتا ہے؟“

ابوسفیان : ”وہ کہتا ہے صرف اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو، تمھارے باپ دادا جو کچھ کہتے تھے اسے چھوڑ دو۔ وہ نماز، سچائی، پرہیزگاری، پاکدامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔“

اس کے بعد ہرقل نے اس گفتگو پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

- تم نے بتایا کہ وہ اونچے نسب والا ہے تو دستور یہی ہے کہ پیغمبر اپنی قوم کے اونچے نسب سے بھیجے جاتے ہیں۔
- اور تم نے بتایا کہ اس سے پہلے تم میں سے کسی نے یہ بات نہیں کہی تو میں کہتا ہوں کہ اگر ایسا ہوتا تو میں کہتا کہ یہ شخص ایک ایسی بات کی نقل کر رہا ہے جو اس سے پہلے کہی جا چکی ہے۔
- اور تم نے بتایا کہ اس کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ نہیں گزرا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے باپ دادا میں اگر کوئی بادشاہ گزرا ہوتا تو یہ شخص اپنے باپ دادا کی بادشاہت طلب کر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

رہا ہے۔

- اور تم نے بتایا کہ جو بات اس نے کہی ہے، اس سے پہلے تم لوگوں نے اس پر کبھی جھوٹ کا الزام نہیں لگایا تو میں نے یہ جان لیا کہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ لوگوں سے تو جھوٹ نہ بولے اور اللہ کے معاملے میں جھوٹ بولے۔
- اور تم نے یہ بھی بتایا کہ کمزور لوگ اس کی پیروی کر رہے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ یہی لوگ پیغمبروں کے پیروکار ہوتے ہیں۔
- اور تم نے بتایا کہ یہ لوگ زیادہ ہو رہے ہیں، ایمان کا معاملہ ایسا ہی ہے، یہاں تک کہ وہ مکمل ہو جائے۔
- اور تم نے بتایا کہ ان میں سے کوئی آدمی مرتد نہیں ہوتا۔ یقیناً حقیقت یہی ہے کہ ایمان کی بشاشت جب دلوں میں گھر کر جاتی ہے تب ایسا ہی ہوتا ہے۔
- اور تم نے بتایا کہ وہ بدعہدی نہیں کرتا۔ یقیناً پیغمبر ایسے ہی ہوتے ہیں کہ وہ بدعہدی نہیں کرتے۔
- اور تم نے بتایا کہ وہ تمھیں صرف اللہ کی عبادت کرنے اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانے کا حکم دیتا ہے۔ بت پرستی سے منع کرتا ہے اور نماز، سچائی، پرہیز گاری اور پاکدامنی کا حکم دیتا ہے غرضیکہ جو کچھ تم نے بتایا ہے اگر وہ برحق ہے تو یہ شخص بہت جلد میرے ان دونوں قدموں کی جگہ کا مالک ہو جائے گا۔ میں جانتا تھا کہ یہ نبی آنے والا ہے لیکن میرا یہ گمان نہ تھا کہ وہ تم میں سے ہوگا۔ اور اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں اس کے پاس پہنچ سکوں گا تو اس سے ملاقات کی زحمت اٹھاتا اور اگر اس کے پاس ہوتا تو اس کے پاؤں دھوتا۔

اس کے بعد ہرقل نے آپ کا خط منگوا کر پڑھا تو آوازیں بلند ہو گئیں اور بہت شور مچا، چنانچہ اس نے ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کو باہر نکلوا دیا۔ باہر آ کر ابوسفیان نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

”ابو کبشہ کے بیٹے کا معاملہ بہت زور پکڑ گیا۔ اس سے تو بنو اصفر (رومیوں) کا بادشاہ ڈرتا ہے۔“

اس کے بعد ابو سفیان کو پختہ یقین ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کا دین غالب آ کر رہے گا، یہاں تک کہ اللہ نے اسے اسلام کی توفیق دی۔

ہرقل نے نامہ بر حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کو مال اور پارچہ جات سے نوازا اور پھر حمص واپس چلا گیا۔ وہاں ایک بڑے ہال میں عظمائے روم کو باریابی بخشی اور ہال کے دروازے بند کر دیے۔

پھر کہا: ”اے جماعتِ روم! کیا تم لوگ فلاح ورشد چاہتے ہو اور یہ چاہتے ہو کہ تمھاری بادشاہت برقرار رہے تو اس نبی کی پیروی کر لو۔“

اس پر وہ لوگ وحشی گدھوں کی طرح بدک کر دروازوں کی طرف بھاگے مگر دروازوں کو بند پایا۔

قیصر نے ان کی یہ نفرت دیکھی تو کہا: ”انھیں میرے پاس پلٹا لاؤ۔“

پھر ان سے کہا: ”میں نے جو بات کہی تھی، اس سے تمھارے دین میں تمھاری پختگی آزما رہا تھا، جسے میں نے آزما لیا۔“ اس پر ان عظماء نے اسے سجدہ کیا اور اس سے خوش ہو گئے۔[1]

اس تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ قیصر نے نبی ﷺ کو اور آپ کی نبوت کی سچائی کو پوری طرح جان اور پہچان لیا تھا لیکن بادشاہت کی محبت غالب آ گئی اور وہ اسلام نہ لایا، چنانچہ اپنا گناہ بھی اٹھایا اور اپنی رعایا کا بارِ گناہ بھی۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے نامۂ مبارک میں تحریر فرمایا تھا۔

ادھر دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ مدینہ واپس آتے ہوئے ”حسمی“ سے گزرے تو بنو جذام کے

[1] صحيح البخاري، بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي، حديث:7، و صحيح مسلم، الجهاد، باب كتب النبي إلى هرقل ملك الشام، حديث: 1773.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

لوگوں نے ان پر ڈاکہ ڈال کر سب کچھ لوٹ لیا اور ان کے پاس کچھ بھی نہ چھوڑا، چنانچہ انھوں نے مدینہ پہنچ کر نبی ﷺ کو اس کی خبر دی۔ آپ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں پانچ سو سوار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا دستہ روانہ کیا۔ انھوں نے شبخون مار کر لوگوں کو قتل کیا اور غنیمت میں ایک ہزار اونٹ اور پانچ سو بکریاں حاصل کیں اور ایک سو عورتوں اور بچوں کو قید کیا۔

اس واقعے پر قبیلہ جذام کے ایک سردار حضرت زید بن رفاعہ جذامی رضی اللہ عنہ جھٹ پٹ مدینہ آئے۔ وہ اور ان کی قوم کے کچھ لوگ مسلمان ہو چکے تھے اور جب حضرت دحیہ پر ڈاکہ پڑا تھا تو انھوں نے دحیہ کی مدد بھی کی تھی، لہٰذا نبی ﷺ نے غنیمت اور قیدی انھیں واپس کر دیے۔[1]

حارث بن ابوشمر غسانی کے نام خط یہ قیصر کی طرف سے دِمَشق کا امیر تھا۔ اس کے نام نبی ﷺ نے جو خط لکھا وہ یہ تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

«مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُولِ اللّٰهِ إِلَى الْحَارِثِ بْنِ أَبِي شِمْرٍ:

سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى، وَ آمَنَ بِاللّٰهِ وَ صَدَّقَ وَ إِنِّي أَدْعُوكَ إِلٰى أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، يَبْقٰى لَكَ مُلْكُكَ»

(محمد رسول اللہ کی طرف سے حارث بن ابوشمر کی جانب

''اس پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے اور اللہ پر ایمان لائے اور تصدیق کرے۔ میں تجھے دعوت دیتا ہوں کہ ''اللہ وحدہ لاشریک'' پر ایمان لا! تیرے لیے تیرا ملک باقی رہے گا۔''[2]

یہ خط آپ نے شجاع بن وہب اسدی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا۔ یہ اسدِ خزیمہ کی طرف منسوب

① زادالمعاد: 122/2. ② زاد المعاد: 697/3. طبع مؤسسه الرسالة.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہیں۔ حارث نے یہ خط پڑھا تو اسے پھینک دیا اور کہا:

”کون ہے جو مجھ سے میرا ملک چھینے گا!“

پھر مسلمانوں سے جنگ کی تیاری کرنے لگا اور حضرت ابنِ وہب سے کہا: ”جو کچھ دیکھ رہے ہو اپنے صاحب کو اس کی خبر کر دینا۔“

اور قیصر سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ کی اجازت چاہی مگر قیصر نے اس کو اس عزم سے باز رکھا۔ اس کے بعد اس نے شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کو کپڑے اور مال سے نوازا اور اچھائی کے ساتھ واپس کیا۔[1]

ہوذہ بن علی، صاحب یمامہ کے نام خط نبی ﷺ نے اس کی طرف یہ خط لکھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

«مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللّٰهِ إِلٰى هَوْذَةَ بْنِ عَلِيٍّ:

سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى، وَاعْلَمْ أَنَّ دِينِي سَيَظْهَرُ إِلٰى مُنْتَهَى الْخُفِّ وَالْحَافِرِ، فَأَسْلِمْ تَسْلَمْ وَ أَجْعَلُ لَكَ مَا تَحْتَ يَدَيْكَ»

(محمد رسول اللہ کی طرف سے ہوذہ بن علی کی جانب)

”اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے۔ تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ میرا دین اونٹوں اور گھوڑوں کی رسائی کی آخری حد تک غالب آ کر رہے گا، لہٰذا اسلام لاؤ، سالم رہو گے اور تمھارے ماتحت جو کچھ ہے اسے تمھارے لیے برقرار رکھوں گا۔“[2]

یہ خط آپ نے سلیط بن عمرو عامری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا۔ ہوذہ نے ان کی عزت کی، انھیں انعام سے نوازا، ہجر کے کپڑے دیے اور جواب میں لکھا:

”آپ جس چیز کی دعوت دیتے ہیں اس کی بہتری اور عمدگی کا کیا پوچھنا اور میں اپنی قوم کا شاعر اور خطیب ہوں اور عرب پر میری ہیبت بیٹھی ہوئی ہے، اس لیے کچھ کارپردازی

[1] زادالمعاد: 63/3، و تاریخ الخضري: 146/1. [2] زاد المعاد: 696/3 طبع مؤسسة الرسالة.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

میرے ذمے کر دیں۔ میں آپ کی پیروی کروں گا۔''

یہ خط رسول اللہ ﷺ کو ملا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَوْ سَأَلَنِي قِطْعَةً مِّنَ الْأَرْضِ مَا فَعَلْتُ، بَادَ وَ بَادَ مَا فِي يَدَيْهِ»

''اگر وہ مجھ سے زمین کا ایک ٹکڑا بھی مانگے گا تو اسے نہ دوں گا۔ وہ خود بھی تباہ ہوگا اور جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے وہ بھی تباہ ہوگا۔''

جب رسول اللہ ﷺ فتح مکہ سے واپس تشریف لائے تو اس کا انتقال ہو چکا تھا۔[1]

مُنذِر بن ساویٰ حاکم بحرین کے نام خط اس خط میں آپ ﷺ نے منذر کو اسلام کی دعوت دی اور مکتوب علاء بن الحَضرَمی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا۔ منذر مسلمان ہو گیا۔ کچھ اہلِ بحرین بھی مسلمان ہو گئے۔ جبکہ کچھ دوسرے اپنے دین یہودیت اور مجوسیت پر برقرار رہے۔ منذر نے رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر لکھی اور اس کے بارے میں سوال کیا۔ آپ ﷺ نے اسے لکھا:

«مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُولِ اللّٰهِ إِلَى الْمُنْذِرِ بْنِ سَاوٰى سَلَامٌ عَلَيْكَ: فَاتْرُكْ لِلْمُسْلِمِينَ، مَا أَسْلَمُوا عَلَيْهِ، وَ عَفَوْتُ عَنْ أَهْلِ الذُّنُوبِ، فَاقْبَلْ مِنْهُمْ، وَ إِنَّكَ مَهْمَا تَصْلُحُ فَلَنْ نَعْزِلَكَ عَنْ عَمَلِكَ، وَ مَنْ أَقَامَ عَلٰى يَهُودِيَّةٍ أَوْ مَجُوسِيَّةٍ فَعَلَيْهِ الْجِزْيَةُ»

''مسلمان جس حال پر ایمان لائے ہیں، انھیں اسی حال پر چھوڑ دو اور یہود اور مجوس سے جزیہ لو اور تم جب تک درست راہ پر رہو گے، ہم تمھیں تمھارے عہدے سے معزول نہ کریں گے۔''[2]

شاہان عمان جیفر اور اس کے بھائی کے نام خط ان کے نام نبی ﷺ کا خط یہ تھا:

① زادالمعاد: 63/3. ② زادالمعاد: 62,61/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

«مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُولِ اللّٰهِ إِلٰى جَيْفَرٍ وَ عَبْدِ ابْنَيِ الْجُلَنْدٰى، سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى:

أَمَّا بَعْدُ: فَإِنِّي أَدْعُوكُمَا بِدِعَايَةِ الْإِسْلَامِ، أَسْلِمَا تَسْلَمَا، فَإِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً، لِأُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّ يَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِينَ، فَإِنَّكُمَا إِنْ أَقْرَرْتُمَا بِالْإِسْلَامِ وَلَّيْتُكُمَا وَ إِنْ أَبَيْتُمَا أَنْ تُقِرَّا بِالْإِسْلَامِ فَإِنَّ مُلْكَكُمَا زَائِلٌ عَنْكُمَا، وَ خَيْلِي تَحُلُّ بِسَاحَتِكُمَا، وَ تَظْهَرُ نُبُوَّتِي عَلٰى مُلْكِكُمَا»

(محمد رسول اللہ کی جانب سے جلنڈی کے دونوں صاجزادوں جیفر اور عبد کے نام)''اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے، اما بعد! میں تم دونوں کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں، اسلام لاؤ، سالم رہو گے کیونکہ میں تمام انسانوں کی جانب اللہ کا رسول ہوں تاکہ جو زندہ ہے اسے انجام کے خطرے سے آگاہ کردوں اور کافروں پر سچی بات واضح ہو جائے۔ اگر تم دونوں اسلام کا اقرار کرلو گے تو تم دونوں ہی کو والی اور حاکم بناؤں گا اور اگر تم دونوں نے اسلام کا اقرار کرنے سے گریز کیا تو تمھاری بادشاہت ختم ہو جائے گی۔ تمھاری زمین پر گھوڑوں کی یلغار ہو گی اور تمھاری بادشاہت پر میری نبوت غالب آجائے گی۔''[1]

یہ خط آپ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا۔ آپ جب عمان تشریف لے گئے تو عبد بن جلنڈی سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ عبد نے پوچھا ''تم کس کی دعوت دیتے ہو؟''

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ہم اللہ کی طرف بلاتے ہیں، جو تنہا ہے جس کا کوئی شریک

[1] زاد المعاد: 3/92. طبع مؤسسة الرسالة.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نہیں اور ہم کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ جس کی پوجا کی جاتی ہے اسے چھوڑ دو اور یہ گواہی دو کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔"

پھر قدرے گفتگو کے بعد عبد نے پوچھا "آپ ﷺ کس بات کا حکم دیتے ہیں؟

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: "آپ ﷺ اللہ کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں اور نافرمانی سے روکتے ہیں۔ نیکی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں، ظلم وزیادتی، زنا کاری وشراب نوشی اور پتھر، بت اور صلیب کی عبادت سے منع کرتے ہیں۔"

عبد نے کہا: "یہ کتنی اچھی بات ہے جس کی طرف وہ بلاتے ہیں، اگر میرا بھائی بھی اس بات پر میری پیروی کرتا تو ہم لوگ سوار ہو کر چل پڑتے یہاں تک کہ محمد ﷺ پر ایمان لاتے اور ان کی تصدیق کرتے لیکن میرا بھائی اپنی بادشاہت کا اس سے کہیں زیادہ حریص ہے کہ اسے چھوڑ کر کسی کا تابع فرمان بن جائے۔"

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: "اگر تمھارا بھائی اسلام قبول کر لے تو رسول اللہ ﷺ اس کی قوم پر اس کی بادشاہت برقرار رکھیں گے، البتہ ان کے مالداروں سے صدقہ لے کر فقیروں میں بانٹیں گے۔"

عبد نے کہا: "یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔" پھر پوچھا کہ "صدقہ کیا ہے؟"

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے تفصیل بتائی، جب مویشیوں کا ذکر کیا تو اس نے کہا: "میں نہیں سمجھتا کہ میری قوم اس کو مان لے گی۔"

پھر عبد نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو اپنے بھائی جیفر کے پاس پہنچایا، حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے اس کو خط دیا۔ اس نے خط پڑھا، پھر اپنے بھائی کے حوالے کر دیا اور عمرو سے پوچھا کہ "قریش نے کیا کیا؟"

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ "وہ مسلمان ہو گئے ہیں"

اور یہ بھی کہا: "اگر وہ اسلام لائے تو سالم رہے گا ورنہ شہسوار اس کو روندیں گے اور اس کی ہریالی کا صفایا کر دیں گے۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جیفر نے کل تک کے لیے اپنا معاملہ مؤخر کر دیا۔ کل ہوئی تو قوت وطاقت کا مظاہرہ کیا لیکن پھر اپنے بھائی سے تنہائی میں مشورہ کیا اور اس کے دوسرے دن دونوں بھائی مسلمان ہو گئے اور حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو صدقہ وصول کرنے کے لیے آزاد چھوڑ دیا اور جس کسی نے ان کی مخالفت کی وہ اس کے خلاف مددگار ثابت ہوئے۔[1]

عبد اور جیفر کے پاس یہ خط فتح مکہ کے بعد بھیجا گیا۔ جبکہ بقیہ خطوط، حدیبیہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی کے بعد بھیجے گئے تھے۔

امیرِ بُصریٰ کے نام خط اس خط میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ''امیرِ بصریٰ'' کو اسلام کی دعوت دی اور یہ مکتوب حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں بھیجا۔ حضرت حارث جنوبی اردن میں علاقہ بلقاء کے ایک مقام مُوتہ پہنچے تو شرحبیل بن عمرو غسانی نے ان پر حملہ کیا اور ان کی گردن ماردی۔

قاصدوں کے سلسلے میں یہ سب سے سخت ظالمانہ قدم تھا۔ ان کے سوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قاصد قتل نہیں کیا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سخت غم وغصے کا اظہار فرمایا اور یہی غزوۂ موتہ کا سبب بنا۔

غزوۂ غابہ یا غزوۂ ذی قَرَد (محرم 7 ہجری)

حدیبیہ کی صلح میں یہ بات طے ہوئی تھی کہ دس سال جنگ بند رہے گی۔ اس کی بدولت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جزیرۃ العرب میں اپنے سب سے بڑے دشمن قریش سے مطمئن ہو کر مکروغا، غداری وبدعہدی اور گروہوں کو بھڑکانے کے لحاظ سے سب سے گندے دشمن یہود سے حساب چکانے کے لیے فارغ ہو چکے تھے۔ یہود، خیبر اور اس کے شمال میں آباد تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف نکلنے کی تیاری فرما رہے تھے کہ ایک حادثہ پیش آ گیا، جسے ''غزوۂ غابہ'' کہتے ہیں۔

[1] زادالمعاد: 63,62/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے اونٹ ''احد'' کے اطراف میں غابہ کے اندر چرنے کے لیے بھیج رکھے تھے۔ ساتھ میں آپ ﷺ کا غلام رَباح، اونٹوں کا چرواہا اور سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت سلمہ کے ساتھ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا گھوڑا بھی تھا۔ اچانک عبدالرحمان بن عیینہ فزاری نے اونٹوں پر چھاپہ مارا اور چرواہے کو قتل کر کے سارے اونٹ ہانک لے گیا۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنا گھوڑا رباح کو دیا کہ وہ جلدی سے مدینہ جا کر حادثے کی اطلاع دیں اور خود ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر مدینے کی طرف چہرہ کیا اور تین بار نہایت بلند آواز سے پکارا: «یَاصَبَاحَاہ» ''ہائے صبح کا حملہ!''

پھر حملہ آوروں کے پیچھے چل نکلے۔ وہ تیر برسا رہے تھے اور یہ رجز پڑھ رہے تھے:

خُذْهَا، أَنَا ابْنُ الْأَكْوَعِ

وَالْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضَّعِ

''یہ لے! میں اکوع کا بیٹا ہوں اور آج کا دن کمینے کی ہلاکت کا دن ہے۔''

غرض وہ مسلسل تیر برساتے اور زخمی کرتے رہے۔ جب دشمن کا کوئی سوار پلٹ کر آتا تو وہ کسی درخت کی اوٹ میں بیٹھ جاتے اور تیر مارتے، پھر دشمن پہاڑ کے ایک تنگ راستے میں داخل ہوئے تو یہ پہاڑ کے اوپر چڑھ گئے اور اس پر پتھر لڑھکانے لگے۔ یوں اس کا پیچھا کیے رکھا، یہاں تک کہ اس نے سارے اونٹ چھوڑ دیے لیکن حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے پھر بھی اس کا پیچھا کیے رکھا اور اس کو تیر مارتے رہے، یہاں تک کہ بوجھ کم کرنے کے لیے اس نے تیس چادریں اور تیس نیزے پھینک دیے۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ ان پر (بطور نشان) تھوڑے پتھر ڈالتے گئے تاکہ انھیں پہچان لیا جائے۔

پھر وہ لوگ گھاٹی کے ایک تنگ موڑ پر بیٹھ گئے۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بھی ایک چوٹی پر جا بیٹھے یہ دیکھ کر ان کے چار آدمی چڑھ کر حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کی طرف آئے۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''تم جانتے ہو میں کون ہوں۔ میں سلمہ بن اَکْوَع ہوں۔ تم میں سے جس کسی کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

دوڑاؤں گا، بے دھڑک پالوں گا اور جو کوئی مجھے دوڑائے گا، ہرگز نہ پا سکے گا۔“

یہ سن کر وہ سب واپس چلے گئے۔

کچھ دیر بعد حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سواروں کو دیکھا کہ وہ درختوں کے درمیان سے چلے آرہے تھے۔ آگے اخرم تھے، پھر ابوقتادہ، پھر مقداد رضی اللہ عنہم حضرت اخرم اور عبدالرحمٰن میں ٹکر ہوئی، اخرم نے عبدالرحمٰن کے گھوڑے کو زخمی کیا لیکن عبدالرحمٰن نے انھیں نیزہ مار کر قتل کر دیا اور ان کے گھوڑے پر پلٹ آیا مگر اتنے میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ عبد الرحمٰن کے سر پر جا پہنچے اور اسے نیزہ مار کر قتل کر دیا۔ دشمن کے باقی آدمی بھاگ کھڑے ہوئے اور انھیں ان سواروں نے جا کھدیڑا۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ پیدل دوڑ رہے تھے۔ سورج ڈوبنے سے کچھ پہلے دشمن ایک گھاٹی میں پہنچا، جس میں ”ذی قرد“ نام کا ایک چشمہ تھا۔ دشمن پیاسا تھا اور پانی پینا چاہتا تھا لیکن حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے تیر مار کر اسے پرے رکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شہسوار صحابہ دن ڈوبنے کے بعد حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ انھوں نے کہا: ”یارسول اللہ! یہ سب پیاسے تھے، اگر آپ مجھے سو آدمی دے دیں تو میں ان کے جانوروں سمیت ان کی گردنیں پکڑ لاؤں۔“ آپ نے فرمایا:

«يَا ابْنَ الْأَكْوَعِ! مَلَكْتَ فَأَسْجِحْ»

”اکوع کے صاحبزادے! تم قابو پا گئے۔ اب نرمی برتو۔“

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنَّهُمْ لَيُقْرَوْنَ الْآنَ فِي بَنِي غَطَفَانَ»

”اس وقت بنوغطفان میں ان کی مہمان نوازی کی جا رہی ہے۔“

اس غزوے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کو پیدل اور سوار دونوں کے حصے دیے اور ”عضباء“ اونٹنی پر انھیں اپنے پیچھے بٹھایا اور فرمایا:

«كَانَ خَيْرَ فُرْسَانِنَا الْيَوْمَ أَبُو قَتَادَةَ، وَ خَيْرَ رَجَّالَتِنَا سَلَمَةُ»

”آج ہمارے بہترین سوار ابوقتادہ اور بہترین پیادہ سلمہ ہیں۔“

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

یہ غزوہ آپ ﷺ کی خیبر روانگی سے صرف تین روز پہلے پیش آیا۔ اس غزوے کے دوران میں آپ نے مدینے کا انتظام حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو سونپا اور پرچم حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو دیا۔[1]

غزوۂ خیبر (محرم 7 ہجری)

محرم 7 ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے خیبر کا قصد فرمایا۔ اس موقع پر ان لوگوں نے بھی اجازت چاہی، جو حدیبیہ میں پیچھے رہ گئے تھے۔ آپ ﷺ نے اعلان فرمایا:

''میرے ساتھ وہی آدمی روانہ ہو، جسے جہاد کی خواہش ہے۔ رہا مالِ غنیمت تو اس میں سے کچھ نہ ملے گا۔''

نتیجہ یہ ہوا کہ بیعت رضوان والے چودہ سو افراد کے سوا کوئی نہ نکلا۔

آپ ﷺ نے مدینے کا انتظام سباع بن عرفطہ غفاری رضی اللہ عنہ کو سونپا،[2] پھر خیبر جانے والے معروف کاروانی راستے پر چل پڑے۔ تقریباً آدھا راستہ طے کر لینے کے بعد آپ نے ایک دوسرا راستہ منتخب فرمایا، جو ملک شام کی جانب سے خیبر پہنچتا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ اس طرح یہودیوں کے ملک شام بھاگنے کا راستہ بند کر دیں۔

آپ نے آخری رات خیبر کے قریب گزاری مگر یہود بے خبر رہے، پھر صبح فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھی اور سوار ہو کر خیبر کی آبادی کا رخ کیا۔ ادھر یہود بے خبری میں اپنے پھاوڑے اور ٹوکریاں وغیرہ لے کر اپنی زمینوں میں نکلے تو اچانک لشکر دیکھ کر چیختے ہوئے بھاگے کہ ''واللہ! محمد ﷺ لشکر سمیت آ گئے ہیں۔'' نبی ﷺ نے فرمایا:

«اَللّٰهُ أَكْبَرُ، خَرِبَتْ خَيْبَرُ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ

① صحيح البخاري، الجهاد، باب من رأى العدو فنادى بأعلى صوته، حديث:3041، وصحيح مسلم، الجهاد، باب غزوة ذي قرد وغيرها، حديث:1807,1806، و زادالمعاد: 2/120.

② زادالمعاد:2/133، و فتح الباري:7/465.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

الْمُنْذَرِينَ»

''اللہ اکبر! خیبر تباہ ہوا۔ جب ہم کسی قوم کے میدان میں اتر پڑتے ہیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بری ہو جاتی ہے۔''[1]

خیبر مدینے سے 171 کلومیٹر شمال میں ہے۔ اس وقت اس کی آبادی تین حصوں میں بٹی ہوئی تھی: ایک نطاۃ دوسرے کتیبہ، تیسرے شق۔

''نطاۃ'' میں تین قلعے تھے: حصن ناعم، حصن صعب بن معاذ، حصن زبیر۔

''شق'' میں دو قلعے تھے۔ حصن ابی، حصن نزار۔

اور ''کتیبہ'' میں تین قلعے تھے۔ حصن قموص، حصن وطیح، حصن سلالم۔

ان کے علاوہ خیبر میں مزید قلعے اور گڑھیاں بھی تھیں مگر وہ چھوٹی تھیں اور قوت و حفاظت میں ان قلعوں کے ہم پلہ نہ تھیں۔

نطاۃ کی فتح رسول اللہ ﷺ نے ''نطاۃ'' کے قلعوں کے مشرق میں تیروں کی پہنچ سے دور پڑاؤ ڈالا اور ''حصن ناعم'' کے محاصرے سے جنگ کا آغاز کیا۔ یہ بہت محفوظ، بلند اور مشکل چڑھائی والا قلعہ تھا اور یہود کی پہلی دفاعی لائن کی حیثیت رکھتا تھا۔ اسی میں ان کا شہ زور بہادر مرحب بھی تھا، جو ہزار مرد کے برابر مانا جاتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ چند روز فریقین میں تیراندازی ہوئی، پھر رسول اللہ ﷺ نے فتح کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا:

«لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَ يُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ»

''کل میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا، جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور جس سے اللہ اور اس کے رسول محبت کرتے ہیں۔''

یہ سن کر انصار ومہاجرین سب نے اسی آرزو کے ساتھ رات گزاری کہ جھنڈا اسے دیا جائے، صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: «أَيْنَ عَلِيٌّ؟» ''علی کہاں ہیں؟''

[1] صحيح البخاري، الصلاة، باب ما يذكر في الفخذ، حديث: 371 و4197، 4198.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

صحابہ نے کہا: ”ان کی آنکھ دکھ رہی ہے۔“

آپ ﷺ نے انھیں بلا بھیجا اور وہ لائے گئے۔ آپ نے ان کی آنکھوں میں لعابِ دہن لگایا اور دعا فرمائی، وہ اس طرح شفایاب ہوگئے، گویا انھیں کوئی تکلیف تھی ہی نہیں، پھر انھیں جھنڈا دیا اور فرمایا: «اُدْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ قَبْلَ أَنْ تُقَاتِلَهُمْ»

”جنگ سے پہلے انھیں اسلام کی دعوت دو۔“[1]

ادھر یہود نے اپنی عورتیں اور بچے ”شق“ کے قلعے میں منتقل کر دیے تھے اور اسی صبح طے کیا کہ کھلے میدان میں جنگ کریں گے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچے تو انھیں جنگ کے لیے بالکل تیار پایا۔ آپ نے انھیں اسلام کی دعوت دی۔ انھوں نے صاف انکار کر دیا اور مرحب نے اپنی تلوار لے کر ناز و تکبر سے اٹھلاتے ہوئے دعوتِ مبارزت دی، وہ کہتا تھا:

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ أَنِّي مَرْحَبُ
شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبُ
إِذَا الْحُرُوبُ أَقْبَلَتْ تَلَهَّبُ

”خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں، ہتھیار پوش، بہادر اور تجربہ کار، جب جنگ و پیکار شعلہ زن ہو۔“

اس کے مقابل حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے، وہ کہہ رہے تھے:

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ أَنِّي عَامِرُ
شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُغَامِرُ

”خیبر جانتا ہے کہ میں عامر ہوں، ہتھیار پوش، شہ زور اور جنگ جُو۔“

پھر دونوں نے ایک دوسرے پر وار کیا۔ مرحب کی تلوار حضرت عامر کی ڈھال میں پھنس

[1] صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة خيبر، حديث: 4210.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

گئی اور حضرت عامر نے چاہا کہ اپنی تلوار سے یہودی کی پنڈلی کاٹ دیں مگر ان کی تلوار چھوٹی تھی۔ اس کی پنڈلی تک پہنچنے کے بجائے پلٹ کر حضرت عامر کے گھٹنے میں آ لگی اور بعد میں وہ اسی چوٹ سے انتقال کر گئے۔ نبی ﷺ نے ان کے متعلق فرمایا:

«إِنَّ لَهُ لَأَجْرَيْنِ، إِنَّهُ لَجَاهِدٌ مُجَاهِدٌ قَلَّ عَرَبِيٌّ مَشٰى بِهَا مِثْلَهُ»

''ان کے لیے دوگنا اجر ہے، وہ بڑے جانباز مجاہد تھے، کم ہی ان جیسا کوئی عرب رُوئے زمین پر چلا ہوگا۔''

اب مرحب کے مدِّ مقابل حضرت علی رضی اللہ عنہ نکلے، وہ یہ رَجز کہہ رہے تھے:

أَنَا الَّذِي سَمَّتْنِي أُمِّي حَيْدَرَهْ

كَلَيْثِ غَابَاتٍ كَرِيهِ الْمَنْظَرَهْ

أُوفِيهِمْ بِالصَّاعِ كَيْلَ السَّنْدَرَهْ

''میں وہ شخص ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا ہے۔ جنگل کے شیر کی طرح خوفناک۔ میں انھیں صاع کے بدلے نیزے کی ناپ پوری کروں گا۔''

اس کے بعد مرحب کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔[1] پھر مرحب کے بھائی یاسر نے نکل کر دعوتِ مبارزت دی۔ اس کے مقابل زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے اور اسے اس کے بھائی کے پاس پہنچا دیا۔[2] اس کے بعد گھمسان کا رن پڑا اور کئی یہودی مارے گئے جس سے ان کے حوصلے ٹوٹ گئے اور وہ اپنے مورچے چھوڑ کر بھاگ نکلے، مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا اور قلعہ میں داخل ہو گئے۔ یہود نے بھاگ کر اس سے متصل ''حِصْن الصَّعْب'' میں مورچہ بندی کی۔ مسلمانوں کو ''حِصنِ ناعم'' میں بہت سا غلہ، کھجور اور ہتھیار ہاتھ آئے۔

اس کے بعد مسلمانوں نے حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت ''حصن صعب'' کا

① صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة خيبر، حديث: 4196، وصحيح مسلم، الجهاد، باب غزوة ذي قرد وغيرها، حديث: 1807، باب غزوة خيبر: 122/2. ② سیرت ابن ہشام: 332/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ تین دن جاری رہا۔ تیسرے روز رسول اللہ ﷺ نے فتح وغنیمت کی دعا کی، پھر مسلمانوں کو حملے کی دعوت دی۔ مسلمانوں نے شدت سے حملہ کیا۔ جنگ و مبارزت پیش آئی اور گھمسان کا رن پڑا جو یہود کی شکست پر ختم ہوا اور مسلمانوں نے سورج ڈوبنے سے پہلے قلعہ فتح کر لیا۔ یہاں غنیمت میں بہت سا غلہ ہاتھ آیا۔ اس قلعے میں سب سے زیادہ خوراک اور چربی تھی اور یہ مسلمانوں کے لیے سب سے زیادہ کار آمد قلعہ تھا۔ مسلمان اس سے پہلے سخت بھوک کا شکار تھے، چنانچہ بہت سے لوگوں نے گدھے ذبح کر دیے لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان کا گوشت کھانے سے منع کر دیا، چنانچہ آپ ﷺ کے حکم سے ہانڈیاں، جو آگ پر چڑھی تھیں اور جن میں یہ گوشت پک رہا تھا، الٹ دی گئیں۔[1]

یہود نے یہاں سے بھاگ کر قلعۃ الزبیر میں پناہ لی اور وہاں قلعہ بند ہو گئے۔ یہ ''نطاۃ'' کا تیسرا اور آخری قلعہ تھا۔ مسلمانوں نے آگے بڑھ کر اس کا بھی محاصرہ کر لیا۔ چوتھے دن ایک یہودی نے آ کر پانی کی بعض نالیوں کی نشاندہی کر دی، جس سے یہود پانی لیا کرتے تھے، چنانچہ مسلمانوں نے یہ نالیاں کاٹ دیں۔ اس پر یہود نے باہر نکل کر سخت لڑائی کی۔ لیکن شکست کھا کر ''شق'' کی جانب پسپا ہو گئے۔ اور ''حصن ابی'' میں قلعہ بندی اختیار کر لی۔

شق کی فتح مسلمانوں نے پیچھا کر کے وہاں بھی ان کا محاصرہ کر لیا، چنانچہ وہ نہایت سخت لڑائی کے لیے تیار ہو کر نکلے۔ ان کے ایک بہادر نے نکل کر دعوتِ مبارزت دی اور مارا گیا، پھر دوسرا نکلا اور وہ بھی مارا گیا۔ اسے حضرت ابو دجانہ سماک بن خرشہ انصاری رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور اسے قتل کرتے ہی وہ تیزی سے قلعے میں گھسے اور ان کے ساتھ ہی مسلمان بھی گھس گئے۔ کچھ دیر قلعے کے اندر لڑائی ہوئی، پھر یہود نے راہِ فرار اختیار کی اور اس علاقے کے دوسرے اور آخری قلعے ''حصن نزار'' میں قلعہ بند ہو گئے۔ مسلمانوں کو ''حصن ابی'' میں بہت سا سامان، بھیڑ بکریاں اور غلہ ہاتھ آیا۔

[1] صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة خيبر، حديث:4220.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اس کے بعد مسلمانوں نے آگے بڑھ کر ''حِصنِ نزار'' کا محاصرہ کر لیا۔ مگر یہ پہاڑ کی چوٹی پر تھا۔ جہاں پہنچنے کی کوئی سبیل نہ تھی اور یہاں یہود نے اپنی حفاظت کا بڑا سخت انتظام کیا تھا۔ انھیں یقین تھا کہ اس میں مسلمان داخل نہیں ہو سکتے، اس لیے اس میں عورتوں اور بچوں سمیت قیام کیا۔ تیر اور پتھر برسا برسا کر سخت ترین جوابی کاروائی کی۔ جواب میں مسلمانوں نے منجنیق نصب کیا جس سے ان کے دلوں پر رعب چھا گیا اور وہ کوئی قابل ذکر سختی جھیلے بغیر ''کتیبہ'' کے علاقے کی طرف بھاگ نکلے، مسلمانوں نے اس قلعے میں تانبے اور مٹی کے برتن پائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اِغْسِلُوهَا وَاطْبَخُوا فِيهَا» ''انھیں دھولو اور ان میں پکاؤ۔''

کتیبہ کی فتح اس کے بعد مسلمان ''قلعۂ قموص'' کی طرف بڑھے۔ یہ کتیبہ کا پہلا قلعہ تھا۔ چودہ دن یا بیس دن تک اس کا محاصرہ جاری رکھا۔ اس کے بعد کہا جاتا ہے کہ یہود نے پناہ طلب کر لی [1] اور کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں نے بزورِ طاقت قلعہ فتح کیا۔ اور یہود باقی دو قلعے ''وطیح'' اور ''سلالم'' کی طرف بھاگ گئے [2] لیکن جب مسلمانوں نے ان کے محاصرے کے لیے پیش قدمی کی تو یہود نے اس شرط پر امان طلب کر لی کہ وہ عورتوں اور بچوں سمیت خیبر کی سرزمین سے جلا وطن ہو جائیں گے۔ آپ ﷺ نے یہ شرط منظور فرمائی اور یہ بھی اجازت دے دی کہ سونے، چاندی، گھوڑے اور ہتھیار کے علاوہ وہ اپنی سواریوں پر جو کچھ اور جتنا کچھ لاد سکتے ہیں، لے جائیں [3] اور اگر کچھ چھپایا تو ذمہ ختم سمجھا جائے گا۔ اس کے بعد انھوں نے دونوں یا تینوں قلعے مسلمانوں کے حوالے کر دیے۔ مسلمانوں کو ایک سو زرہیں، چار سو تلواریں، ایک ہزار نیزے اور پانچ سو عربی کمانیں ہاتھ آئیں۔ تورات کے کچھ صحیفے بھی ملے لیکن یہ مانگنے والوں کو واپس دے دیے گئے۔

کِنانہ بن ابوالحقیق اور اس کے بھائی نے بدعہدی کی اور بہت سا سونا چاندی اور

[1] یہ واقدی کا قول ہے۔ [2] یہ ابنِ اسحاق کا قول ہے۔ [3] سنن أبي داود، الخراج، باب ما جاء في حكم أرض خيبر، حديث:3006.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جواہرات چھپا دیے، لہٰذا ان سے ذمہ ختم ہو گیا اور بدعہدی کی سزا میں ان دونوں کو قتل کر دیا گیا۔ حُیَیّ بن اخطب کی صاحبزادی حضرت صفیہ کنانہ کے نکاح میں تھیں۔ انھیں قیدیوں میں شامل کر لیا گیا۔ ①

فریقین کے مقتولین اس غزوے میں کل 93 یہودی مارے گئے اور مسلمان شہدا کی تعداد 15 یا 16 یا 18 تھی۔

مہاجرینِ حبشہ، ابوہریرہ اور ابان بن سعید رضی اللہ عنہم کی آمد: حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ جو نجاشی کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط لے کر گئے تھے، جب وہ مہاجرینِ حبشہ کو ساتھ لے کر واپس ہوئے تو ان میں سے ایک جماعت نے خیبر کا رخ کیا، جس میں جعفر بن ابوطالب اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو خیبر فتح ہو چکا تھا اور ابھی مالِ غنیمت تقسیم نہیں ہوا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو بوسہ دیا اور فرمایا:

«وَاللّٰهِ! مَا أَدْرِي بِأَيِّهِمَا أَفْرَحُ؟ بِفَتْحِ خَيْبَرَ أَمْ بِقُدُومِ جَعْفَرٍ؟»

"واللہ! میں نہیں جانتا کہ مجھے کس بات کی زیادہ خوشی ہے۔ خیبر کی فتح کی یا جعفر کی آمد کی؟" ②

اور جب مالِ خیبر تقسیم فرمایا تو انھیں بھی مالِ غنیمت سے حصہ دیا۔ ③ باقی مہاجرین، حبشہ سے بچوں اور عورتوں سمیت سیدھے مدینہ تشریف لے آئے تھے۔ ④

فتح خیبر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی حاضر ہوئے۔ وہ آپ کے خیبر روانہ ہونے کے بعد مدینہ آ کر مسلمان ہوئے تھے، پھر اجازت لے کر خیبر روانہ ہو گئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بھی خیبر کی غنیمت میں سے حصہ دیا۔

① سیرت ابن هشام: 2/337,336,331 – زادالمعاد: 2/136. ② المستدرك للحاكم: 3/211، و دلائل النبوة للبيهقي: 4/246، و زادالمعاد: 2/139. ③ صحيح البخاري، فرض الخمس، باب ومن الدليل على أن الخمس لنوائب المسلمين، حديث: 3136. ④ محاضرات خضری: 1/28.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

فتح خیبر کے بعد آپ ﷺ کی خدمت میں حضرت اَبان بن سعید رضی اللہ عنہ بھی حاضر ہوئے۔ وہ ایک ''سریہ'' لے کر نجد تشریف لے گئے تھے اور اپنی مہم پوری کر کے خیبر آ گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے مال غنیمت میں ان کا اور ان کے ساتھیوں کا حصہ نہ رکھا۔ [1]

خیبر کی تقسیم جب یہود نے امان حاصل کر لی تو جلا وطنی سے پہلے ایک نئی تجویز پیش کی۔ انھوں نے کہا:

''اے محمد ﷺ! ہمیں اسی سرزمین میں رہنے دیں۔ ہم اس کی دیکھ بھال کریں گے کیونکہ ہمیں آپ لوگوں سے زیادہ اس کی معلومات ہیں اور پھل اور غلے کی جو پیداوار ہوگی اس کا آدھا آپ ہمیں دے دیا کریں گے۔''

آپ ﷺ نے اس شرط پر اسے منظور کر لیا کہ آپ جب چاہیں گے، انھیں خیبر سے جلا وطن کر دیں گے، چنانچہ اس شرط پر وہ مقیم رہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ...... جب انھوں نے شر اور خباثت کی راہ اختیار کر لی تھی...... انھیں جلا وطن کر دیا گیا۔ [2]

پھر رسول اللہ ﷺ نے خیبر کو چھتیس حصوں میں تقسیم کیا۔ ہر حصہ ایک سو حصوں کا مجموعہ تھا۔ اس میں سے نصف، یعنی اٹھارہ حصے مسلمانوں کی اجتماعی ضروریات وحوادث کے لیے الگ کر لیے اور باقی نصف، یعنی اٹھارہ حصے اس طرح غازیوں میں تقسیم کیے کہ پیادہ کو ایک حصہ اور گھڑ سوار کو تین حصے دیے۔ ایک حصہ اس کا اپنا اور دو حصے اس کے گھوڑے کے۔ اس غزوے میں دو سو شہسوار تھے، ان کے چھ حصے ہوئے اور بارہ سو پیدل تھے۔ ان کے بارہ حصے ہوئے۔ [3]

خیبر کھجور اور غلوں سے بھرا پڑا تھا، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو ہم نے کہا: ''اب ہمیں پیٹ بھر کر کھجور ملے گی'' [4] اور خیبر سے مدینہ واپس آ کر مہاجرین

[1] صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة خيبر، حديث 4238. [2] صحيح البخاري، الحرث والمزارعة، باب إذا قال رب الأرض: أقرك ما أقرك الله، حديث: 2338. [3] زادالمعاد: 138,137/2. [4] صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة خيبر، حديث: 4242.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نے انصار کو کھجوروں کے وہ درخت واپس کر دیے، جو انصار نے بطور امداد انھیں دے رکھے تھے۔“[1]

زہریلی بکری جب حالات پُر سکون ہوئے اور خوف جاتا رہا تو یہود اپنی خباثت پر پلٹ آئے اور انھوں نے نبی ﷺ کے قتل کی سازش کی، چنانچہ اپنے اکابر میں سے ایک شخص سلام بن مشکم کی بیوی کے ذریعے سے رسول اللہ ﷺ کو ایک زہر آلود بکری ہدیہ کی۔ اسے معلوم تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو بازو پسند ہے، لہٰذا اس نے بازو میں زیادہ زہر ڈالا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس بکری کا ایک لقمہ لے کر چبایا، پھر اسے تھوک دیا اور فرمایا:

«إِنَّهَا شَاةٌ مَّسْمُومَةٌ» ”یہ زہر آلود بکری ہے۔“

پھر آپ ﷺ نے اس عورت اور یہود سے دریافت کیا تو انھوں نے اپنے جرم کا اقرار کیا اور کہا: ”ہم نے سوچا کہ اگر یہ بادشاہ ہے تو ہم اس سے راحت پا جائیں گے اور اگر نبی ہے تو اسے زہر نقصان نہ پہنچا سکے گا۔“

اس پر آپ ﷺ نے یہود اور اس عورت کو معاف کر دیا لیکن بعد میں بشر بن براء بن معرور رضی اللہ عنہ اسی زہر کی وجہ سے انتقال کر گئے تو آپ ﷺ نے عورت کو قصاص میں قتل کرا دیا۔[2]

اہلِ فدک کی سپردگی فدک، خیبر کے مشرق میں دو دن کے فاصلے پر ایک بستی تھی۔ جو آج کل ”حائل“ کے علاقے میں ”حائط“ کے نام سے معروف ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خیبر پہنچ کر محیصہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ”یہودِ فدک“ کے پاس بھیجا کہ انھیں اسلام کی دعوت دیں مگر انھوں نے تاخیر کی لیکن جب خیبر کی فتح کا حال سنا تو ان پر رعب طاری ہو گیا اور انھوں نے پیغام دیا کہ ان کے ساتھ بھی اہل خیبر جیسا معاملہ کیا جائے۔ نبی ﷺ نے اسے منظور فرما لیا،

[1] صحيح البخاري، الهبة، باب فضل المنيحة، حديث:2630، وسیرت ابن ہشام:338,337/2، وزادالمعاد: 140,139/2. [2] صحيح البخاري، كتاب الجزية والموادعة، باب إذا غدر المشركون ......، حديث:3169.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

چنانچہ فدک کی زمین صرف نبی ﷺ کے لیے مخصوص تھی۔ اس میں سے آپ اپنے اوپر خرچ فرماتے تھے۔ بنو ہاشم کے بچوں کی عیالداری کرتے تھے اور ان میں سے غیر شادی شدہ ضرورت مندوں کی شادی فرماتے تھے۔[1]

وادی القُرٰی رسول اللہ ﷺ خیبر کے بعد "وادی القُرٰی" تشریف لے گئے اور وہاں کے باشندوں کو جو یہودی تھے، اسلام کی دعوت دی مگر انھوں نے نہ اسلام قبول کیا، نہ آپ کے تابع فرمان ہوئے بلکہ جنگ کے لیے نکل آئے۔ ان کا ایک آدمی میدان میں آیا، اسے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا، پھر دوسرا آیا، اسے بھی انھوں نے قتل کیا، پھر تیسرا آیا، اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ اس طرح ان کے گیارہ آدمی قتل ہوئے۔ جب بھی کوئی مارا جاتا تو آپ ﷺ باقی یہود کو اسلام کی دعوت دیتے اور جب بھی کوئی نماز پڑھتے تو اُنھیں اسلام کی دعوت دیتے۔ غرض اسی طرح شام ہو گئی۔ دوسرے دن صبح آپ پھر تشریف لے گئے لیکن سورج ابھی نیزہ برابر بھی بلند نہ ہوا تھا کہ یہود شکست کھا گئے اور مسلمانوں نے بہت سا مالِ غنیمت حاصل کیا، پھر یہود نے گزارش کی کہ ان کے ساتھ بھی اہل خیبر جیسا معاملہ کیا جائے۔ آپ ﷺ نے منظور فرما لیا۔ اور ان کے لیے یہ بات تحریر فرما دی۔[2]

اہل تیماء کی مصالحت "تیماء" کے یہود کو خیبر، فدک اور وادی القُرٰی کی خبریں موصول ہوئیں تو انھوں نے جزیے کی ادائی پر مصالحت کر لی اور اپنے علاقے میں امن کے ساتھ برقرار رہے۔[3]

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے شادی حضرت صفیہ بنت حُیَی بن اخطب کو جب قیدیوں میں شامل کیا گیا تو انھیں رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ نے لے لیا لیکن صحابہ نے آ کر رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ وہ صرف آپ ﷺ کے شایان شان ہیں۔ وہ قریظہ اور نضیر کی سردار ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں بلا کر ان پر اسلام پیش کیا،

[1] سیرت ابن ہشام: 2/337-353. [2] زادالمعاد: 2/147,146، و طبقات ابن سعد: 1/279.
[3] زادالمعاد: 2/147.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

انھوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اس پر آپ نے انھیں آزاد کر کے ان سے شادی کر لی اور ان کی آزادی ہی کو مہر قرار دیا اور انھیں بعض عورتوں کے حوالے کر دیا۔

جب خیبر اور وادی القرٰی فتح ہو گئے، فدک اور تیماء کے باشندوں نے اطاعت قبول کر لی اور آپ ﷺ نے مدینہ واپسی کی راہ لی تو ''وادیٔ صہباء'' میں پہنچ کر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حلال ہو گئیں، چنانچہ انھیں آپ کے پاس رخصت کر دیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے دولہا کی حیثیت سے ان کے ہمراہ صبح کی اور کھجور، پنیر اور گھی پر مشتمل ولیمہ کھلایا اور تین روز شب ہائے عروسی کے طور پر ان کے ساتھ قیام فرمایا، پھر روانہ ہو گئے۔ [1] اور صفر 7 ہجری کے آخر یا ربیع الاول 7 ہجری کے اوائل میں مدینہ تشریف لائے۔

غزوۂ ذات الرّقاع (جمادی الاولٰی 7 ہجری)

خیبر سے مدینہ آ کر رسول اللہ ﷺ مطمئن ہو چکے تو سنا کہ بنو انمار، ثعلبہ اور مُحارب کے بدو اکٹھے ہو رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے مدینے کا انتظام حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو سونپا اور سات سو صحابہ کی معیت میں مدینے سے دو دن کے فاصلے پر واقع مقام ''نخل'' کا رخ کیا۔ وہاں بنو غطفان کی ایک جمعیت سے آمنا سامنا ہوا، دونوں فریق ایک دوسرے کے قریب آئے اور بعض نے بعض کو خوف زدہ کیا لیکن جنگ نہیں ہوئی۔ نماز کی اقامت کہی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے صلاۃِ خوف پڑھائی [2] یعنی ایک گروہ کو دو رکعت نماز پڑھائی، پھر وہ لوگ پیچھے چلے گئے تو دوسرے گروہ کو دو رکعت نماز پڑھائی، اس طرح آپ ﷺ کی چار رکعت نماز ہوئی اور لشکر کی دو دو رکعت۔ یہی صلاۃِ خوف ہے اور اس کی اور بھی صورتیں ہیں جو احادیث میں مروی ہیں۔ [3]

[1] صحيح البخاري، الصلاة، ما يذكر في الفخذ، حديث:371. [2] صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة ذات الرقاع، حديث:4125. [3] صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة ذات الرقاع، حديث:4131 و4127 و4129 و4131 و4133، و صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة الخوف، حديث:740.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

پھر اللہ نے دشمن کے دل میں رعب ڈال دیا۔ اس کی جمعیت پراگندہ ہو گئی۔ اور رسول اللہ ﷺ مدینہ واپس آ گئے۔

اس غزوے کا نام اس لیے ''ذات الرقاع'' پڑ گیا کہ مسلمانوں کے قدم پیدل چلنے کی وجہ سے زخمی ہو گئے تھے اور انھوں نے ان پر چیتھڑے لپیٹ لیے تھے۔[1] چیتھڑوں کو عربی میں ''رِقاع'' کہتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ اس کی زمین اور پہاڑ مختلف رنگ کے تھے، گویا وہ ''رقاع'' یعنی پیوند تھے۔ کہا جاتا ہے کہ غزوے کی جگہ کا نام ہی یہی ہے۔

تمھیں مجھ سے کون بچائے گا؟ اس غزوے میں سب سے دلچسپ بات یہ پیش آئی کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے ایک سایہ دار درخت کے نیچے پڑاؤ ڈالا اور اس پر اپنی تلوار لٹکا کر سو گئے۔ بقیہ لوگ مختلف درختوں کے نیچے جا کر سو گئے۔ ایک مشرک نے آ کر رسول اللہ ﷺ کی تلوار سونت لی۔ آپ بے خبر سو رہے تھے مگر اتنے میں آپ جاگ گئے تو مشرک کو شمشیر بدست پایا۔

اس نے کہا: ''تم مجھ سے ڈرتے ہو؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: «لَا» ''نہیں''

اس نے کہا: ''تو تم کو مجھ سے کون بچائے گا؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: «اَللّٰہُ!»

''یہ سن کر تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ وہ تلوار رسول اللہ ﷺ نے اٹھالی اور فرمایا:

«مَنْ یَمْنَعُكَ مِنِّي؟» ''اب تم کو مجھ سے کون بچائے گا؟''

اس نے کہا: ''آپ اچھے پکڑنے والے ہیں'' (یعنی احسان کیجیے)

آپ ﷺ نے اُسے اسلام کی دعوت دی۔ وہ مسلمان تو نہ ہوا لیکن یہ عہد کیا کہ وہ آپ سے لڑائی کرے گا، نہ لڑنے والوں کے ساتھ ہوگا۔ آپ نے اس کی راہ چھوڑ دی۔ اس نے

[1] صحیح البخاري، المغازي، باب غزوة ذات الرقاع، حدیث: 4128، و صحیح مسلم، الجهاد، باب غزوة ذات الرقاع، حدیث: 1816.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اپنی قوم میں واپس جا کر کہا: ”میں سب سے اچھے انسان سے ملاقات کر کے تمھارے پاس آیا ہوں۔“[1]

عام اہلِ مغازی کہتے ہیں کہ یہ غزوہ 4 ہجری میں پیش آیا،[2] مگر صحیح یہ ہے کہ یہ 7 ہجری میں غزوۂ خیبر کے بعد پیش آیا کیونکہ ابوہریرہ اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما اس غزوے میں موجود تھے اور یہ دونوں نبی ﷺ کے پاس غزوۂ خیبر کے بعد آئے تھے۔

اس غزوے سے پہلے اور اس کے بعد راستوں کے امن، دہشت گردوں کی سرکوبی اور (تخریبی) مجمعوں کو منتشر کرنے کے لیے متعدد ”سرایا“ روانہ کیے گئے۔ لیکن طوالت سے بچنے کے لیے ان کا ذکر موقوف کیا جاتا ہے۔

عمرۂ قضا (ذی قعدہ 7 ہجری)

ذی قعدہ 7 ہجری میں رسول اللہ ﷺ وہ عمرہ ادا کرنے روانہ ہوئے، جس پر حدیبیہ کی صلح میں اتفاق ہوا تھا، چنانچہ مدینے کا انتظام حضرت ابورہم غفاری رضی اللہ عنہ کو سونپا، قربانی کے ساٹھ اونٹ ساتھ لیے اور ان پر ناجیہ بن جندب اسلمی رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ ایک سو گھوڑے بھی ہمراہ تھے جن کی نگرانی پر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔

پھر ذوالحلیفہ پہنچ کر احرام باندھا اور لبیک کہا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی آپ کے ساتھ لبیک کہا، پھر اپنا سفر جاری رکھا۔ جب ”وادیٔ یاجج“ پہنچے تو سارے ہتھیار رکھ دیے اور ان کی حفاظت کے لیے حضرت اوس بن خولی انصاری رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں دو سو آدمی وہیں چھوڑ دیے۔ صرف سوار کا ہتھیار، یعنی میان میں رکھی ہوئی تلواریں[3] لے کر ”کداء“ کے راستے سے جو ”حجون“ پر نکلتا ہے، مکے میں داخل ہوئے۔[4] اس وقت آپ ﷺ اپنی اونٹنی قصواء پر

[1] صحيح البخاري، الجهاد، باب من علق سيفه بالشجر في السفر عند القائلة، حديث:2910.
[2] سيرت ابن هشام: 2/203-209، وزادالمعاد: 2/110-112، وفتح الباري: 7/417-428.
[3] فتح الباري: 7/500، وزادالمعاد: 2/151. [4] صحيح البخاري، الحج، باب من أين يدخل ◄◄

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سوار تھے اور صحابۂ کرام تلواریں حمائل کیے آپ کو گھیرے میں لیے ہوئے تھے۔ آپ بھی لبیک پکار رہے تھے اور وہ بھی لبیک پکار رہے تھے، اس طرح آپ ﷺ مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ چھڑی سے حجرِ اسود کو چھوا، پھر سواری ہی پر طواف کیا۔[1] مسلمانوں نے بھی طواف کیا۔ وہ قوت وجوانمردی کی شان کے مطابق داہنے کندھے کھولے خانہ کعبہ کے گرد دوڑ رہے تھے اور عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے آگے آگے تلوار حمائل کیے ہوئے یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

خَلُّوا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيلِهِ
خَلُّوا، فَكُلُّ الْخَيْرِ فِي رَسُولِهِ
اَلْيَوْمَ نَضْرِبُكُمْ عَلَى تَأْوِيلِهِ
كَمَا ضَرَبْنَاكُمْ عَلَى تَنْزِيلِهِ
ضَرْبًا يُزِيلُ الْهَامَ عَنْ مَقِيلِهِ
وَيُذْهِلُ الْخَلِيلَ عَنْ خَلِيلِهِ

”کفار کے پوتو! ان کا راستہ چھوڑ دو۔ راستہ چھوڑ دو کہ ساری بھلائی اللہ کے پیغمبر ہی میں ہے۔ آج ہم اس کی تاویل پر تمھیں ماریں گے، جیسے اس کی تنزیل پر تمھیں مار چکے ہیں اور مار بھی ایسی ماریں گے کہ کھوپڑی اپنی جگہ سے چھٹک جائے گی اور دوست کو دوست سے بے خبر کر دے گی۔“[2]

مشرکین کعبہ کے شمال میں ”قُعَيْقِعَان“ پہاڑ پر بیٹھے تھے۔ انھوں نے آپس میں باتیں کرتے ہوئے کہا:

”تمھارے پاس ایک ایسی جماعت آرہی ہے، جسے یثرب کے بخار نے توڑ ڈالا ہے۔“

[1] صحيح البخاري، الحج، باب من يدخل الكعبة، حديث: 1600. مكة، حديث: 1575.
[2] جامع الترمذي، أبواب الاستيذان، باب إنشاد الشعر، حديث: 2847.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

لیکن جب مسلمانوں کو دیکھا کہ دوڑ رہے ہیں تو کہنے لگے کہ یہ تو طاقتور لوگوں سے بھی زیادہ تگڑے ہیں۔ درحقیقت رسول اللہ ﷺ نے انھیں حکم دیا تھا کہ پہلے تین چکروں میں دوڑ لگائیں تاکہ مشرکین کو اپنی قوت دکھلائیں، البتہ رکنِ یمانی اور حجرِ اسود کے درمیان نہ دوڑیں، کیونکہ یہ حصہ جنوب میں تھا جسے مشرکین دیکھ نہیں رہے تھے۔[1]

طواف سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے صفا مروہ کی ''سعی'' کی اور ان کے سات پھیرے لگا کر[2] مروہ کے پاس قربانی کے جانور ذبح کیے اور وہیں اپنا سر منڈوایا۔ مسلمانوں نے بھی یہی کیا۔ اس کے بعد کچھ لوگوں کو ''یاجج'' بھیج دیا کہ وہ ہتھیاروں کی حفاظت کریں اور جو لوگ حفاظت پر مامور تھے وہ آکر اپنا عمرہ ادا کرلیں۔

مکے میں آپ ﷺ نے تین روز قیام فرمایا اور اس دوران میں حضرت میمونہ بنت الحارث ہلالیہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔[3] وہ سید الشہداء حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی بیوی اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں۔ انھیں شادی کا پیغام ملا تو انھوں نے اپنا معاملہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو سونپ دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے ان کی شادی کرا دی۔ اس وقت نبی ﷺ ''حلال'' تھے کیونکہ مکہ میں داخل ہو کر سب سے پہلے آپ ﷺ نے عمرہ کیا، پھر ''حلال'' ہوئے تو حلال ہی باقی رہے۔

چوتھے دن صبح رسول اللہ ﷺ نے مکہ چھوڑ کر مدینے کی راہ لی۔[4] مکے سے نو میل دور مقام ''سَرِف'' پہنچے تو پڑاؤ ڈال کر قیام فرمایا اور وہیں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی عمل میں آئی اور وہ آپ کی خدمت میں آگئیں، پھر اللہ نے آپ کے خواب کی جو تصدیق فرمائی تھی اور اپنے گھر کے طواف کا جو شرف بخشا تھا، اس پر خوش خوش مدینہ واپس تشریف لائے۔[5]

اللہ کی تقدیر کا یہ پہلو بھی عجیب ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی وفات بھی مقام ''سرف'' ہی

① صحيح البخاري، الحج، باب كيف كان بدء الرمل، حديث: 1602. ② صحيح البخاري، المغازي، باب عمرة القضاء، حديث: 4257. ③ صحيح البخاري، جزاء الصيد، باب تزويج المحرم، حديث: 1837. ④ صحيح البخاري، المغازي، باب عمرة القضاء، حديث: 4251. ⑤ زاد المعاد: 252,251/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

میں ہوئی اور وہیں انھیں سپرد خاک کیا گیا۔[1]

عمرۂ قضا سے واپس آ کر رسول اللہ ﷺ نے مختلف جہات میں چند ''سرایا'' روانہ فرمائے، ان میں سے سب سے زیادہ اہمیت سریۂ مُوتہ کو حاصل ہے، پھر سریۂ ذات السلاسل کو۔

معرکۂ مُوتہ (جمادی الاولیٰ 8 ہجری)

امرا اور بادشاہوں کو رسول اللہ ﷺ نے جو خطوط لکھے تھے، ان کے ذکر میں یہ بات گزر چکی ہے کہ شرحبیل بن عمرو غسانی نے حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کو، جو رسول اللہ ﷺ کا خط لے کر امیر بصریٰ کے پاس گئے تھے، قتل کر دیا تھا۔ یہ حرکت اعلانِ جنگ کے مترادف تھی، اس لیے جب رسول اللہ ﷺ کو اس واقعے کی اطلاع ہوئی تو آپ پر یہ بات سخت گراں گزری، چنانچہ آپ ﷺ نے تین ہزار افراد[2] کا ایک لشکر تیار کر کے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اس کا سپہ سالار مقرر کیا اور فرمایا:

«إِنْ قُتِلَ زَيْدٌ فَجَعْفَرٌ، وَّ إِنْ قُتِلَ جَعْفَرٌ فَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ»

''اگر زید قتل کر دیے جائیں تو جعفر اور جعفر قتل کر دیے جائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں گے۔''[3]

اس لشکر کے لیے آپ ﷺ نے سفید پرچم باندھا اور اسے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا اور وصیت فرمائی کہ جہاں حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ قتل کیے گئے تھے، وہاں پہنچ کر اس مقام کے باشندوں کو اسلام کی دعوت دیں اور اگر وہ انکار کریں تو لڑائی کریں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

«اُغْزُوا بِاسْمِ اللّٰهِ، فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، قَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ، لَا تَغْدِرُوا، وَلَا تَغُلُّوا، وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيدًا، وَّلَا امْرَأَةً، وَّلَا شَيْخًا فَانِيًا، وَلَا مُنْعَزِلًا

[1] صحيح البخاري، النكاح، باب كثرة النساء، حديث: 5067. [2] زادالمعاد: 155/2، وفتح الباري: 511/7. [3] صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة موتة، حديث:4261.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بِصَوْمَعَةٍ، وَلَا تَقْطَعُوا نَخْلًا، وَلَا شَجَرَةً، وَلَا تَهْدِمُوا بِنَاءً»

''اللہ کے نام سے، اللہ کی راہ میں، اللہ کے ساتھ کفر کرنے والوں سے غزوہ کرو اور دیکھو! بدعہدی نہ کرنا، خیانت نہ کرنا، کسی بچے، عورت اور قریب المرگ بڈھے کو اور گرجے میں رہنے والے تارک الدنیا کو قتل نہ کرنا، کھجور اور کوئی درخت نہ کاٹنا اور نہ کسی عمارت کو منہدم کرنا۔''[1]

آپ ''ثنیۃ الوداع'' تک لشکر کے ساتھ تشریف لے گئے، پھر اسے الوداع کہا۔[2] اس لشکر نے جنوبی اُرْدُن پہنچ کر معان کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ وہاں اسے معلوم ہوا کہ ہرقل ایک لاکھ کا لشکر لے کر ''مآب'' میں خیمہ زن ہے اور اس کے ساتھ مزید ایک لاکھ نصرانی عرب بھی شامل ہو گئے ہیں۔ اس اطلاع پر مسلمانوں نے دو رات مشورہ کیا کہ آیا رسول اللہ ﷺ کو لکھ کر آپ سے کمک طلب کریں یا جنگ میں کود پڑیں۔ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر انھیں گرما دیا کہ ''اب آپ لوگ جس بات سے کترا رہے ہیں، یعنی شہادت، یہ وہی چیز ہے، جس کی طلب میں ہم نکلے ہیں۔'' انھوں نے کہا:

''ہم تعداد اور قوت وکثرت کے بل پر نہیں لڑتے بلکہ ہماری لڑائی اس دین کے بل بوتے پر ہے جس سے اللہ نے ہمیں نوازا ہے۔ ہمارے سامنے دو خوبیاں ہیں، غلبہ یا شہادت۔''

لوگوں نے کہا: ''واللہ! ابنِ رواحہ سچ کہتے ہیں۔''

چنانچہ اُنھوں نے آگے بڑھ کر ''مُوتہ'' میں پڑاؤ ڈال دیا، پھر وہیں لشکر کو ترتیب دیا اور لڑائی کے لیے تیار ہو گئے۔[3]

[1] مختصر السيرة، ص: 327، واقعے کی تعیین کے بغیر یہ حدیث: صحيح مسلم، الجهاد، باب تأمير الإمام الأمراء على......، حديث: 1731، و سنن أبي داود، الجهاد، باب في دعاء المشركين، حديث:2614,2631، و جامع الترمذي، الديات، باب ما جاء في النهي عن المثلة، حديث: 1408، و حديث: 1617، و سنن ابن ماجه، الجهاد، باب وصية الإمام، حديث:2858، وغیرہ میں بھی مختلف الفاظ سے مروی ہے۔ [2] زادالمعاد: 156/2. [3] سیرت ابن ہشام: 374,373/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اب کیا تھا، ایک خوفناک اور سنگین معرکہ شروع ہو گیا، جو تاریخِ انسانی کا عجیب ترین معرکہ تھا۔ تین ہزار جانباز، دو لاکھ کے لشکرِ جرار کا مقابلہ کر رہے تھے اور دو بدو ڈٹے ہوئے تھے۔ ہتھیاروں سے لیس یہ بھاری بھرکم لشکر دن بھر حملے کرتا اور اپنے بہت سے بہادر گنوا بیٹھتا تھا لیکن اس مختصر سی نفری کو پسپا کرنے میں کامیاب نہیں ہوتا تھا۔

مسلمانوں کا ''علَم'' پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے لیا، پھر وہ لڑتے رہے، یہاں تک کہ دشمن کے نیزوں میں گھِ گئے اور خلعتِ شہادت سے مشرف ہو کر زمین پر آ رہے۔ ان کے بعد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے ''علَم'' سنبھالا اور خوب ڈٹ کر جنگ کی۔ جب لڑائی کی شدت شباب کو پہنچی تو اپنے سرخ و سیاہ گھوڑے کی پشت سے کود پڑے، کوچیں کاٹ دیں اور وار پر وار کیے، یہاں تک کہ ان کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ انھوں نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا اور بلند رکھا، یہاں تک کہ ان کا بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا گیا، پھر دونوں باقی ماندہ بازوؤں کی مدد سے جھنڈا آغوش میں لے لیا اور وہ فضا میں لہراتا رہا، یہاں تک کہ وہ نیزوں اور تیر کے نوے سے زیادہ زخم کھا کر خلعتِ شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ یہ سارے زخم ان کے جسم کے اگلے حصے میں آئے تھے۔[1] ان کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی باری تھی۔ انھوں نے جھنڈا لیا، آگے بڑھے، پھر اپنے مُعَمَّہ نامی گھوڑے سے اتر کر لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

ان کی شہادت پر جھنڈا حضرت ثابت بن ارقم رضی اللہ عنہ نے تھام لیا تاکہ گرنے نہ پائے اور مسلمانوں سے کہا: ''کہ آپ لوگ کسی آدمی پر اتفاق کر لیں۔''

لوگوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر اتفاق کر لیا اور اس طرح ''جھنڈا'' اللہ کی تلواروں میں سے ایک ''تلوار'' کی طرف منتقل ہو گیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اتنی پُر زور اور بے نظیر جنگ کی کہ ان کے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹ گئیں، ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو مدینے میں اسی دن تینوں سپہ سالاروں کی شہادت کی خبر دی اور بتلایا کہ اب کمان خالد

[1] صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة موتة من أرض الشام، حديث: 4245,4244، وسیرت ابن هشام: 20/4، و زادالمعاد: 569/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آ گئی ہے اور انھیں اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار قرار دیا۔ ①

دن ختم ہوا تو دونوں فریق اپنے اپنے کیمپوں میں واپس چلے گئے۔ صبح ہوئی تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے لشکر کی ترتیب بدل دی، پیچھے کو آگے اور آگے کو پیچھے، دائیں کو بائیں اور بائیں کو دائیں کر دیا۔ دشمن سمجھا مسلمانوں کے پاس کمک آ گئی ہے، اس پر رعب چھا گیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ہلکی سی جھڑپ کے بعد لشکر کو پیچھے ہٹانا شروع کیا لیکن دشمن کو آگے بڑھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اسے خطرہ تھا کہ یہ کوئی چال نہ ہو۔ اس طرح مسلمان ''مُوتہ'' کی طرف سمٹ آئے اور سات دن تک دشمن سے جھڑپ کرتے رہے، پھر دونوں فریق رک گئے اور لڑائی ختم ہو گئی کیونکہ رومیوں نے سمجھا کہ مسلسل کمک پہنچ رہی ہے اور وہ چال چل کر رومیوں کو صحرا میں گھسیٹ لے جانا چاہتے ہیں، جہاں سے بچ نکلنا آسان نہیں۔ اس طرح اس جنگ میں مسلمانوں کا پلڑا بھاری رہا۔ ②

اس غزوے میں بارہ مسلمان شہید ہوئے۔ دشمن خاصی تعداد میں مارے گئے مگر ان کی تعداد معلوم نہ ہو سکی۔

سریہ ''ذات السلاسل'' (جمادی الآخرۃ سنہ 8 ہجری) معرکہ ''موتہ'' میں شامی عربوں کا جو موقف تھا اس کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسے حکیمانہ اقدام کی ضرورت محسوس کی جو انھیں رومیوں کی مدد سے باز رکھ سکے، چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو تین سو صحابہ اور تیس گھوڑوں کے ساتھ روانہ کیا۔ چونکہ حضرت عمرو کی دادی، ان کے قبائل میں سے ایک قبیلہ بَلِی سے تعلق رکھتی تھیں، اس لیے مقصود یہ تھا کہ ان کی تالیفِ قلب کی جائے لیکن اگر وہ انکار کریں تو روم کی تائید میں کھڑے ہونے پر انھیں سبق سکھایا جائے۔ حضرت عمرو قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ انھوں نے بڑی فوج فراہم کر رکھی ہے، چنانچہ حضرت عمرو نے رسول اللہ ﷺ سے کمک طلب کی۔ آپ ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ

① صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة موته من أرض الشام، حديث:4262. ② فتح الباري: 514,513/7، وزادالمعاد: 156/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کی قیادت میں دو سو سر برآوردہ مہاجرین وانصار کی کمک بھیجی لیکن امیرِ عام اور نماز کے امام حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ کمک آجانے کے بعد انھوں نے قُضاعہ کے علاقوں کو دور تک روندا۔ ایک لشکر سے سامنا ہوا لیکن جب مسلمانوں نے حملہ کیا تو وہ ادھر ادھر بھاگ کر بکھر گیا۔

سلاسل، وادی القُریٰ سے آگے ایک خطۂ زمین اور ایک چشمے کا نام ہے۔ اسی کی طرف یہ ''سریّہ'' منسوب ہے کیونکہ مسلمانوں نے یہیں پڑاؤ ڈالا تھا۔ یہ ''سریّہ'' جمادی الآخرہ سنہ 8 ہجری میں، یعنی غزوۂ موتہ کے ایک مہینے بعد بھیجا گیا۔[1]

غزوۂ فتح مکہ (رمضان 8 ہجری)

رمضان 8 ہجری میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو مکہ مکرمہ کی فتح کا شرف بخشا۔ یہ سب سے عظیم فتح تھی، جس سے اللہ نے اپنے دین اور رسول اللہ ﷺ کو عزت بخشی، اپنے گھر اور اپنے شہر کو غلط ہاتھوں سے آزاد کیا۔ اس فتح پر آسمان والوں نے خوشی منائی اور کفار، اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوئے۔

اس کا سبب یہ ہوا کہ بنوبکر، حدیبیہ کے معاہدے میں قریش کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔ ان کی بنوخزاعہ کے ساتھ دورِ جاہلیت سے خونریزی اور کشاکش چلی آ رہی تھی جس کی آگ اسلام کی آمد آمد کے سبب وقتی طور پر بجھ گئی تھی۔ جب حدیبیہ کی صلح ہو چکی تو بنوبکر نے اسے غنیمت جانا اور موقع پا کر شعبان 8 ہجری میں رات کے وقت بنوخزاعہ پر چھاپہ مارا۔ اس وقت بنوخزاعہ ''وتیر'' نامی ایک چشمے پر تھے۔ بنوبکر نے ان کے بیس سے زیادہ آدمی قتل کیے اور انھیں مکے تک دھکیل لائے بلکہ مکے کے اندر بھی ان سے لڑائی کی۔ قریش نے بھی پس پردہ ہتھیاروں اور جنگجوؤں سے ان کی مدد کی۔

بنوخزاعہ چونکہ صلحِ حدیبیہ میں مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو گئے تھے اور ان کے متعدد

[1] سیرت ابن ہشام: 2/623-626، وزادالمعاد: 2/157.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

افراد مسلمان بھی ہو چکے تھے، اس لیے انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو اس واقعے کی اطلاع دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: «وَاللّٰهِ لَأَمْنَعَنَّكُمْ مِمَّا أَمْنَعُ نَفْسِي مِنْهُ»

''واللہ! میں جس چیز سے اپنی حفاظت کرتا ہوں، اس سے تمھاری بھی ضرور حفاظت کروں گا۔''

ادھر قریش نے اپنی غلط کاری محسوس کی اور اس کے نتائج سے خوفزدہ ہوئے، اس لیے جھٹ ابوسفیان کو مدینے بھیجا کہ وہ عہد کو پختہ کرے اور مدت اور بڑھا دے۔ ابوسفیان مدینے پہنچا تو اپنی صاحبزادی ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے گھر آیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کے بستر پر بیٹھنا چاہا تو انھوں نے بستر لپیٹ دیا۔

ابوسفیان نے کہا: ''بیٹی! کیا تم نے اس بستر کو میرے لائق نہیں سمجھا یا مجھے اس بستر کے قابل نہیں گردانا؟''

انھوں نے کہا: ''یہ رسول اللہ ﷺ کا بستر ہے اور آپ ناپاک مشرک ہیں۔''

ابوسفیان نے کہا: ''واللہ! میرے بعد تمھیں شر پہنچ گیا ہے۔''

پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے گفتگو کی۔ آپ نے کوئی جواب نہ دیا، پھر وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے بات کریں۔ انھوں نے کہا: ''میں نہیں کر سکتا۔'' اس کے بعد وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ انھوں نے سختی سے انکار کیا۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ انھوں نے معذرت کی اور مشورہ دیا کہ وہ خود لوگوں کے درمیان امان کا اعلان کرے اور واپس چلا جائے۔ اس نے ایسا ہی کیا۔

ادھر رسول اللہ ﷺ نے غزوے کی تیاری شروع کر دی۔ صحابہ کو بھی اس کا حکم دیا اور مدینے کے گردو پیش جو ''اَعراب'' تھے انھیں بھی تیاری کے لیے کہا لیکن خبر چھپائے رکھی اور دعا فرمائی:

«اَللّٰهُمَّ خُذِ الْعُيُونَ وَالْأَخْبَارَ عَنْ قُرَيْشٍ، حَتّٰى نَبْغَتَهَا فِي بِلَادِهَا»

''اے اللہ! جاسوسوں اور خبروں کو قریش تک پہنچنے سے روک لے تاکہ ہم ان کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

علاقے میں اچانک ان کے سروں پر پہنچ جائیں۔“

مزید رازداری کے لیے آپ نے اوائلِ رمضان میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو مدینے سے 36 میل دور ”بطن اِضَم“ کی طرف روانہ فرمایا تاکہ سمجھنے والا یہ سمجھے کہ آپ اسی علاقے کا رخ کریں گے۔ ①

ادھر حضرت حاطب بن ابوبلتعہ رضی اللہ عنہ نے قریش کو ایک رقعہ لکھ کر یہ اطلاع بھیجی کہ رسول اللہ ﷺ حملہ کرنے والے ہیں۔ انھوں نے یہ رقعہ ایک عورت کو دیا اور اسے قریش تک پہنچانے کا معاوضہ دیا۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس آسمان سے خبر آ گئی اور آپ نے حضرت علی، حضرت مقداد، حضرت زبیر اور حضرت ابومرثد غنوی رضی اللہ عنہم کو یہ کہہ کر بھیجا کہ ”روضۂ خاخ“ جاؤ، وہاں ایک ہودج نشین عورت ہوگی، جس کے پاس ایک رقعہ ہوگا، وہ اس سے لے لینا۔ انھوں نے جا کر رقعہ طلب کیا۔

عورت نے کہا: ”میرے پاس کوئی رقعہ نہیں۔“

ان لوگوں نے کہا: ”یا تو رقعہ نکالو، ورنہ ہم تمھیں ننگا کر دیں گے۔“

اس پر اس نے اپنے جوڑے سے رقعہ نکالا۔ یہ لوگ اسے لے کر نبی ﷺ کے پاس آئے۔

آپ نے دریافت فرمایا: ”حاطب یہ کیا ہے؟“

حاطب نے معذرت کی کہ مکہ میں میرے اہل وعیال اور بال بچے ہیں اور قریش میں میری کوئی قرابت داری نہیں کہ اس کی وجہ سے وہ میرے بال بچوں کی حفاظت کریں تو میں نے چاہا کہ ان پر کوئی احسان کروں کہ اس کے بدلے وہ میرے اہل وعیال کی حفاظت کریں۔ ورنہ میں نے یہ کام اسلام سے مرتد ہونے کے سبب کیا ہے، نہ کفر سے راضی ہونے کے سبب۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ”اللہ کے رسول! مجھے چھوڑیے میں اس کی گردن مار دوں کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کی خیانت کی ہے اور منافق ہو گیا ہے۔“

① سیرت ابن ہشام: 2/226-228، وزادالمعاد: 2/150.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّهُ شَهِدَ بَدْرًا، وَ مَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللّٰهَ اطَّلَعَ عَلٰى أَهْلِ بَدْرٍ، فَقَالَ: اِعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ»

''یہ جنگِ بدر میں حاضر ہو چکا ہے اور تمھیں کیا پتہ۔ ہو سکتا ہے اللہ نے اہلِ بدر پر جھانک کر کہا ہو، تم لوگ جو چاہو کرو، میں نے تمھیں بخش دیا۔''

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھیں نم ہو گئیں اور کہا: ''اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔''[1]

مکے کی راہ میں 10 رمضان سنہ 8 ہجری کو رسول اللہ ﷺ نے مدینہ چھوڑ کر مکے کا رخ کیا۔ آپ کے ساتھ دس ہزار صحابۂ کرام تھے۔ مدینے پر (بطور منتظم) ابو رہم غفاری رضی اللہ عنہ کا تقرر فرمایا۔

''جُحفہ'' پہنچے تو آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ ملے، وہ مسلمان ہو کر اپنے بال بچوں سمیت ہجرت کرتے ہوئے آ رہے تھے۔ ''ابواء'' میں آپ کے چچیرے بھائی ابوسفیان بن حارث اور پھوپھی زاد بھائی عبد اللہ بن ابو امیہ ملے۔ آپ نے ان دونوں سے منہ پھیر لیا کیونکہ یہ دونوں آپ کو سخت اذیت پہنچاتے اور ہجو کرتے رہے تھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: ''ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ آپ کے چچا زاد اور پھوپھی زاد بھائی ہی آپ کے یہاں سب سے بدبخت ہوں۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان بن حارث کو سکھایا کہ تم رسول اللہ ﷺ کے سامنے جاؤ اور ان سے وہی کہو جو برادرانِ یوسف نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا تھا: ﴿تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ ۝﴾

''اللہ کی قسم! اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت بخشی اور یقیناً ہم ہی خطا کار تھے۔''[2]

انھوں نے ایسا ہی کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[1] صحيح البخاري، الجهاد، باب الجاسوس والتجسس، حديث: 3007. [2] يوسف 91:12.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

﴿لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ○﴾

''آج تم پر کوئی سرزنش نہیں ہے۔ اللہ تمھیں بخش دے گا اور وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔''[1]

اس پر ابوسفیان نے آپ کو چند اشعار سنائے اور اپنی سابقہ حرکت پر معذرت کی۔[2]

جب آپ ''کدید'' پہنچے اور دیکھا کہ لوگوں پر روزہ گراں گزر رہا ہے تو روزہ کھول دیا اور لوگوں کو بھی کھولنے کا حکم دیا۔[3] پھر سفر جاری رکھا، یہاں تک کہ عشاء کے وقت ''مرالظہران'' میں نزول فرمایا۔ آپ کے حکم سے لشکر نے الگ الگ آگ جلائی۔ یوں آگ کے دس ہزار الاؤ روشن کیے گئے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہرے پر مقرر فرمایا۔

ادھر ابوسفیان خوف اور اندیشے کے عالم میں نکلا۔ اسے کچھ پتہ نہ تھا۔ اس کے ساتھ حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء بھی تھے۔ آگ دیکھی تو کہنے لگا: ''آج جیسی آگ اور لشکر تو میں نے کبھی دیکھا ہی نہیں۔''

بدیل نے کہا: ''یہ خزاعہ ہیں۔''

ابوسفیان نے کہا: ''خزاعہ اس سے کہیں کم اور ذلیل ہیں کہ یہ ان کی آگ اور ان کا لشکر ہو۔''

ابوسفیان دربارِ نبوت میں اس وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر پر چکر لگا رہے تھے۔ آواز سنی تو پہچان گئے اور کہا: ''ابوحنظلہ!'' اس نے کہا: ''ابوالفضل!''

کہا: ''ہاں۔'' اس نے کہا: ''کیا بات ہے؟ میرے ماں باپ تجھ پر قربان!''

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ''یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لشکر سمیت۔ ہائے قریش کی تباہی، واللہ!'' اس نے کہا: ''اب کیا ترکیب ہے؟ میرے ماں باپ تجھ پر قربان!''

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اگر وہ تمھیں پا گئے تو تمھاری گردن مار دیں گے، لہٰذا

[1] یوسف 92:12. [2] زادالمعاد:163,162/2. [3] صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الفتح في رمضان، حديث:4275.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اس خچر پر پیچھے بیٹھ جاؤ، میں تمھیں رسول اللہ ﷺ کے پاس لے چلتا ہوں۔‘‘

چنانچہ وہ پیچھے بیٹھ گیا۔ جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزر ہوا اور انھوں نے دیکھا تو کہا: ’’ابو سفیان! اللہ کا دشمن۔ اللہ کی تعریف ہے کہ اس نے بغیر کسی عہد و پیمان کے تجھے (ہمارے) قابو میں دے دیا۔‘‘

اس کے بعد انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف دوڑ لگائی۔ ادھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے خچر کو ایڑ ماری، چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہلے پہنچ گئے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے۔ انھوں نے پہنچتے ہی آپ سے ابوسفیان کی گردن مارنے کی اجازت چاہی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ’’میں نے اسے پناہ دے رکھی ہے۔‘‘ اور رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک پکڑ لیا اور کہا: ’’آج رات میرے سوا کوئی اور آپ سے سرگوشی نہ کرے گا۔‘‘

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بار بار اجازت چاہی لیکن رسول اللہ ﷺ خاموش رہے، پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: ’’اسے اپنے ڈیرے پر لے جاؤ، صبح میرے پاس لے آنا۔‘‘

پھر جب صبح خدمت نبوی میں حاضر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«وَيْحَكَ يَا أَبَا سُفْيَانَ! أَلَمْ يَأْنِ لَكَ أَنْ تَعْلَمَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ»

’’ابوسفیان! تم پر افسوس، کیا اب بھی تمھارے لیے وقت نہیں آیا کہ تم جان سکو کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں۔‘‘

ابوسفیان نے کہا: ’’میرے ماں باپ آپ پر فدا۔ آپ کتنے بردبار، کتنے کریم اور کتنے خویش پرور ہیں! اگر اللہ کے ساتھ کوئی ’’الہ‘‘ ہوتا تو اب تک تو میرے کچھ کام آیا ہوتا۔‘‘ آپ ﷺ نے فرمایا:

«وَيْحَكَ يَا أَبَا سُفْيَانَ! أَلَمْ يَأْنِ لَكَ أَنْ تَعْلَمَ أَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ»

’’ابوسفیان! تم پر افسوس، کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ تم جان سکو کہ میں اللہ کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

رسول ہوں۔"

ابوسفیان نے کہا: "اس بات کے متعلق تو اب بھی دل میں کچھ نہ کچھ کھٹک ہے۔"

اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: "اس سے پہلے کہ تمھاری گردن ماری جائے، اسلام لاؤ۔"

چنانچہ ابوسفیان مسلمان ہوگیا اور حق کی شہادت دی۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: "اے اللہ کے رسول! ابوسفیان اعزاز پسند ہے، اسے کوئی اعزاز دے دیجیے۔" آپ ﷺ نے فرمایا:

«نَعَمْ، مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ»

"ہاں! جو ابوسفیان کے گھر میں گھس جائے، اسے امان ہے۔"

مکہ مکرمہ میں رسول اللہ ﷺ کا داخلہ اسی صبح رسول اللہ مکہ روانہ ہوئے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ابوسفیان کو وادی کی تنگنائے پر پہاڑ کے ناکے کے پاس روکے رکھیں تاکہ وہاں سے گزرنے والی خدائی فوجوں کو ابوسفیان دیکھ سکے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔ ادھر قبائل اپنے اپنے پرچم لیے گزرنے لگے، جب کوئی قبیلہ گزرتا تو ابوسفیان پوچھتا کہ "عباس! یہ کون لوگ ہیں؟"

جواب میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے: "بنوفلاں (مثلاً بنوسلیم)۔"

ابوسفیان کہتا "مجھ کو بنوفلاں سے کیا واسطہ۔"

یہاں تک کہ انصار کا دستہ گزرا، جس کا پرچم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اٹھائے ہوئے تھے۔ انھوں نے کہا: "ابوسفیان! آج خونریزی اور مار دھاڑ کا دن ہے۔ آج کعبہ کی حرمت اُٹھالی گئی ہے۔"

ابوسفیان نے کہا: "عباس! پامالی کا دن مبارک ہو۔"

پھر رسول اللہ ﷺ اپنے "سبز" دستے میں تشریف لائے۔ آپ مہاجرین وانصار کے درمیان فروکش تھے۔ یہاں صرف لوہے کی باڑھ دکھائی پڑ رہی تھی۔ ابوسفیان نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کہا: ''سبحان اللہ! عباس! یہ کون لوگ ہیں؟''

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ''یہ انصار و مہاجرین کے جلو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔''

ابوسفیان نے کہا: ''بھلا ان سے محاذ آرائی کی کسے طاقت ہے۔ تمھارے بھتیجے کی بادشاہت تو بڑی زبردست ہوگئی۔''

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ''یہ نبوت ہے۔''

اس نے کہا: ''جی ہاں، فی الواقع!''

پھر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بات بتلائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«كَذَبَ سَعْدٌ، هٰذَا يَوْمٌ يُعَظِّمُ اللّٰهُ فِيهِ الْكَعْبَةَ، وَ يَوْمٌ تُكْسٰى فِيهِ الْكَعْبَةُ»

''سعد نے غلط کہا۔ آج کعبہ کی تعظیم کی جائے گی۔ آج کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا''

اور پرچم حضرت سعد سے لے کر ان کے صاحبزادے قیس رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گزرنے کے بعد ابوسفیان تیزی سے مکہ پہنچا اور نہایت بلند آواز سے پکارا: ''قریش کے لوگو! یہ محمد ہیں۔ تمھارے پاس اتنا بڑا لشکر لے کر آئے ہیں کہ مقابلے کی تاب نہیں، لہٰذا جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے، اسے امان ہے۔''

لوگوں نے کہا: ''تجھ پر اللہ کی لعنت! تیرا گھر ہمارے کتنے آدمیوں کے کام آ سکتا ہے۔''

ابوسفیان نے کہا: ''اور جو اپنا دروازہ اندر سے بند کر لے اسے بھی امان ہے اور جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے اسے بھی امان ہے۔''

یہ سن کر لوگ تیزی سے اپنے اپنے گھروں اور مسجد حرام کی طرف بھاگے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذی طُوٰی پہنچے تو میسرہ کے سالار حضرت خالد بن ولید کو حکم دیا کہ وہ ''کدٰی'' کے راستے مکہ میں زیریں حصے سے داخل ہوں اور کوئی آڑے آئے تو اسے کاٹ کر رکھ دیں، یہاں تک کہ صفا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آملیں اور میمنہ کے قائد اور رسول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اللہ ﷺ کے علمبردار حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ کداء کے راستے بالائی حصے سے مکہ میں داخل ہوں اور حجون میں آپ کا پرچم گاڑ دیں، نیز رسول اللہ ﷺ کی آمد تک وہیں ٹھہرے رہیں جبکہ پیادہ اور بے ہتھیار لوگوں کے قائد حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ''بطنِ وادی'' کا راستہ پکڑیں اور مکے میں رسول اللہ ﷺ سے آگے اتریں۔

اس موقع پر قریش نے خندمہ میں کچھ اوباشوں کو جمع کیا اور کہا کہ اگر انھیں کچھ کامیابی ہوئی تو ان کے ساتھ ہو رہیں گے، ورنہ جو کچھ مطالبہ کیا جائے گا منظور کر لیں گے۔ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے گزرے تو ایک معمولی سی جھڑپ میں ان کے بارہ آدمیوں کو کاٹ ڈالا اور باقی بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ مکے کے گلی کوچوں کو روندتے ہوئے کوہِ صفا پر رسول اللہ ﷺ سے جا ملے، البتہ ان کے دستے کے دو آدمی راستہ بھٹک کر لشکر سے بچھڑ گئے اور مارے گئے۔[1]

ادھر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ''حجون'' میں ''مسجدِ فتح'' کے پاس جھنڈا گاڑا اور ایک خیمہ نصب کیا، جس میں حضرت امّ سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما نے قیام کیا اور وہیں ٹھہرے رہے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ تھوڑی دیر استراحت فرما رہے، پھر آگے بڑھے۔ اس وقت ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کے ہمراہ تھے اور باتیں کر رہے تھے، پھر آپ سورۂ فتح کی تلاوت کرتے ہوئے مہاجرین وانصار کے جلو میں مسجدِ حرام کے اندر داخل ہوئے۔ حجرِ اسود کو چوما اور بیت اللہ کا طواف کیا۔ آپ حالتِ احرام میں نہ تھے۔ اس وقت بیت اللہ کے گرد تین سو ساٹھ بت تھے۔ آپ ایک لکڑی سے جو آپ کے ہاتھ میں تھی، انھیں کچوکے لگاتے جا رہے تھے اور فرماتے جا رہے تھے:

﴿جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾

''حق آ گیا اور باطل چلا گیا، یقیناً باطل جانے ہی والا ہے۔''[2]

[1] سیرت ابن ہشام: 31/4. اور مختصراً دیکھیے: صحیح البخاري، المغازي، باب: أین رکز النبي ﷺ الرَّایة یوم الفتح؟ حدیث:4280. [2] بنی إسرآءیل 81:17.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

﴿جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ ۝﴾

''حق آ گیا اور باطل کی چلت پھرت ختم ہو گئی۔''[1]

اس ضرب سے بت اپنے چہروں کے بل گرتے جا رہے تھے۔[2]

کعبے کی تطہیر اور اس میں نماز جب آپ طواف سے فارغ ہو گئے تو عثمان بن طلحہ کو بلا کر ان سے کعبے کی کنجی لی اور اسے کھولنے کا حکم دیا، پھر اس میں جو بت تھے انھیں نکلوا کر تڑوا دیا اور جو تصویریں تھیں، انھیں مٹوا دیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ، اسامہ بن زید اور بلال رضی اللہ عنہما اندر داخل ہوئے اور دروازہ بند کر لیا، پھر دروازے کے مقابل کی دیوار کے رخ سے تین ہاتھ کے فاصلے پر کھڑے ہوئے۔ اپنے بائیں ایک ستون اور دائیں دو ستون اور پیچھے تین ستون کیے اور دو رکعت نماز پڑھی، پھر بیت اللہ میں گھوم کر اس کے اطراف میں اللہ کی تکبیر و توحید کے کلمات کہے۔[3]

آج تم پر کوئی سرزنش نہیں پھر آپ ﷺ نے دروازہ کھولا۔ قریش مسجد حرام میں صفیں لگائے کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے۔ آپ نے دروازے کے دونوں بازو پکڑ کر ایک بلیغ خطبہ دیا، جس میں اسلام کے بہت سے احکام بیان کیے۔ امور جاہلیت کو ساقط کیا اور اس کی نخوت کے خاتمے کا اعلان کیا، پھر فرمایا: «يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ! مَا تَرَوْنَ أَنِّي فَاعِلٌ بِكُمْ»

''قریش کے لوگو! تمھارا کیا خیال ہے۔ میں تمھارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں۔''

انھوں نے کہا: ''اچھا۔ آپ کریم بھائی ہیں اور کریم بھائی کے صاحبزادے ہیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: «لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ، اِذْهَبُوا فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ»

''آج تم پر کوئی سرزنش نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔''

پھر نیچے تشریف لائے، مسجد حرام میں بیٹھے، کنجی عثمان بن طلحہ کو واپس کی اور فرمایا:

[1] سبا 49:34. [2] صحيح البخاري، المغازي، باب: أين ركز النبي الراية يوم الفتح، حديث: 4287. [3] صحيح البخاري، المغازي، باب من كبّر في نواحي الكعبة، حديث: 1601.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

«خُذُوهَا خَالِدَةً تَالِدَةً، لَا يَنْزِعُهَا مِنْكُمْ إِلَّا ظَالِمٌ»

''اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لے لو۔ تم لوگوں سے اسے وہی چھینے گا جو ظالم ہوگا۔''

بیعت اس کے بعد آپ ﷺ صفا پر تشریف لائے اور اتنا اوپر چڑھے کہ بیت اللہ کو دیکھ سکیں، پھر ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ اس کے بعد لوگوں سے اسلام پر بیعت لی۔ اس دن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے والد ابوقحافہ بھی مسلمان ہوئے۔ ان کے اسلام لانے سے رسول اللہ ﷺ کو بہت خوشی ہوئی، پھر مردوں کے بعد آپ ﷺ نے اس بات پر عورتوں سے بیعت لی:

﴿اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ﴾

''اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، زنا نہ کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی اور اپنے ہاتھ پاؤں کے درمیان سے گھڑ کر کوئی بہتان نہ لائیں گی اور کسی بھلی بات میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی۔''[1]

اس دن بیعت کرنے والی عورتوں میں ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ بھی تھیں۔ وہ نقاب اوڑھ کر اور بھیس بدل کر آئیں۔[2] دراصل حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کے ساتھ انھوں نے جو حرکت کی تھی اس کی وجہ سے انھیں اپنی جان کا ڈر تھا۔ جب ان کی بیعت پوری ہو چکی۔ تو انھوں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول ! روئے زمین پر کوئی خیمہ ایسا نہ تھا کہ جس کا ذلیل ہونا مجھے آپ کے خیمے والوں سے بڑھ کر پسند رہا ہو اور اب روئے زمین پر کوئی خیمہ ایسا نہیں ہے کہ اس کا عزیز ہونا مجھے آپ کے خیمے والوں سے بڑھ کر پسند ہو۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «وَ أَيْضًا وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ!»

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے معاملہ بالکل ایسا ہی ہے۔''[3]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ لوگوں کو

[1] الممتحنة 12:60. [2] تفسير مدارك نسفي، ص: 1234 بيعة النساء. [3] صحيح البخاري، مناقب الأنصار، باب ذكر هند بنت عتبة بن ربيعة، حديث: 3825.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

آپ کی بات پہنچا رہے تھے اور آپ کی طرف سے بیعت بھی لے رہے تھے۔ عورتوں سے مصافحے کے بغیر صرف کلام کے ذریعے سے بیعت ہوتی تھی۔

بعض لوگ رسول اللہ ﷺ سے ہجرت پر بیعت کرنے آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«ذَهَبَ أَهْلُ الْهِجْرَةِ بِمَا فِيهَا، لَا هِجْرَةَ بَعْدَ فَتْحِ مَكَّةَ وَ لٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ، وَ إِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوا»

''اہل ہجرت، ہجرت کا اجر لے گئے۔ فتح مکہ کے بعد (اب مکہ سے) ہجرت نہیں، البتہ جہاد اور نیت ہے اور جب تم سے جنگ میں نکلنے کے لیے کہا جائے تو نکل پڑو۔''[1]

مجرمین کے خون رائیگاں قرار دیے گئے رسول اللہ ﷺ نے اس دن کچھ اکابر مجرمین کے خون رائیگاں قرار دیے اور حکم دیا کہ اگر وہ خانہ کعبہ کے پردے سے بھی لٹکے ہوئے پائے جائیں تب بھی ان کی گردن ماردی جائے۔ اس کی وجہ سے زمین اپنی کشادگی کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی۔ اب ان میں سے بعض پر تو کلمۂ عذاب برحق ہوا اور وہ مارے گئے اور بعض پر اللہ کی عنایت ہوئی اور وہ مسلمان ہوگئے۔ جو لوگ مارے گئے ان کے نام یہ ہیں:

ابن خطل، مقیس بن صبابہ، حارث بن نفیل اور ابن خطل کی ایک لونڈی۔ اور کہا جاتا ہے کہ حارث بن طلاطل خزاعی اور ام سعد کو بھی مارا گیا۔ جبکہ ام سعد کے بارے میں احتمال ہے کہ وہی ابن خطل کی لونڈی رہی ہوگی، لہٰذا کل پانچ یا چھ افراد ہوئے۔

رہے وہ لوگ جنھوں نے اسلام قبول کیا، یعنی جو پہلے بھاگ یا چھپ گئے، پھر ان کے لیے امان حاصل کی گئی اور وہ آکر مسلمان ہوگئے۔ وہ یہ تھے:

عبد اللہ بن سعد بن ابو سرح، عکرمہ بن ابو جہل، ہبار بن اسود اور ابن خطل کی ایک دوسری لونڈی کل چار افراد اور کہا جاتا ہے کہ کعب بن زہیر اور وحشی بن حرب اور ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ بھی کل سات افراد ...... رضی اللہ عنہم ......

[1] صحيح البخاري، جزاء الصيد، باب لا يحلُّ القتال بمكة، حديث:1834.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کچھ اور لوگ اپنی جان کے خوف سے چھپ گئے تھے، حالانکہ ان کے خون رائیگاں قرار نہ دیے گئے تھے۔ ان میں یہ نام آتے ہیں: صفوان بن امیہ، زہیر بن ابوامیہ اور سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہم پھر یہ سب مسلمان ہو گئے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.

فتح کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کے وقت امّ ہانی بنت ابو طالب کے گھر میں داخل ہوئے اور غسل کر کے آٹھ رکعت فتح کی نماز پڑھی، ہر دو رکعت پر سلام پھیرا۔[1] امّ ہانی نے اپنے دو دیوروں کو پناہ دے رکھی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ انھیں قتل کرنا چاہتے تھے۔ امّ ہانی نے پوچھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «قَدْ أَجَرْنَا مَنْ أَجَرْتِ يَا أُمَّ هَانِيءٍ»

''جسے تم نے پناہ دی ہے، اسے ہم نے بھی پناہ دی۔''[2]

کعبے کی چھت پر اذان بلالی نمازِ ظہر کا وقت ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور انھوں نے کعبے کی چھت پر اذان دی۔ یہ غلبۂ اسلام کے اعلان کا ہم معنی تھا اور یہ جس قدر مشرکین کو ناگوار تھا، اسی قدر مسلمانوں کے لیے خوش گوار تھا۔ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.

مکے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام جب مکے کی فتح مکمل ہو چکی تو انصار کو اندیشہ ہوا کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہیں مقیم نہ ہو جائیں کیونکہ یہ آپ کا اور آپ کے خاندان اور قبیلے کا شہر تھا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا پر ہاتھ اٹھائے دعا فرما رہے تھے، دعا سے فارغ ہوئے تو فرمایا:

«مَعَاذَ اللّٰهِ، اَلْمَحْيَا مَحْيَاكُمْ وَالْمَمَاتُ مَمَاتُكُمْ»

''اللہ کی پناہ! اب زندگی اور موت تمھارے ساتھ ہے۔''

اس سے انصار مطمئن ہو گئے، ان کا خوف جاتا رہا اور وہ خوش ہو گئے، البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے میں انیس روز قیام فرمایا اور اس دوران آثار اسلام کی تجدید کی۔ مکے کو

[1] صحيح البخاري، التقصير، باب من تطوع في السفر، حديث: 1103. [2] صحيح البخاري، الصلاة، باب الصلاة في الثوب الواحد، حديث: 357.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

آثارِ جاہلیت سے پاک کیا۔ نئے سرے سے حرم کے ستون نصب کیے اور آپ کے منادی نے اعلان کیا:

«مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَدَعْ فِي بَيْتِهِ صَنَمًا إِلَّا كَسَرَهُ»

''جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے گھر میں کوئی بت نہ چھوڑے بلکہ اسے توڑ دے۔''

عزیٰ، سواع اور منات کا خاتمہ 25 رمضان کو رسول اللہ ﷺ نے تیس سواروں کے ساتھ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو عزیٰ اور اس کا بت خانہ ڈھانے کے لیے ''نخلہ'' روانہ کیا۔ حضرت خالد نے جا کر اسے ڈھایا۔ یہ مشرکین کا سب سے بڑا بت تھا۔

پھر آپ ﷺ نے رمضان ہی میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ''سواع'' نامی بت ڈھانے کے لیے روانہ کیا۔ یہ ہذیل کا سب سے بڑا بت تھا۔ اس کا استھان مکے سے شمال مشرق میں 150 کلومیٹر کے فاصلے پر ''رہاط'' نامی مقام پر تھا۔ حضرت عمرو نے اسے جا کر ڈھایا اور اس کا مجاور بت کی بے بسی دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔

پھر آپ ﷺ نے سعد بن زید اشہلی رضی اللہ عنہ کو اسی ماہ رمضان میں بیس سوار دے کر ''منات'' کی جانب روانہ کیا۔ یہ قدید کے پاس مشلل میں تھا۔ اور یہ کلب، خزاعہ، غسان اور اوس وخزرج کا بت تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جا کر اسے توڑ دیا اور بت خانہ ڈھا دیا۔

بنو جذیمہ کے پاس حضرت خالد کی روانگی پھر آپ ﷺ نے ماہِ شوال میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بنو جذیمہ کے پاس تبلیغ اسلام کے لیے بھیجا۔ ان کے ساتھ مہاجرین وانصار اور بنو سلیم کے ساڑھے تین سو افراد تھے، جب انھیں اسلام کی دعوت دی گئی تو انھوں نے کہا: «صَبَأْنَا صَبَأْنَا» ''ہم نے اپنا دین چھوڑا، ہم نے اپنا دین چھوڑا۔'' اس پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے انھیں قتل اور قید کر لیا اور پھر ایک دن حکم دیا کہ ہر آدمی اپنے قیدی کو قتل کر دے لیکن حضرت ابن عمر اور ان کے ساتھیوں نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کر دیا اور واپس آ کر نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دو بار کہا: «اَللّٰھُمَّ! أَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ»
''اے اللہ! خالد نے جو کچھ کیا ہے میں اس سے تیری طرف براءت اختیار کرتا ہوں۔''[1]

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مال دے کر بھیجا اور انھوں نے ان مقتولین کی دیت دی اور ان کا جو مال ضائع ہوا تھا اس کا معاوضہ دیا۔ کچھ مال اضافی بچ رہا تو وہ بھی انھی کے لیے چھوڑ دیا۔ اس موقع پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا تھا، اس کی وجہ سے ان میں اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ میں کچھ سخت کلامی اور بدگمانی ہوگئی تھی۔

جب لوگوں نے واپس آ کر رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر دی تو آپ ﷺ نے فرمایا:
«مَهْلًا، يَا خَالِدُ، دَعْ عَنْكَ أَصْحَابِي، فَوَ اللّٰهِ لَوْ كَانَ أُحُدٌ ذَهَبًا ثُمَّ أَنْفَقْتَهُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ مَا أَدْرَكْتَ غُدْوَةَ رَجُلٍ مِّنْ أَصْحَابِي وَلَا رَوْحَتَهُ»

''خالد ٹھہر جاؤ، میرے رفقاء کو کچھ کہنے سے باز رہو۔ واللہ! اگر احد پہاڑ (کے برابر) سونا ہو، پھر تم اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دو، تب بھی میرے رفقاء میں سے کسی ایک آدمی کی ایک صبح کی عبادت یا ایک شام کی عبادت کو نہیں پہنچ سکتے۔''[2]

غزوۂ حنین (شوال 8 ہجری)

مکہ فتح ہو چکا تو قیسِ عَیلان کے قبائل مشورے کے لیے اکٹھے ہوئے۔ ان میں ثقیف و ہوازِن پیش پیش تھے۔ انھوں نے کہا:

[1] صحيح البخاري، المغازي، باب بعث النبي خالد بن الوليد إلى بني جذيمة، حديث: 4339. [2] اس غزوے کی تفصیل کے لیے دیکھیے: سیرت ابن ہشام: 2/389-437، و زادالمعاد: 2/160،168، وصحيح البخاري، المغازي، باب أين ركز النبي الراية يوم الفتح، حديث: 4280، و صحيح مسلم، الجهاد، باب فتح مكة، حديث: 1780.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

''محمد اپنی قوم کی جنگ سے فارغ ہو چکے ہیں، اب انھیں ہمارے ساتھ جنگ سے روکنے والا کوئی نہیں، لہٰذا کیوں نہ ہم ہی پہل کریں، چنانچہ انھوں نے جنگ کا فیصلہ کر لیا اور اپنی سپہ سالاری کے لیے مالک بن عوف نصری کو منتخب کیا اور ایک بہت بڑا لشکر جمع کر کے اوطاس میں اتر پڑے۔ ان کے ساتھ عورتیں، بچے اور مال مویشی بھی تھے۔ لشکر میں دُرَید بن صمہ بھی تھا، جو رائے کی پختگی کے لیے مشہور تھا۔ اس نے بچوں اور جانوروں کی آواز سنی تو مالک سے اس کی وجہ دریافت کی۔

اس نے کہا: ''میں نے سوچا کہ ہر آدمی کے پیچھے اس کے اہل اور مال کو لگا دوں تاکہ وہ ان کی حفاظت کے جذبے کے ساتھ جنگ کرے۔''

درید نے کہا: ''واللہ! بھیڑ کے چرواہے ہو، بھلا شکست کھانے والے کو بھی کوئی چیز روک سکتی ہے۔ دیکھو! اگر جنگ میں تم غالب رہے تو بھی کارآمد تو محض آدمی ہی اپنی تلوار اور نیزے کے ساتھ ہوگا اور اگر شکست کھا گئے تو تمھیں اپنے اہل اور مال کے سلسلے میں رسوا ہونا پڑے گا۔''

پھر درید نے مشورہ دیا کہ انھیں ان کے علاقے میں واپس بھیج دو لیکن مالک نے اس کی رائے قبول نہ کی، بال بچوں اور مویشیوں کو وادئ اوطاس میں جمع کیا اور خود فوجیوں کو لے کر وادئ حنین میں منتقل ہو گیا، جو وادئ اوطاس کے بازو میں ہے اور وہاں فوجیوں کو کمین گاہوں میں چھپا دیا۔

ادھر رسول اللہ ﷺ کو ان کے اجتماع کا علم ہوا تو آپ ﷺ مکے سے ہفتہ 6 شوال کو روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ بارہ ہزار کا لشکر تھا۔ اس موقع پر آپ نے صفوان بن امیہ سے ایک سو زرہیں ساز و سامان سمیت ادھار لیں اور مکے کا انتظام عتاب بن اُسَید رضی اللہ عنہ کو سونپا۔

راستے میں لوگوں نے بیر کا ایک بڑا سا درخت دیکھا، جس پر عرب اپنا ہتھیار لٹکاتے تھے، وہاں جانور ذبح کرتے تھے اور درگاہ لگاتے تھے۔ اسے ''ذات انواط'' کہا جاتا تھا۔

بعض لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: ''ہمارے لیے بھی ''ذاتِ انواط'' بنا دیجیے، جیسے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ان کے لیے ”ذات انواط“ ہے۔“ آپ ﷺ نے فرمایا:

«اَللّٰهُ أَكْبَرُ! قُلْتُمْ كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوسٰى لِمُوسٰى»

”اللہ اکبر! تم نے تو ویسی ہی بات کہی جیسی موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہی تھی:

﴿اجْعَلْ لَّنَا إِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ط﴾

”ہمارے لیے بھی ایک معبود بنا دیجیے جیسے ان کے لیے معبود ہیں۔“[1]

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں کہا تھا کہ ”تم لوگ جہالت (کی بات) کر رہے ہو۔“

(پھر آپ نے فرمایا)«إِنَّهَا السُّنَنُ، لَتَرْكَبُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ»

”یہ طور طریقے ہیں۔ تم لوگ بھی یقیناً پہلوں کے طور طریقے اپناؤ گے۔“[2]

بعض لوگوں نے لشکر کی کثرت کے پیش نظر کہا: ”آج ہم مغلوب نہ ہوں گے۔“

یہ بات رسول اللہ ﷺ پر گراں گزری۔ شام ہوئی تو ایک سوار نے آ کر خبر دی کہ بنو ہوازن، عورتوں، بچوں، اونٹوں اور بکریوں سمیت نکلے ہیں۔ آپ ﷺ نے تبسم فرمایا اور کہا:

«تِلْكَ غَنِيمَةُ الْمُسْلِمِينَ غَدًا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ»

”کہ یہ کل ان شاء اللہ مسلمانوں کا مال غنیمت ہوگا۔“[3]

10 شوال 8 ہجری کی رات رسول اللہ ﷺ حنین پہنچے۔ وادی میں داخل ہونے سے پہلے سحر کے وقت لشکر کو مرتب فرمایا۔ مہاجرین کا پرچم حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کو دیا۔ اوس کا پرچم اُسید بن حُضیر رضی اللہ عنہ کو اور خزرج کا پرچم حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو اور کچھ دوسرے پرچم دوسرے قبائل کو دیے۔ دو زرہیں پہنیں، سر اور چہرے پر خود لگائی۔ اس کے بعد ہر اول دستے نے وادی میں اترنا شروع کیا۔ اسے چھپے ہوئے دشمن کی موجودگی کا علم نہ تھا۔ ابھی وہ

[1] الأعراف 138:7. [2] مسند أحمد: 218/5، جامع الترمذي، الفتن، باب لتركبن سنن من كان قبلكم، حديث: 2180. [3] سنن أبي داود، الجهاد، باب فضل الحرس في سبيل الله، حديث: 2501.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اتر ہی رہا تھا کہ اچانک دشمن نے ٹڈی دل کی طرح تیروں کی بارش کر دی، پھر وہ فرد واحد کی طرح ٹوٹ پڑا۔ اس اچانک حملے سے ہراول دستے میں اضطراب پھیل گیا اور اس میں موجود مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے، جو لوگ پیچھے تھے، وہ بھی انھی کے ساتھ ہو لیے اور یوں شکست ہو گئی۔ اس صورتِ حال سے بعض مشرکین اور بعض نومسلم خوش ہو گئے۔

ابوسفیان نے کہا: ''اب ان کی بھگدڑ سمندر سے پہلے نہ رکے گی۔''

اور صفوان کے ایک بھائی نے کہا: ''آج جادو باطل ہو گیا۔''

اور اس کے ایک اور بھائی نے کہا: ''محمد (ﷺ) اور اس کے ساتھیوں کی شکست کی خوش خبری سن لو، اب یہ اس کو کبھی نہیں جوڑ سکتے۔''

مگر اس پر مشرک صفوان اور نومسلم عِکرِمہ بن ابوجہل بگڑ گئے اور دونوں کو ڈانٹ پلائی۔

جہاں تک رسول اللہ ﷺ کا تعلق ہے تو نہ صرف یہ کہ آپ تھوڑے سے انصار اور مہاجرین کی معیت میں ثابت قدم رہے بلکہ آپ دشمن کی طرف بڑھنے کے لیے خچر کو ایڑ لگاتے اور فرماتے جا رہے تھے!

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ
أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

''میں نبی ہوں، جھوٹا نہیں۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔''

ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ نے آپ کے خچر کی لگام پکڑ رکھی تھی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے رکاب تھام رکھی تھی تاکہ دشمن کی طرف تیزی سے نہ جائیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ خچر سے اتر گئے اور اپنے رب سے دعا کی اور مدد مانگی اور حضرت عباس کو...... جن کی آواز خاصی بلند تھی...... حکم دیا کہ آپ صحابہ کو پکاریں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پکارا: ...... اپنی آواز سے وادی بھر دی...... ''اے درخت والو! (بیعت رضوان والو)! کہاں ہو؟''

یہ سن کر وہ اس طرح مڑے، جیسے گائے اپنے بچوں کی طرف مڑتی ہے۔ وہ کہہ رہے تھے: ''ہاں! ہاں! آئے، آئے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اس طرح جب سو آدمی جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے دشمن کا سامنا کیا اور لڑائی شروع کر دی۔ اس کے بعد انصار کی پکار شروع ہوئی، پھر بنو الحارث بن خزرج میں محدود ہو گئی۔ ادھر مسلمان دستے ایک کے پیچھے ایک، آتے چلے گئے، یہاں تک کہ آپ کے گرد بڑی جماعت جمع ہو گئی [1] اور اللہ نے اپنے رسول ﷺ اور مؤمنین پر سکینت نازل کی اور ان دیکھا لشکر اتارا، چنانچہ مسلمانوں نے پلٹ کر حملہ کیا اور دھواں دھار جنگ شروع ہو گئی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «اَلْآنَ حَمِيَ الْوَطِيسُ» ''اب چولھا گرم ہو گیا ہے۔''

پھر آپ نے ایک مٹھی مٹی لے کر قوم کے چہرے پر ماری۔ اور فرمایا:

«شَاهَتِ الْوُجُوهُ» ''چہرے بگڑ جائیں۔''

اس مٹی سے ان کی آنکھیں بھر گئیں۔ اس کے بعد ان کی تلواروں کی دھار کند اور ان کا حوصلہ ٹوٹ گیا، یہاں تک کہ وہ پراگندہ ہو کر بھاگ نکلے اور مسلمانوں نے مارتے پکڑتے ان کا پیچھا کیا، چنانچہ عورتوں، بچوں کو پکڑ لیا اور بہت سے فوجیوں کو گرفتار کر لیا۔ اس دن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھی بہت سے زخم آئے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اللہ کی عنایت دیکھ کر بہت سے مشرکین مکہ مسلمان ہو گئے۔

مشرکین کا تعاقب مشرکین بھاگے تو تین گروہوں میں بٹ گئے۔ سب سے بڑا گروہ ''طائف'' (کی جانب) بھاگا۔ دوسرے گروہ نے ''نخلہ'' کا رخ کیا اور تیسرے گروہ نے ''اوطاس'' میں مورچہ بندی کی۔ آپ ﷺ نے اوطاس میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے چچا ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ کو صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ بھیجا۔ انھوں نے دشمن کو پراگندہ کر کے سارے مال غنیمت پر قبضہ کر لیا، البتہ خود ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ معرکے میں شہید ہو گئے اور ان کی جگہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے سنبھالی اور کامیاب و کامران واپس ہوئے۔ [2]

ادھر مسلمان سواروں کی ایک جماعت نے ''نخلہ'' بھاگنے والے مشرکین کا تعاقب کیا اور

[1] صحيح البخاري، الجهاد، باب من قاد دابة غيره في الحرب، حديث: 2864، وصحيح مسلم، المغازي، باب غزوة حنين، حديث: 1775. [2] صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة أوطاس، حديث:4323.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

درید بن صمہ کو جا پکڑا اور اسے قتل کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت اور قیدیوں کو جمع کرنے کا حکم دیا، جس کی کل مقدار یہ تھی: اونٹ تقریباً چوبیس ہزار، بکریاں چالیس ہزار سے زیادہ، چاندی چار ہزار اوقیہ (ایک لاکھ ساٹھ ہزار درہم،) عورتیں اور بچے چھ ہزار۔ ان سب کو جعرانہ میں جمع کر کے حضرت مسعود بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ کو ان کا نگران مقرر فرمایا۔

غزوۂ طائف (شوال 8 ہجری) اس کے بعد آپ ﷺ نے طائف کا رخ کیا۔ راستے میں مالک بن عوف نصری کے قلعے سے گزرے تو اسے ڈھانے کا حکم دیا۔ طائف پہنچے تو دشمن ایک سال کی خوراک کا انتظام کر کے قلعہ بند ہو چکا تھا، لہٰذا اس کا محاصرہ کر لیا۔ پہلے مسلمانوں کا پڑاؤ قریب تھا، اس لیے دشمن نے تیر برسا کر مسلمانوں کو زخمی کر دیا، لہٰذا وہ اس مقام پر اٹھ آئے جہاں آج طائف کی مسجد ہے۔

مسلمانوں نے دشمن کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کرنے کے لیے کئی تدبیریں اختیار کیں لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ روزانہ نکل کر دعوت مبارزت دیتے لیکن کبھی کوئی آدمی سامنے نہ آیا۔ ان پر منجنیق نصب کی گئی لیکن یہ بھی کارگر نہ ہوئی۔ مسلمان جانبازوں کا ایک گروہ دو ٹاپوں میں گھس کر نقب لگانے کے لیے قلعے کی دیوار تک پہنچا لیکن دشمن نے ان پر لوہے کے جلتے ٹکڑے پھینکے، جس سے وہ واپسی پر مجبور ہو گیا اور دیوار میں نقب نہ لگا سکا۔ ان کے انگور اور کھجور کے درخت کاٹے گئے مگر انھوں نے اللہ اور قرابت کا واسطہ دیا تو چھوڑ دیے گئے۔

رسول اللہ ﷺ کے منادی نے اعلان کیا:

«أَيُّمَا عَبْدٍ نَزَلَ مِنَ الْحِصْنِ وَخَرَجَ إِلَيْنَا فَهُوَ حُرٌّ»

''جو غلام قلعے سے اتر کر ہمارے پاس آ جائے وہ آزاد ہے۔''

اس اعلان پر تیئس (23) غلام اتر آئے۔ انھی میں ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ قلعے کی دیوار پر چڑھ کر ایک چرخی کی مدد سے جس کے ذریعے سے رہٹ سے پانی کھینچا جاتا ہے،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

لٹک کر نیچے آ گئے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان کی کنیت ابوبکرہ رکھ دی۔ (عربی میں چرخی کو بکرہ کہتے ہیں) غلاموں کا یہ فرار قلعہ والوں کے لیے جانکاہ تھا۔[1]

محاصرے نے طول پکڑا اور فائدہ کچھ نہ ہوا، چنانچہ محاصرے پر تقریباً بیس دن اور کہا جاتا ہے کہ پورا ایک مہینہ گزر گیا، لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے نوفل بن معاویہ دیلی رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا۔

انھوں نے کہا: ''لومڑی اپنے بھٹ میں گھس گئی ہے، اگر آپ ڈٹ گئے تو پکڑ لیں گے، اگر چھوڑ بھی دیں تو یہ آپ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔''

یہ سن کر آپ ﷺ نے کوچ کا اعلان فرمایا۔ بعض لوگوں نے گزارش کی کہ آپ ان پر بددعا کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«اَللّٰهُمَّ اهْدِ ثَقِيفًا وَّأْتِ بِهِمْ مُّسْلِمِينَ»

''اے اللہ! ثقیف کو ہدایت دے اور انھیں مسلمان بنا کر لے آ۔''

اموالِ غنیمت اور قیدیوں کی تقسیم اس کے بعد رسول اللہ ﷺ طائف سے ''جِعرّانہ'' واپس آ کر دس دن سے زیادہ ٹھہرے رہے اور مالِ غنیمت تقسیم نہ فرمایا۔ آپ کو انتظار تھا کہ ہوازن توبہ کر کے آ جائیں اور اپنا مال اور قیدی واپس لے جائیں لیکن جب کوئی نہ آیا تو آپ نے غنیمت سے خمس نکالا اور اسے تالیفِ قلب کے لیے کمزور اسلام والوں کو دیا اور کچھ ایسے لوگوں کو بھی دیا، جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے تاکہ ان کی نظر میں بھی اسلام محبوب ہو جائے، چنانچہ ابوسفیان کو چالیس اوقیہ چاندی (ایک ہزار چھ سو درہم) اور ایک سو اونٹ دیے، پھر اتنا ہی اس کے بیٹے یزید کو دیا اور پھر اتنا ہی اس کے دوسرے بیٹے معاویہ کو دیا۔ صفوان بن امیہ کو سو، پھر سو، پھر سو، یعنی تین سو اونٹ دیے۔ حکیم بن حزام، حارث بن حارث بن کلدہ، عیینہ بن حصن، اقرع بن حابس، عباس بن مرداس، علقمہ بن علاثہ، مالک بن عوف، علاء بن حارثہ، حارث بن ہشام، جبیر بن مطعم، سہیل بن عمرو اور حویطب بن

[1] صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الطائف، حديث 4327,4326.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عبدالعزٰی وغیرہم کو سو سو اونٹ دیے۔ کچھ اور لوگوں کو پچاس پچاس اونٹ دیے، یہاں تک کہ لوگوں میں شہرہ ہو گیا:

''محمد ﷺ اس طرح بے دریغ عطیہ دیتے ہیں کہ انھیں فقر کا اندیشہ ہی نہیں۔''

چنانچہ مال کی طلب میں بدو آپ ﷺ پر ٹوٹ پڑے اور آپ کو ایک درخت کی جانب سمٹنے پر مجبور کر دیا جس میں آپ کی چادر پھنس گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«رُدُّوا عَلَيَّ رِدَائِي، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ كَانَ لِي عَدَدُ شَجَرِ تِهَامَةَ نَعَمًا لَقَسَمْتُهُ عَلَيْكُمْ، ثُمَّ مَا أَلْفَيْتُمُونِي بَخِيلًا وَّ لَا جَبَانًا وَّلَا كَذَّابًا»

''میری چادر دے دو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر میرے پاس تہامہ کے درختوں کی تعداد میں بھی چوپائے ہوتے تو میں انھیں تم میں تقسیم کر دیتا، پھر تم مجھے نہ بخیل پاتے، نہ بزدل، نہ جھوٹا۔''

پھر آپ ﷺ نے ایک اونٹ کے کوہان سے کچھ بال لیے اور فرمایا:

«وَاللّٰهِ مَالِي مِنْ فَيْئِكُمْ وَلَا هٰذِهِ الْوَبَرَةِ، إِلَّا الْخُمُسَ، وَالْخُمُسُ مَرْدُودٌ عَلَيْكُمْ، فَأَدُّوا الْخِيَاطَ وَالْمِخْيَطَ فَإِنَّ الْغُلُولَ يَكُونُ عَلٰى أَهْلِهِ عَارًا وَّ شَنَارًا وَّ نَارًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ»

''واللہ! میرے لیے تمھارے ''مال فے'' میں سے کچھ بھی نہیں، حتیٰ کہ اتنے سے بال بھی نہیں۔ صرف خمس ہے اور خمس بھی تم ہی کو لوٹا دیا جاتا ہے، لہٰذا سوئی اور دھاگا تک ادا کرو کیونکہ خیانت، صاحب خیانت کے لیے قیامت کے روز عار، رسوائی اور آگ ہوگی۔''

یہ سن کر لوگوں نے معمولی چیز تک، غنیمت سے جو کچھ لیا تھا سب واپس کر دیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو مالِ غنیمت تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ غنیمت کی مذکورہ مقدار کے حساب سے خمس نکالنے کے بعد ایک آدمی کے حصے میں جتنا مالِ غنیمت بنا،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اس کی مقدار یہ ہے:

تقریباً ڈیڑھ اونٹ، ڈھائی بکری، دس درہم اور ایک قیدی کا ایک تہائی حصہ، اب اگر ایک آدمی کو دس درہم دے کر باقی کوئی ایک ہی چیز دی جائے تو اس کے حصے میں یا تو صرف چار اونٹ آئیں گے۔ یا صرف چالیس بکریاں، یا ایک قیدی کا صرف دو تہائی حصہ۔"

انصار کا شکوہ اور رسول اللہ ﷺ کا خطاب انصار کو رسول اللہ ﷺ کے اس عمل پر حیرت ہوئی کہ آپ نے "مؤلفہ قلوب" کو اندازے سے بڑھ کر عطیے دیے اور انصار کو کچھ نہ دیا، چنانچہ بعض انصار نے کہا:

"یہ کیسی تعجب کی بات ہے کہ آپ ﷺ قریش کو دے رہے ہیں اور ہمیں چھوڑ دیا ہے، حالانکہ ہماری تلواروں سے ان کا خون ٹپک رہا تھا۔"

یہ بات انصار کے رئیس حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو پہنچائی۔ آپ ﷺ نے انصار کو جمع کیا، اللہ کی حمد وثنا کی، پھر اللہ نے آپ پر جو احسان کیا تھا، اس کا ذکر فرمایا۔

پھر فرمایا:

«أَوَجَدْتُمْ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ فِي أَنْفُسِكُمْ فِي لُعَاعَةٍ مِّنَ الدُّنْيَا تَأَلَّفْتُ بِهَا قَوْمًا لِّيُسْلِمُوا وَ وَكَلْتُكُمْ إِلٰى إِسْلَامِكُمْ؟ أَلَا تَرْضَوْنَ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ أَنْ يَّذْهَبَ النَّاسُ بِالشَّاةِ وَالْبَعِيرِ وَ تَرْجِعُوا بِرَسُولِ اللّٰهِ إِلٰى رِحَالِكُمْ؟ فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَءًا مِّنَ الْأَنْصَارِ، وَ لَوْ سَلَكَ النَّاسُ شَعْبًا وَ سَلَكَتِ الْأَنْصَارُ شَعْبًا لَسَلَكْتُ شَعْبَ الْأَنْصَارِ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمِ الْأَنْصَارَ وَأَبْنَاءَ الْأَنْصَارِ وَأَبْنَاءَ أَبْنَاءِ الْأَنْصَارِ»

"انصار کے لوگو! تم اپنے جی میں دنیا کی ایک حقیری گھاس کے لیے ناراض ہو گئے، جس کے ذریعے سے میں نے لوگوں کا دل جوڑا تھا تاکہ وہ مسلمان ہو جائیں اور تم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کو تمھارے اسلام کے حوالے کر دیا تھا۔ اے انصار! کیا تم اس سے راضی نہیں کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے جائیں اور تم رسول اللہ ﷺ کو لے کر اپنے ڈیروں میں جاؤ۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار کا ایک فرد ہوتا اور اگر سارے لوگ ایک راہ چلیں اور انصار دوسری راہ چلیں تو میں انصار ہی کی راہ چلوں گا۔ اے اللہ! انصار پر رحم فرما اور انصار کے بیٹوں پر اور انصار کے پوتوں پر!''

اس پر لوگ اس قدر روئے کہ ڈاڑھیاں تر ہو گئیں اور کہنے لگے: ''ہم راضی ہیں کہ ہمارے حصے اور نصیب میں رسول اللہ ﷺ ہوں۔'' اس کے بعد رسول اللہ ﷺ واپس آ گئے اور انصار بھی واپس ہو گئے۔ [1]

وفد ہوازن کی آمد (ذی قعدہ سنہ 8 ہجری) مال غنیمت تقسیم ہو چکا تو ہوازن کا وفد آ گیا۔ ان کا رئیس زُہیر بن صرد تھا۔ انھوں نے اسلام قبول کیا، بیعت کی، پھر عرض پرداز ہوئے:

''یارسول اللہ! آپ نے جنھیں گرفتار کیا ہے، ان میں مائیں ہیں، بہنیں ہیں، پھوپھیاں ہیں، خالائیں ہیں اور یہی قوموں کی رسوائی کا سبب ہوتی ہیں۔

فَامْنُنْ عَلَيْنَا رَسُولَ اللّٰهِ فِي كَرَمٍ
فَإِنَّكَ الْمَرْءُ نَرْجُوهُ وَنَنْتَظِرُ
أُمْنُنْ عَلٰى نِسْوَةٍ قَدْ كُنْتَ تَرْضَعُهَا
إِذْ فُوكَ تَمْلَؤُهُ مِنْ مَّحْضِهَا الدُّرَرُ

''اے اللہ کے رسول! ہم پر احسان و کرم فرمائیے۔ آپ ایسے آدمی ہیں کہ آپ سے امیدیں وابستہ ہیں اور آپ کے کرم کا انتظار ہے۔ آپ ان عورتوں پر احسان کیجیے،

[1] صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الطائف، حديث: 4330، وسيرت ابن هشام: 500,499/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جن کا دودھ پیتے تھے، جب آپ کا منہ ان کے دودھ کے موتیوں سے بھر جاتا تھا۔“

اور مزید چند اشعار کہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ مَعِي مَنْ تَرَوْنَ، وَ إِنَّ أَحَبَّ الْحَدِيثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ فَاخْتَارُوا، إِمَّا السَّبْيَ وَ إِمَّا الْمَالَ»

”میرے ساتھ جو لوگ ہیں انھیں دیکھ ہی رہے ہو اور مجھے سچ بات زیادہ پسند ہے، لہٰذا قیدی اور مال میں سے کوئی ایک چیز چن لو۔“

انھوں نے کہا: ”ہمارے نزدیک خاندانی شرف کے برابر کوئی چیز نہیں۔ ہماری عورتیں اور بچے ہمیں واپس کر دیجیے اور ہم بکری اور اونٹ کے بارے میں کچھ نہ بولیں گے۔“

آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا صَلَّيْتُ الظُّهْرَ فَقُومُوا، وَ أَظْهِرُوا إِسْلَامَكُمْ وَ قُولُوا: نَحْنُ إِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ، ثُمَّ قُولُوا: إِنَّا نَسْتَشْفِعُ بِرَسُولِ اللّٰهِ إِلَى الْمُسْلِمِينَ وَ بِالْمُسْلِمِينَ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْنَا سَبْيَنَا»

”اچھا تو جب میں ظہر کی نماز پڑھ لوں تو تم لوگ کھڑے ہو جاؤ، اپنے اسلام کا اظہار کرو اور کہو کہ ہم بھی آپ لوگوں کے دینی بھائی ہیں، پھر کہو کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو مسلمانوں کی جانب اور مسلمانوں کو رسول ﷺ کی جانب سفارشی بناتے ہیں کہ آپ ہمارے قیدی ہمیں واپس کر دیں۔“

ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ جواب میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَمَّا مَا كَانَ لِي وَلِبَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَهُوَ لَكُمْ وَ سَأَسْأَلُ النَّاسَ»

”میرا اور بنو عبدالمطلب کا جو حصہ ہے وہ تمھارے لیے ہے اور میں ابھی لوگوں سے پوچھے لیتا ہوں۔“

اس پر انصار اور مہاجرین نے کہا: ”جو ہمارا حصہ ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے ہے۔“

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

البتہ بعض اعراب، مثلاً: اقرع بن حابس، عیینہ بن حصن اور عباس بن مرداس رضی اللہ عنہم نے انکار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ طَابَتْ نَفْسُهُ أَنْ يَرُدَّ فَسَبِيلُ ذٰلِكَ، وَ إِلَّا فَلْيَرُدَّ، وَلَهُ بِكُلِّ فَرِيضَةٍ سِتُّ فَرَائِضَ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيءُ اللّٰهُ إِلَيْنَا»

''جو بخوشی واپس کر دے تو بہت اچھی راہ ہے، ورنہ واپس تو بہرحال کر دے اور آئندہ جو سب سے پہلا ''مال فے'' حاصل ہوگا، اس سے ہم اس کو ایک حصے کے بدلے چھ حصے دیں گے۔''

اس کے بعد عیینہ بن حصن کے علاوہ سارے لوگوں نے بخوشی واپس کر دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے قیدیوں کو ایک ایک قبطی چادر عطا فرمائی۔[1] قیدی واپس کرنے کے بعد اب ایک آدمی کے حصے میں یا تو صرف دو اونٹ آتے تھے یا بیس بکریاں۔

عمرۂ جعرانہ (ذی قعدہ 8 ہجری) مال غنیمت کی تقسیم سے فارغ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرے کا احرام باندھا۔ یہی عمرۂ جعرانہ ہے۔[2] اور عمرے سے فارغ ہو کر مدینہ واپسی کی راہ لی اور ذی قعدہ کے 6 دن یا 3 دن باقی تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچ گئے۔[3]

بنو تمیم کی تادیب اور ان کا قبول اسلام (محرم 9 ہجری) محرم 9 ہجری میں مدینے میں خبر پہنچی کہ بنو تمیم، قبائل کو جزیہ نہ دینے پر اکسا رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیینہ بن حصن فزاری رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پچاس سواروں کا ایک دستہ بھیجا۔

انھوں نے صحرا میں حملہ کر کے ان کے گیارہ آدمی، اکیس عورتیں اور بچے گرفتار کر لیے اور انھیں مدینہ لے آئے۔ اس کے بعد بنو تمیم کے دس سردار آئے اور مقابلۂ خطابت

[1] صحيح البخاري، الوكالة، باب إذا وهب شيئا لوكيل، حديث: 2308,2307، سیاق سیرت ابن ہشام اور مغازی الواقدی کا ہے۔ [2] صحيح البخاري، العمرة، باب كم اعتمر النبي ﷺ، حديث: 1778. [3] تاریخ ابن خلدون: 2/47. ان غزوات کے لیے نیز دیکھیے، زادالمعاد: 2/160-201، وسیرت ابن ہشام: 2/501,389.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

وشاعری کی خواہش کی، چنانچہ ان کے خطیب عطارد بن حاجب نے خطبہ دیا۔ جس کا جواب حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے دیا، پھر ان کے شاعر زبرقان بن بدر نے اشعار کہے۔ جواب میں حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنے اشعار پیش کیے۔ انھوں نے اسلام کے خطیب اور شاعر کی فضیلت کا اعتراف کیا اور مسلمان ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قیدی واپس کر دیے اور انھیں بہترین تحائف سے نوازا۔

بنو طے کے ”فلس“ کا انہدام اور عدی بن حاتم کا قبولِ اسلام

ربیع الاول 9 ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں سو اونٹ اور پچاس گھوڑوں سمیت ڈیڑھ سو آدمیوں کا ایک دستہ بنو طے کا ”فلس“ نامی بت ڈھانے کے لیے روانہ کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں کالا پرچم اور سفید جھنڈی تھی۔ انھوں نے جود وکرم میں شہرت یافتہ حاتم طائی کے محلے پر چھاپہ مارا۔ اونٹ بکریاں ہاتھ آئیں، عورتوں اور بچوں کو قید کیا۔ قیدیوں میں حاتم طائی کی صاحبزادی ”سفانہ“ بھی تھیں۔ وہ جب مدینہ لائی گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ازراہ احسان بلا فدیہ چھوڑ دیا اور ان کا اکرام کرتے ہوئے انھیں سواری بھی دی۔ وہ ملک شام گئیں، جہاں ان کے بھائی عدی بن حاتم بھاگے ہوئے تھے۔ موصوفہ نے ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہا: ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کام کیا ہے کہ تمھارا باپ بھی ویسا نہیں کر سکتا تھا، لہٰذا ان کے پاس رغبت یا خوف کے ساتھ جاؤ۔“

چنانچہ عدی کسی امان یا تحریر کے بغیر آ گئے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی تو اُسی وقت مسلمان ہو گئے۔[1]

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی نے آ کر فاقے کی شکایت کی، پھر ایک دوسرے آدمی نے آ کر رہزنی کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«يَا عَدِيُّ! هَلْ رَأَيْتَ الْحِيرَةَ؟ فَلَئِنْ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ فَلَتَرَيَنَّ الظَّعِينَةَ

[1] مسند أحمد: 278,257/4، وسیرت ابن ہشام: 581/2، وزاد المعاد: 205/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

تَرْتَحِلُ مِنَ الْحِيرَةِ، حَتّٰى تَطُوفَ بِالْكَعْبَةِ، لَا تَخَافُ أَحَدًا إِلَّا اللّٰهَ، وَ لَئِنْ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ لَتَفْتَحَنَّ كُنُوزَ كِسْرَى، وَ لَئِنْ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ لَتَرَيَنَّ الرَّجُلَ يُخْرِجُ مِلْءَ كَفِّهِ مِنْ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ يَطْلُبُ مَنْ يَقْبَلُهُ، فَلَا يَجِدُ أَحَدًا يَقْبَلُهُ مِنْهُ»

''عدی! تم نے حیرہ دیکھا ہے۔ اگر تمھاری زندگی دراز ہوئی تو تم دیکھو گے کہ ہودج نشین عورت حیرہ سے چل کر آئے گی، خانہ کعبہ کا طواف کرے گی اور اسے اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ ہوگا اور اگر تمھاری زندگی دراز ہوئی تو تم کسریٰ کے خزانے فتح کرو گے اور اگر تمھاری زندگی دراز ہوئی تو تم دیکھو گے کہ آدمی ہتھیلی بھر سونا چاندی لے کر نکلے گا اور ایسے آدمی کو تلاش کرے گا جو اسے قبول کرے مگر کوئی قبول کرنے والا نہ ملے گا۔''

حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے ہودج نشین عورت کو نکلتے دیکھا اور کسریٰ کے خزانے کی فتح میں وہ خود موجود تھے۔[1]

بنو تمیم کی تادیب اور بنو طے کے بت کی تباہی دو اہم واقعے تھے، جو فتح مکہ اور غزوۂ حنین کے بعد پیش آئے۔ ان کے علاوہ اس دوران بعض چھوٹے چھوٹے واقعات بھی پیش آئے لیکن مسلمانوں اور بت پرستوں میں جو محاذ آرائی چلی آ رہی تھی، وہ فتح مکہ کے بعد عمومی طور پر ختم ہو گئی اور قریب تھا کہ مسلمان جنگوں کی مشقت سے چھٹکارا پا جائیں لیکن فتح مکہ سے تھوڑے ہی دن پہلے جو نئی بات پیش آئی وہ یہ تھی کہ شام میں موجود عیسائی قوت نے مسلمانوں کا رخ کر لیا تھا۔ اسی کے نتیجے میں معرکۂ موتہ پیش آیا تھا۔ چونکہ اہلِ فارس کے خلاف مسلسل کامیابی کی وجہ سے اس قوت میں حد درجہ تکبر آ چکا تھا، اس لیے اس نے مسلمانوں کے ساتھ خونریز ٹکراؤ کا دروازہ کھول دیا۔ جس کے نتیجے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ

[1] صحيح البخاري، المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، حديث:3595.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مبارکہ میں غزوۂ تبوک پیش آیا اور آپ ﷺ کے بعد ''خلافتِ راشدہ'' کے دور میں شام کی فتوحات ہوئیں۔

غزوۂ تبوک (رجب 9 ہجری)

معرکۂ موتہ کا اثر رومی قوت کے حق میں اچھا نہ تھا۔ صرف تین ہزار مسلمانوں نے دو لاکھ رومی فوجیوں کی طاقت کو دبانے میں جو کامیابی حاصل کی تھی، اس کا شام کے پڑوسی عرب قبائل پر بڑا زبردست اثر ہوا۔ اور اب یہ قبائل آزادی وخودمختاری کے خواب دیکھ رہے تھے، لہٰذا رومیوں نے ایک فیصلہ کن جنگ کی ضرورت محسوس کی، جس میں وہ مسلمانوں کو ان کے اپنے گھر، مدینہ منورہ کے اندر ہی صاف کر دیں۔

رومیوں سے ٹکراؤ کے لیے مسلمانوں کی تیاری ادھر رسول اللہ ﷺ کو ان کی تیاری کا علم ہوا تو آپ نے ہر جگہ مسلمانوں کو نکلنے کی منادی کرائی اور غزوے کی جہت کا واضح طور پر اعلان فرمایا تاکہ لوگ مکمل تیاری کر لیں کیونکہ زمانہ سخت گرمی کا تھا۔ لمبا سفر تھا، لوگ تنگی اور قحط سے دوچار تھے، پھل پک چکے تھے، سائے خوش گوار لگ رہے تھے اور لوگ اس میں قیام پسند کر رہے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے اہلِ ثروت کو تنگ دستوں کی تیاری کی ترغیب دی اور ان سے جو کچھ بن سکا لے آئے۔ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنا سارا مال لے آئے، جو چار ہزار درہم تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا:

«هَلْ أَبْقَيْتَ لِأَهْلِكَ شَيْئًا؟» ''اپنے اہل کے لیے بھی کچھ باقی چھوڑا ہے؟''

عرض کی ''کہ ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑا ہے۔''

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنا آدھا مال لائے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے، کہا جاتا ہے کہ دس ہزار دینار، پالان اور کجاوے سمیت تین سو اونٹ اور پچاس گھوڑے دیے اور کہا جاتا ہے کہ انھوں نے نو سو اونٹ اور ایک سو پچاس گھوڑے دیے۔ نبی ﷺ نے ان کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بارے میں فرمایا:«مَا ضَرَّ عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْيَوْمِ»

''آج کے بعد عثمان جو بھی کریں، انھیں نقصان نہ ہوگا۔''

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ دو سو اوقیہ (آٹھ ہزار درہم) چاندی لائے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بہت سا مال لائے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ وغیرہ بھی مال لے کر آئے۔ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نوے وسق (ساڑھے تیرہ ہزار کلو) کھجور لائے۔ بقیہ صحابہ نے بھی اپنی اپنی بساط کے مطابق صدقات کی لائن لگا دی۔ یہاں تک کہ کسی نے ایک مد، دو مد صدقہ کیا چونکہ وہ اس سے زیادہ کی طاقت ہی نہیں رکھتے تھے۔ عورتوں نے اپنے زیورات تک بھیجے۔ تنگ دست صحابہ رضی اللہ عنہم آپ سے سواری طلب کرنے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ۝﴾

''میں کچھ نہیں پاتا جس پر آپ لوگوں کو سوار کروں تو وہ اس حال میں واپس ہوئے کہ ان کی آنکھیں اس افسوس میں اشکبار تھیں کہ وہ خرچ کرنے کو کچھ نہ پا سکے۔''[1]

چنانچہ انھیں حضرت عثمان اور حضرت عباس وغیرہ رضی اللہ عنہم نے تیار کیا۔

اس موقع پر منافقین نے چہ میگوئی بھی کی، چنانچہ جنھوں نے زیادہ خرچ کیا، انھیں ریاکاری کے طعنے دیے۔ جنھوں نے کم خرچ کیا، ان کا مذاق اڑایا اور رومیوں سے ٹکراؤ کی جرأت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی مذاق اڑایا۔ جب باز پرس ہوئی تو کہنے لگے: ''ہم تو محض دل لگی کر رہے تھے۔''

ادھر منافقین اور بدوی بناوٹی عذر لے لے کر آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے غزوے میں شرکت سے رخصت کی اجازت چاہی۔ آپ نے اجازت دے دی۔ ان کے علاوہ بعض مسلمان محض سستی کی وجہ سے پیچھے رہ گئے۔

① التوبة 92:9.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اسلامی لشکر راہ تبوک میں اس تیاری کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مدینے کا انتظام محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو سونپا، بال بچوں پر علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کو نگران مقرر کیا۔ لشکر کا سب سے بڑا پرچم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیا اور کئی لوگوں کو جھنڈے عطا فرمائے۔ مہاجرین کا جھنڈا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو دیا، اوس کا جھنڈا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو اور خزرج کا جھنڈا حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو دیا۔ جمعرات کے دن مدینے سے کوچ فرمایا۔ آپ ﷺ کے ساتھ تیس ہزار کا لشکر تھا اور منزلِ مقصود تبوک تھی۔ سواری اور توشے کی سخت قلت تھی، اٹھارہ اٹھارہ آدمی ایک ہی اونٹ پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ لوگوں نے درختوں کے پتے کھائے، یہاں تک کہ ان کے ہونٹ سوج گئے۔ سواریوں کی قلت کے باوجود اونٹ ذبح کرنے پر مجبور ہوئے تاکہ ان کے معدے اور آنتوں کا پانی پی سکیں۔

لشکر ''تبوک'' کے راستے پر رواں دواں تھا کہ حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ آن ملے۔ وہ منافقین کے طعنے برداشت نہ کر سکے اور نکل آئے لیکن رسول اللہ ﷺ نے انھیں واپس کر دیا اور فرمایا:

«أَمَا تَرْضٰى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسٰى، إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي»

''کیا تم اس بات سے راضی نہیں کہ مجھ سے تمھیں وہی نسبت ہو جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حضرت ہارون علیہ السلام کو تھی، البتہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔''[1]

صحابہ رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ثمود کی سرزمین ''حجر'' میں اترے، اس کے کنویں سے پانی لیا اور آٹا گوندھا۔ آپ نے حکم دیا کہ ان کے کنویں سے لیا ہوا پانی بہا دیں، گوندھا ہوا آٹا جانوروں کو کھلا دیں اور صرف اس کنویں سے پانی لیں، جس سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پیا کرتی تھی۔ اور جب آپ ثمود کے اس علاقے سے گزرے تو آپ ﷺ نے

[1] صحیح البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، حدیث: 3706.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

یہ بھی فرمایا:

«لَا تَدْخُلُوا مَسَاكِنَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ، أَنْ يُصِيبَكُمْ مَّا أَصَابَهُمْ»

''ان ظالموں کی جائے سکونت میں گریہ کناں داخل ہونا مبادا تم پر بھی وہی مصیبت آن پڑے جوان پر آئی تھی۔''

پھر اپنا سر ڈھانپا اور تیزی سے چل کر وادی پار کر گئے۔[1] راستے میں رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر کی نمازیں، مغرب اور عشاء کی نمازیں اکٹھی پڑھتے تھے۔ جمع تقدیم بھی فرماتے اور جمع تاخیر بھی۔[2]

تبوک میں اتر چکے تو حضرت ابو خَیثمہ رضی اللہ عنہ آن ملے۔ یہ سچے مومن تھے۔ بغیر کسی عذر کے بچھڑ گئے تھے۔ سخت گرمی کا دن تھا۔ اپنے باغ میں آئے تو دیکھا کہ دونوں بیویوں نے اپنے اپنے چھپر پانی کے چھینٹے دے کر آراستہ کر رکھے ہیں۔ کھانا اور ٹھنڈا پانی بھی فراہم کر رکھا ہے۔ انھوں نے کہا:

''رسول اللہ ﷺ تو سخت گرمی میں ہیں اور ابو خیثمہ ٹھنڈے سائے، میٹھے پانی اور خوبصورت عورتوں میں۔ یہ انصاف نہیں، واللہ! میں تم میں سے کسی کے چھپر میں داخل نہ ہوں گا، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ سے جا ملوں، تم دونوں میرے لیے توشہ تیار کر دو۔''

اُنھوں نے ایسا ہی کیا، پھر ابو خیثمہ رضی اللہ عنہ اپنے اونٹ پر سوار ہوئے، تلوار اور نیزہ لیا اور چل پڑے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ سے اس وقت ملے جب آپ تبوک میں اتر چکے تھے۔[3]

[1] صحيح البخاري، الصلاة، باب الصلاة في مواضع الخسف و العذاب، حديث: 433.
[2] صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب الجمع بين الصلاتين في الحضر، حديث: 706، ومسند أحمد: 237/5. [3] دلائل النبوة للبيهقي: 223/5.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

تبوک میں بیس دن رومیوں کو ''تبوک'' میں رسول اللہ ﷺ کی آمد کا علم ہوا تو ان کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ مقابلے کی ہمت نہ ہوئی اور وہ اندرونِ ملک بکھر گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے بیس دن قیام فرما کر دشمن پر رعب ڈالا اور وفود کا استقبال کیا۔ آپ ﷺ کے پاس ''ایلہ'' کا حاکم یوحنا بن رؤبہ آیا۔ اس کے ساتھ ''جرباء، اذرح اور مینا'' کے بھی وفود تھے، انھوں نے جزیہ دینے کی شرط پر صلح کی مگر مسلمان نہ ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے یوحنا کو ایک تحریر دی جس میں اُسے اور باشندگان ''ایلہ'' کو امان دی اور ان کی کشتیوں اور قافلوں کو سمندر اور خشکی میں ضمانت دی اور آمد و رفت کی آزادی عطا فرمائی اور یہ کہ کسی نے کوئی گڑ بڑ کی تو اس کا مال اس کی جان کے آڑے نہ آسکے گا۔[1]

اسی طرح آپ ﷺ نے ایک تحریر ''جرباء اور اذرح'' کے باشندوں کے لیے لکھی، جس میں ان کو امان دی اور یہ کہ ان پر ہر رجب میں سو دینار واجب الادا ہوں گے۔ اہل ''میناء'' نے آپ سے چوتھائی پھل کی ادائی پر صلح کی۔

''دُومۃ الجندل'' کے اُکیدر کی گرفتاری رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو چار سو بیس سواروں کی معیت میں دومۃ الجندل کے اکیدر کی طرف روانہ کیا اور فرمایا:

«إِنَّكَ سَتَجِدُهُ يَصِيدُ الْبَقَرَ» ''تم اسے نیل گائے کا شکار کرتے ہوئے پاؤ گے۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے، جب فاصلہ اتنا رہ گیا کہ قلعہ نظر آرہا تھا تو ایک نیل گائے نکلی اور قلعے کے دروازے پر سینگ رگڑنے لگی۔ اکیدر اس کے شکار کو نکلا مگر خالد رضی اللہ عنہ نے خود اکیدر کو شکار کر لیا اور اسے گرفتار کر کے نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ ﷺ نے جان بخشی فرمائی اور دو ہزار اونٹ، آٹھ سو غلام، چار سو زرہوں اور چار سو نیزوں پر صلح فرمائی۔ اس نے ''ایلہ اور میناء'' والوں کی شرائط پر جزیہ بھی دینے کا اقرار کیا۔[2]

مدینے کو واپسی: بیس دن کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مدینے واپسی کی راہ لی، راستے میں آتے جاتے تیس دن لگے۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ کل پچاس دن مدینے سے باہر رہے۔

[1] دلائل النبوۃ للبیهقي 5/248,247. [2] دلائل النبوۃ للبیهقي:5/251,250.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

راستے میں لشکر ایک گھاٹی سے گزرا، لوگوں نے وادی کی راہ لی اور رسول اللہ ﷺ نے گھاٹی کا راستہ اختیار کیا۔ آپ ﷺ کے ساتھ صرف حضرت عمار رضی اللہ عنہ تھے، جو اونٹنی کی نکیل تھامے ہوئے تھے اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ تھے، جو اونٹنی کو ہانک رہے تھے۔ موقع غنیمت جان کر بارہ منافقین نے قتل کے ارادے سے آپ ﷺ کا پیچھا کیا اور آپ کے انتہائی قریب آ گئے۔ یہ چہروں پر ڈھاٹا باندھے ہوئے تھے۔ آپ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ ان کی سواریوں کے چہروں پر اپنی ڈھال سے ضرب لگائیں۔ انھوں نے ضرب لگائی تو اللہ نے منافقین پر رعب ڈال دیا اور وہ تیزی سے بھاگ کر لوگوں میں جا ملے۔ رسول اللہ ﷺ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ کو ان کے نام بھی بتلائے اور ان کا ارادہ بھی، چنانچہ اُنھیں رسول اللہ ﷺ کا رازداں کہا جانے لگا۔ [1]

مسجد ضرار کا انہدام منافقین نے ضرر رسانی، کفر، مومنین میں تفریق اور اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے والوں کو گھات کی جگہ فراہم کرنے کے لیے قباء میں ایک مسجد بنائی تھی اور رسول اللہ ﷺ سے گزارش کی تھی کہ آپ اس مسجد میں ان کے لیے نماز پڑھ دیں۔ اس وقت آپ ﷺ تبوک کے لیے تیار ہو رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّا عَلٰى سَفَرٍ وَّ لٰكِنْ إِذَا رَجَعْنَا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ»

''ابھی تو ہم سفر پر ہیں، البتہ واپس آئے تو ان شاء اللہ!''

لیکن جب آپ تبوک سے واپسی میں ''ذی اوان'' میں اترے اور مدینہ ایک دن یا اس سے بھی کم وقت کے فاصلے پر رہ گیا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے نازل ہو کر مسجد کی اصل حقیقت بتائی اور نماز پڑھنے سے منع کیا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے آدمی بھیج کر اسے جلا کر مسمار کرا دیا۔ [2]

اہل مدینہ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کا استقبال جب مدینے کے آثار دکھائی دینے لگے تو نبی ﷺ نے فرمایا:

[1] دلائل النبوة للبيهقي:5/259. [2] دلائل النبوة للبيهقي:5/260.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

«هٰذِهِ طَابَةُ وَ هٰذَا أُحُدٌ، جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ»

”یہ رہا طابہ اور یہ رہا احد، یہ وہ پہاڑ ہے، جو ہم سے محبت کرتا ہے اور جس سے ہم محبت کرتے ہیں۔“[1]

ادھر لوگوں نے آپ کی آمد کی خبر سنی تو استقبال کے لیے عورتیں بچے اور بچیاں نکل پڑیں[2] جو یہ شعر گنگنا رہی تھیں:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ

”ہم پر ثنیۃ الوداع سے چودھویں کا چاند طلوع ہوا۔ جب تک پکارنے والا اللہ کو پکارے، ہم پر شکر واجب ہے۔“

آپ ﷺ تشریف لائے، مسجد میں داخل ہوئے، دو رکعت نماز پڑھی اور لوگوں سے ملنے کے لیے بیٹھ گئے۔

مخلفین جو منافقین پیچھے رہ گئے تھے، انھوں نے آ کر معذرت کی اور قسمیں کھائیں۔ آپ ﷺ نے ان کا ظاہر قبول کر لیا اور باطن اللہ کے حوالے کر دیا۔ تین سچے مومن بھی آئے جو پیچھے رہ گئے تھے اور یہ تھے:

کعب بن مالک، مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہم۔

انھوں نے سچ سچ کہا۔ کوئی عذر نہیں تراشا۔ نبی ﷺ نے حکم دیا کہ اللہ کے فیصلے کا انتظار کریں اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ ان سے بات نہ کریں، چنانچہ ان کے لیے لوگ بدل گئے، زمین انجانی ہو گئی، وہ اپنے آپ سے تنگ آ گئے اور دنیا اندھیر ہو گئی۔ چالیس دن گزرے تو مزید حکم آیا ”کہ اپنی عورتوں کے قریب بھی نہ جائیں۔“

پچاس دن پورے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی قبولیتِ توبہ کی آیت نازل کی، فرمایا:

[1] صحيح البخاري، الزكاة، باب خرص التمر، حديث:1481. [2] صحيح البخاري، المغازي، باب كتاب النبيﷺ إلى كسرىٰ و قيصر، حديث:4426.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

﴿وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝﴾

"اور اللہ نے ان تین آدمیوں (کی بھی توبہ قبول کی،) جن کا معاملہ مؤخر کر دیا گیا تھا، یہاں تک کہ جب زمین اپنی کشادگی کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی۔ ان کی جان پر بن آئی اور انھوں نے یقین کر لیا کہ اللہ سے (بھاگ کر) پناہ کی کوئی جگہ اور نہیں ہے، اگر ہے تو اسی کی طرف ہے تو اللہ نے ان پر مہربانی کی تاکہ وہ توبہ کریں۔ یقیناً اللہ توبہ قبول کرنے والا رحیم ہے۔"[1]

اس سے مسلمانوں اور پیچھے رہ جانے والوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ لوگوں نے ایک دوسرے کو خوش خبری اور مبارک باد دی۔ انعام دیے اور صدقے کیے اور یہ ان کی زندگی کا مبارک ترین دن تھا۔[2]

اس موقع پر بعض آیتوں نے منافقین کا بھانڈا پھوڑ دیا۔ ان کے جھوٹ کا راز کھول دیا اور سچے مومنین کو بشارتیں دیں۔ پس سب تعریف تمام جہانوں کے پروردگار کے لیے ہے۔[3]

رسول اللہ ﷺ رجب سنہ 9 ہجری میں تبوک سے واپس ہوئے۔ اسی مہینے نجاشی شاہ حبشہ "اصحمہ بن ابجر" نے وفات پائی۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینے میں ان کی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی۔

پھر شعبان 9 ہجری میں آپ ﷺ کی صاحب زادی حضرت امِ کلثوم رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔ آپ ﷺ نے ان کی جنازہ پڑھی، بقیع میں دفن فرمایا اور سخت غمگین ہوئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: «لَوْ كَانَتْ عِنْدِي ثَالِثَةٌ لَزَوَّجْتُكَهَا»

[1] التوبة 9:118. [2] صحيح البخاري، المغازي، باب حديث كعب بن مالك، حديث: 4418.
[3] سيرت ابن هشام: 2/515-537، وزادالمعاد: 3/2-13، وصحيح مسلم، الفضائل، باب في معجزات النبي ﷺ، حديث: 1392، وشرح نووي: 2/246، وفتح الباري: 8/110-126.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

"اگر میرے پاس تیسری لڑکی ہوتی تو اس کو بھی تمھی سے بیاہ دیتا۔" [1]

پھر ذی قعدہ 9 ہجری میں منافقوں کا سردار عبد اللہ بن اُبی فوت ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے دعائے مغفرت کی اور اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے سے آپ ﷺ کو روکنے کی کوشش کی مگر آپ نہ مانے، پھر قرآن کریم کی وہ آیت نازل ہوگئی، جس میں منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع کر دیا گیا۔ [2]

غزوات کے متعلق چند کلمات

جاہلیت میں جنگ کے معنی تھے، بغیر کسی رحم ومروت کے قتل وغارت گری، آتش زنی، اکھاڑ پچھاڑ، لوٹ مار، عورتوں کی بے حرمتی، زمین میں فساد، کھیتی باڑی اور جانوروں کی تباہ کاری لیکن اسلام نے آکر جنگ کے مطلب کو مکمل طور پر بدل دیا، چنانچہ اس نے جنگ کو مظلومین کی مدد، ظالموں کی سرکوبی، زمین پر امن وامان پھیلانے، عدل قائم کرنے، کمزوروں کو طاقتوروں کے چنگل سے چھڑانے، بندوں کو بندوں کی عبادت سے نکال کر اللہ کی عبادت کی طرف لگانے اور باطل ادیان کے ظلم سے اسلام کے عدل کی طرف لانے کا ذریعہ بنا دیا۔

عربوں کی عادت نہ تھی کہ کسی کے سامنے سر جھکائیں، خواہ جنگ کتنی ہی طول پکڑے اور قیمت بھی کتنی ہی زبردست چکانی پڑے، چنانچہ بکر وتغلب کے درمیان "جنگ بسوس" چالیس سال تک چلتی رہی اور فریقین کے کوئی ستر ہزار آدمی مارے گئے مگر کسی نے دوسرے کے سامنے سر نہ جھکایا۔ اوس وخزرج کی لڑائی سو سال سے زیادہ چلی مگر کسی نے بھی دوسرے کے سامنے سر نہ جھکایا۔ جنگ جاری رکھنا اور دشمن کے سامنے کبھی سر نہ جھکانا، اسلام سے پہلے عربوں کی معلوم ومعروف عادت تھی۔

[1] مجمع الزوائد: 83/9. [2] صحیح البخاري، التفسیر، باب قوله استغفرلهم ......، حدیث: 4671.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

پھر رسول اللہ ﷺ دینِ اسلام لے کر آئے تو عرب نے آپ ﷺ کا بھی اسی اسلوب سے سامنا کیا اور آپ کو بھی میدانِ جنگ تک گھسیٹ لائے لیکن آپ نے ایک دوسرے ہی اسلوب سے ان کا سامنا کیا جو نہایت حکیمانہ تھا، یہاں تک کہ ان کا ملک فتح کرنے سے پہلے ان کے دل جیت لیے۔ آپ کے غزوات میں کام آنے والوں کی تعداد اور ان غزوات کے نتائج کا تقابل جب جاہلیت میں پیش آنے والی جنگوں کے نتائج سے کیا جائے تو عجیب وغریب بات سامنے آتی ہے۔ آپ کے غزوات اور جنگوں میں قتل ہونے والے سارے مسلمان، مشرکین اور یہود ونصاریٰ کی تعداد مجموعی طور پر کم وبیش ایک ہزار بنتی ہے اور ان غزوات میں جو مدت صرف ہوئی وہ آٹھ سال سے زیادہ نہیں مگر اتنے تھوڑے عرصے میں اور اتنا معمولی سا خون بہا کر آپ نے تقریباً پورے جزیرۂ عرب کو اپنا تابع فرمان بنا لیا اور اس کے اطراف واکناف میں امن وامان کا دور دورہ ہو گیا۔

کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ تلوار کی قوت سے ممکن ہے؟ بالخصوص ان لوگوں کے لیے جو معمولی بات پر نہ ختم ہونے والی جنگ چھیڑ دیتے تھے اور ہزاروں پر ہزار افراد قربان کرتے جاتے تھے مگر یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ دوسرے فریق کے سامنے سر جھکائیں گے۔ ہرگز نہیں بلکہ آپ نے جو کچھ پیش فرمایا وہ نبوت اور رحمت تھی، رسالت اور حکمت تھی، دعوت اور معجزہ تھا اور اللہ کا فضل اور اس کی نعمتِ خاص تھی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

فرضیتِ حج (9 ہجری) اور حجۃ الوداع (10 ہجری)

عرب سمجھتے تھے کہ وہ دینِ ابراہیم پر ہیں اور اس دین کا جو شعار اب تک انھوں نے قائم رکھا تھا، وہ بیت اللہ شریف کا حج تھا، چنانچہ وہ ہر سال حج کا زبردست اہتمام کرتے تھے اور اس میں انھوں نے بہت سی تبدیلیاں کر کے کئی بدعتیں شامل کر لی تھیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے 8 ہجری میں مکہ فتح کیا اور حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو اس کا امیر مقرر کیا تو اس سال اُنھی کی امارت میں مسلمان اور مشرکین سب نے حج کیا، جیسا کہ وہ زمانۂ جاہلیت سے حج کرتے آرہے تھے، کوئی چیز تبدیل نہیں کی گئی لیکن اگلے سال 9 ہجری کا حج آیا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حج کا امیر بنا کر بھیجا کہ وہی لوگوں کو حج کرائیں۔ وہ ذیقعدہ 9 ہجری کے اواخر میں تین سو اہل مدینہ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ان کے ساتھ قربانی کے لیے رسول اللہ ﷺ کے بیس اور اپنے پانچ اونٹ تھے۔

اس کے بعد سورۂ براءت کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں، جن میں ان تمام مشرکین سے عہد توڑنے کا حکم تھا جنھوں نے اپنے عہد کی پاسداری نہیں کی تھی اور ان کو اور ان لوگوں کو جن کا سرے سے کوئی عہد ہی نہیں تھا، چار مہینے کی مہلت دی گئی تھی کہ اس دوران میں جس طرح چاہیں زمین میں گھوم پھر لیں تاکہ انھیں معلوم ہو جائے کہ وہ اللہ کو بے بس نہیں کر سکتے اور یہ کہ اللہ کافروں کو رسوا کر کے رہے گا، البتہ جو مشرکین اپنے عہد پر قائم تھے، انھوں نے اسے توڑا نہیں تھا اور مسلمانوں کے خلاف کسی کی مدد نہیں کی تھی، ان کا عہد پورا کرنے کا حکم دیا گیا۔

یہ آیات نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دے کر بھیجیں کہ وہ حجِ اکبر کے دن انھیں لوگوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

تک پہنچا دیں اور فرمایا کہ میری طرف سے میرا ہی آدمی اعلان کرے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ملاقات ضجنان[1] یا عرج[2] میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا ''امیر ہو یا مامور؟''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ''مامور'' چنانچہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھتے رہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا۔ جب (دس ذوالحجہ) قربانی کا دن آیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جمرہ کے پاس کھڑے ہو کر لوگوں پر ''سورۂ براءت'' کی ابتدائی آیات پڑھیں جس میں عہد توڑنے، مہلت دینے اور پابندی کرنے والوں کا عہد پورا کرنے کا حکم ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو بھیج کر یہ منادی کرائی کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرسکتا اور نہ کوئی ننگا آدمی بیت اللہ کا طواف کرسکتا ہے۔[3]

وفود، مبلغین اور دیگر عمال

قریش اور نبی ﷺ میں جو کشاکش برپا تھی، عرب اس کے نتیجے کا انتظار کررہے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ ''باطل قوت'' اور فتح کے ذریعے سے مسجد حرام پر قبضہ نہیں ہوسکتا۔ اصحاب فیل کا واقعہ زیادہ دور کی بات نہ تھی، لہٰذا جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد حرام میں داخلے کا شرف بخشا اور کفارِ مکہ پر غلبہ عطا فرما دیا تو آپ کے ''رسول برحق'' ہونے میں انھیں کوئی شبہ نہ رہا، چنانچہ فتح مکہ کے بعد آپ کی خدمت میں آنے والے عرب وفود کا تانتا بندھ گیا، جو آپ کی رسالت پر ایمان لاتے اور آپ کی اطاعت کا اقرار کرتے تھے۔ اس طرح لوگ اللہ کے دین میں فوج درفوج داخل ہونے لگے اور تھوڑے دنوں میں اسلامی

[1] ضَجْنَان: مکہ سے 25 میل شمال میں تہامہ کے اندر واقع ایک پہاڑ (معجم البلدان: 453/3).
[2] عَرْج: مکہ اور مدینہ کے مابین جادۂ حجاج پر ایک گھاٹی (معجم البلدان: 98/4). [3] صحیح البخاري، الصلاة، باب مایستر من العورة، حدیث:369، وسیرت ابن ھشام: 543/2-546، وزادالمعاد:3/25،26.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

حکومت کا رقبہ بحرِ احمر کے ساحل سے خلیج عربی کے ساحل تک، نیز جنوب میں اردن اور اطراف شام کے علاقے سے یمن اور عمان کے ساحل تک پھیل گیا اور نبی ﷺ اس دور دور تک پھیلے ہوئے ملک کا نظم ونسق ٹھیک کرنے میں لگ گئے۔ آپ ﷺ نے مبلغین بھیجے، حکام مقرر فرمائے، صدقات وصول کرنے والوں کو روانہ کیا اور لوگوں اور شہروں کا نظام جن قضاۃ وعمال کا محتاج ہوتا ہے، انھیں فراہم کیا۔ آئندہ سطروں میں ہم ان شاء اللہ حسب ضرورت ان سب کا ذکر کریں گے۔

عام الوفود جو وفود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے عام اہل سیر کے مطابق ان کی تعداد ستر سے زیادہ ہے۔ بعض اہل علم نے ان وفود کی صحیح تعداد معلوم کرنے کی کوشش کی، خواہ روایت ثابت ہو یا نہ ہو تو ان کی تعداد تقریباً سو تک پہنچ گئی۔ ان وفود کی آمد فتح مکہ سے پہلے شروع ہو چکی تھی اور بعض وفود تو ہجرت کے ابتدائی سالوں میں آئے تھے بلکہ بعض ہجرت سے بھی پہلے آئے تھے لیکن ان کی آمد کا عام سلسلہ اور پے در پے شکل میں، فتح مکہ کے بعد 9 ہجری میں شروع ہوا اور یہ سلسلہ 10 ہجری بلکہ اس کے بھی بعد تک جاری رہا، اسی لیے 9 ہجری کو وفود کا سال کہا جاتا ہے۔

یہ وفود زیادہ تر قبائل کے سردار، رؤسا اور اہل حل وعقد پر مشتمل ہوتے تھے اور بسا اوقات آدمی تنہا یا چھوٹی سی جماعت کے ہمراہ آتا تھا۔

پھر ان وفود کے آنے کا مقصد، ہر وفد کے اعتبار سے الگ الگ ہوتا تھا۔ کوئی قیدیوں اور گرفتاروں کو چھڑانے آتا تھا، جیسا کہ وفد ہوازن اور وفد تمیم کے ذکر میں گزرا تو کوئی فقط اپنے لیے یا اپنے اور اپنی قوم دونوں کے لیے امان کا طالب بن کر آیا۔ کوئی فخر ومباہات یا مناظرے اور مجادلے کے لیے آیا۔ کوئی یہ گزارش کرنے آیا کہ اسلامی لشکر واپس چلا جائے تاکہ اس کی قوم پر حملہ نہ ہو۔ کسی نے آکر اطاعت اور جزیہ ادا کرنے کا اقرار کیا۔ کسی نے آکر اسلام میں اپنی رغبت ظاہر کی اور اپنی قوم سے بھی اسی توقع کا اظہار کیا۔ کوئی مسلمان، فرمانبردار اور اپنی قوم کا نمائندہ بن کر آیا اور کسی نے اسلامی تعلیمات واحکام جاننے کی رغبت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ظاہر کی۔

ادھر رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جس بشاشت اور کریمانہ اخلاق والا بنا کر پیدا فرمایا تھا، اس کے مطابق آپ ان وفود کا استقبال فرماتے تھے، انھیں خوش کن تحائف سے نوازتے تھے، اسلام کی ترغیب دیتے تھے اور ایمان اور شریعت کی باتیں سکھاتے تھے کہ وہ اپنے بعد آنے والوں کو سکھائیں۔ درحقیقت یہ وفود صحراؤں میں رہنے والے بدوؤں کے اندر دین کو تیزی سے پھیلانے کا اہم ذریعہ تھے، چنانچہ ان کے نتائج، اغراض ومقاصد کے تنوع اور اسباب و وجوہ کے اختلاف کے باوجود یہ نکلتے تھے کہ پہلے وفد میں آنے والوں نے اسلام قبول کیا، پھر جلد یا تھوڑے ہی دنوں بعد ان کی قوم نے بھی اسلام قبول کرلیا۔ اس سے صرف چند وفود مستثنیٰ ہیں، مثلاً: بنوحنیفہ اور مسیلمہ کذاب کا وفد۔ اب ذیل میں چند اہم وفود کا ذکر کیا جاتا ہے:

قبیلہ عبدالقیس کا وفد یہ لوگ مشرقی عرب کے باشندے تھے اور مدینے سے باہر پہلے پہل انھی نے اسلام قبول کیا تھا، چنانچہ مسجد نبوی کے بعد سب سے پہلا جمعہ اُنھی کی مسجد میں ادا کیا گیا جو بحرین کے ''جواثی'' نامی گاؤں میں تھی۔ [1] بنوعبدالقیس کا وفد دو مرتبہ آیا۔ ایک مرتبہ 5 ہجری میں اور ایک مرتبہ وفود کے سال، پہلی بار آنے والے افراد کی تعداد تیرہ یا چودہ تھی۔ یہ لوگ جب مدینہ پہنچے اور نبی ﷺ کو دیکھا تو مسجد کے دروازے ہی پر اپنی سواریوں سے کود پڑے، لپک کر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور سلام کیا۔ ان کے ساتھ ایک شخص منذر بن عائذ بن حارث الاشج تھا، جو عمر میں سب سے چھوٹا تھا، اس نے سواریوں کے پاس رک کر انھیں بٹھایا۔ سامان اکٹھا کیا۔ دو سفید کپڑے نکال کر پہنے، پھر اطمینان سے چل کر آیا اور نبی ﷺ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ فِيكَ لَخَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللّٰهُ: الْحِلْمُ وَالْأَنَاةُ»

[1] صحيح البخاري، الجمعة، باب الجمعة في القرى والمدن، حديث:892.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

’’تم میں دو خصلتیں ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے: ’’دور اندیشی اور بردباری۔‘‘[1]

نبی ﷺ نے ان کے مدینہ پہنچنے سے پہلے فرمایا تھا:

«سَيَطْلُعُ عَلَيْكُمْ رَكْبٌ هُمْ خَيْرُ أَهْلِ الْمَشْرِقِ، لَمْ يُكْرَهُوا عَلَى الْإِسْلَامِ، قَدْ أَنْضَوُا الرَّكَائِبَ وَ أَفْنَوُا الزَّادَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِ الْقَيْسِ»

’’تم پر ایک قافلہ نمودار ہوگا، جو اہل مشرق میں سب سے بہتر ہے، جسے اسلام پر مجبور نہیں کیا گیا۔ انھوں نے اپنی سواریاں تھکائیں اور اپنا توشہ ختم کیا۔ اے اللہ! عبدالقیس کو بخش دے۔‘‘ پھر جب وفد آ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَرْحَبًا بِكُمْ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامٰى» ’’خوش آمدید ہو، نہ رسوا ہوئے نہ نادم۔‘‘

انھوں نے آپ سے ایسی فیصلہ کن بات پوچھی، جس پر خود بھی عمل کریں اور ان لوگوں کو بھی باخبر کریں، جنھیں پیچھے چھوڑ آئے تھے۔ آپ ﷺ نے انھیں چار باتوں کا حکم دیا جو یہ ہیں:

«شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ»

«لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰه» کی گواہی دینا۔

«وَ إِقَامُ الصَّلَاةِ» ’’نماز قائم کرنا۔‘‘

«وَ إِيتَاءُ الزَّكَاةِ» ’’زکاۃ دینا۔‘‘

«وَ صَوْمُ رَمَضَانَ» ’’رمضان کے روزے رکھنا۔‘‘

ابھی چونکہ حج فرض نہیں ہوا تھا، اس لیے اس کا حکم نہیں دیا، البتہ فرمایا کہ مالِ غنیمت سے پانچواں حصہ ادا کریں۔ انھیں نشہ آور مشروبات کی ممانعت بھی فرمائی جو وہ بکثرت پیتے تھے اور ان برتنوں کے استعمال سے بھی منع فرمایا، جن میں وہ شراب بنایا کرتے تھے۔[2]

دوسری بار وفدِ عبدالقیس کی آمد ان کے چالیس آدمی آئے جن میں جارود بن علاء

[1] صحیح مسلم، الإیمان، باب الأمر بالإیمان باللہ تعالٰی ورسولہ ﷺ......، حدیث: 18.

[2] صحیح البخاري، الإیمان، باب أداء الخمس من الإیمان، حدیث: 53.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عبدی بھی تھے۔ یہ نصرانی تھے۔ یہاں آ کر مسلمان ہو گئے اور ان کا اسلام اچھا رہا۔[1]

سعد بن بکر کے رئیس ضمام بن ثعلبہ کی آمد یہ بادیہ (جنگل) کے رہنے والے تھے۔ اکھڑ مزاج تھے۔ دو چوٹیاں رکھے ہوئے تھے۔ مدینہ پہنچے۔ مسجد نبوی میں اپنی اونٹنی باندھی پھر کہا:

''تم میں ابن عبدالمطلب کون ہے؟''

لوگوں نے بتایا تو آپ ﷺ کے قریب آئے اور کہا:

''اے محمد! میں آپ سے پوچھوں گا اور پوچھنے میں آپ پر سختی کروں گا۔ مجھ پر اپنے جی میں خفا نہ ہوں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: «سَلْ مَا بَدَا لَكَ» ''جو چاہو سو پوچھو۔''

انھوں نے کہا: ''ہمارے پاس آپ کا قاصد آیا۔ اس نے بتایا کہ آپ کہتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: «صَدَقَ» ''اس نے سچ کہا۔''

انھوں نے پوچھا: ''اچھا تو آسمان کس نے پیدا کیے؟''

آپ نے فرمایا: ''اللہ نے۔'' انھوں نے کہا: ''اچھا تو زمین کس نے پیدا کی؟''

آپ نے فرمایا: ''اللہ نے۔''

انھوں نے کہا: ''اچھا یہ پہاڑ کس نے نصب کیے؟ اور اس میں جو کچھ بنایا کس نے بنایا؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے۔''

انھوں نے کہا: ''تو اس ذات کی قسم جس نے آسمان پیدا کیے، زمین پیدا کی اور ان پہاڑوں کو نصب کیا، کیا اللہ نے آپ کو رسول بنایا ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: «نَعَمْ» ''ہاں!''

[1] فتح الباري: 86,85/8، وشرح نووي: 33/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

انھوں نے کہا: ''آپ کے قاصد کا یہ بھی کہنا ہے کہ ہم پر دن رات میں پانچ نمازیں (فرض) ہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: «صَدَقَ» ''اس نے سچ کہا۔''

انھوں نے کہا: ''تو اس ذات کی قسم جس نے آپ کو رسول بنایا، کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: «نَعَمْ» ''ہاں!''

انھوں نے کہا: ''آپ کے قاصد کا یہ بھی کہنا ہے کہ ہم پر ہمارے اموال پر زکاۃ دینا فرض ہے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: «صَدَقَ» ''اس نے سچ کہا۔''

انھوں نے کہا: ''تو اس ذات کی قسم جس نے آپ کو رسول بنایا، کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: «نَعَمْ» ''ہاں!''

انھوں نے کہا: ''آپ کے قاصد کا یہ بھی کہنا ہے کہ ہم پر سال میں رمضان کے مہینے کے روزے فرض ہیں۔'' آپ نے فرمایا: «صَدَقَ» ''اس نے سچ کہا۔''

انھوں نے کہا: ''تو اس ذات کی قسم جس نے آپ کو رسول بنایا، کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟'' آپ نے فرمایا: «نَعَمْ» ''ہاں!''

انھوں نے کہا: ''آپ کے قاصد کا یہ بھی کہنا ہے کہ ہم میں جو بیت اللہ تک راستے کی طاقت رکھتا ہو اس پر حج فرض ہے۔''

آپ نے فرمایا: «صَدَقَ» ''اس نے سچ کہا۔''

انھوں نے کہا: ''تو اس ذات کی قسم جس نے آپ کو رسول بنایا، کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ آپ نے فرمایا: «نَعَمْ» ''ہاں!''

پھر اس نے پیٹھ پھیری اور کہا: ''اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں اس پر نہ زیادتی کروں گا اور نہ اس میں کمی کروں گا۔''

نبی ﷺ نے فرمایا: «لَئِنْ صَدَقَ لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ»

''اگر اس نے سچ کہا ہے تو یقیناً جنت میں داخل ہوگا۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

پھر جب وہ مسلمان ہو کر اپنی قوم میں گئے اور اُسے بتایا کہ نبی ﷺ نے کس بات کا حکم دیا ہے اور کس چیز سے روکا ہے تو ان کی قوم میں کوئی مرد اور کوئی عورت ایسی نہ تھی، جو مسلمان نہ ہو گئی ہو، پھر انھوں نے مسجدیں بنائیں اور نماز کے لیے اذان کہی، لہٰذا کوئی بھی آنے والا ضمام بن ثعلبہ سے بہتر نہ تھا۔[1]

عذرہ اور بَلِیّ کا وفد صفر 9 ہجری میں بنو عذرہ کے بارہ آدمی آئے، قصی سے اپنی قرابت کا ذکر کیا اور بنوبکر و بنوخزاعہ کو مکے سے نکالنے میں اس کی جو مدد کی تھی، وہ یاد دلائی۔ آپ ﷺ نے انھیں مرحبا کہا، ملک شام فتح ہونے کی بشارت دی اور کاہنوں سے (قسمت کا حال) پوچھنے اور استھانوں کے ذبیحوں سے منع کیا۔ وہ لوگ مسلمان ہو گئے اور چند دن ٹھہر کر واپس چلے گئے۔ ان کے بعد ربیع الاول 9 ہجری میں بَلِیّ کا وفد آیا۔ یہ لوگ بھی مسلمان ہو گئے اور تین دن ٹھہر کر واپس چلے گئے۔

بنو اسد بن خزیمہ کا وفد 9 ہجری کے شروع میں ان کے دس آدمی آئے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کچھ صحابہ کے ساتھ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ ان لوگوں نے سلام کیا، پھر ان کے ترجمان نے کہا:

> ''اے اللہ کے رسول! ہم نے شہادت دی کہ اللہ ''وحدہ لاشریک'' ہے اور آپ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اور اے اللہ کے رسول! آپ نے ہمارے پاس کسی کو نہیں بھیجا، پھر بھی ہم نے آ کر اسلام قبول کر لیا اور بنو فلاں کی طرح آپ سے لڑائی نہیں کی اور ہمارے پیچھے جو لوگ ہیں ہم ان کے لیے پیغام صلح ہیں۔''

اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا ۖ قُل لَّا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُم ۖ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝﴾

[1] صحيح البخاري، العلم، باب القراءة والعرض على المحدث، حديث: 63، جامع الترمذي، الزكاة، باب ما جاء إذا أديت الزكاة فقد قضيت ما عليك حديث:619 وغيره.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

’’وہ تم پر احسان جتاتے ہیں کہ مسلمان ہو گئے۔ تم کہو کہ مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ جتاؤ بلکہ اللہ تم پر یہ احسان جتاتا ہے کہ اگر تم واقعی سچے ہو تو اس نے تمھیں ایمان کی ہدایت دی ہے۔‘‘ [1]

انھوں نے جاہلیت کے کچھ کاموں کے متعلق پوچھا، مثلاً: ’’فال گیری کے لیے چڑیا بھگانا، کہانت کرنا اور کنکری مارنا۔‘‘ آپ ﷺ نے ان سب باتوں سے منع کیا۔

انھوں نے رمل کے متعلق پوچھا۔ آپ نے فرمایا:

«عَلِمَهُ نَبِيٌّ، فَمَنْ صَادَفَ مِثْلَ عِلْمِهِ فَذَاكَ، وَ إِلَّا فَلَا، وَ مَعْلُومٌ أَنَّ الْمُصَادَفَةَ مُسْتَحِيلَةُ الْمَعْرِفَةِ، وَ كُلُّ هٰذِهِ الْأَعْمَالِ مِنَ التَّخَرُّصِ عَلَى الْغَيْبِ»

’’اسے ایک نبی جانتے تھے۔ اب اگر کسی کا علم اس نبی کے مطابق ہو تو ٹھیک ہے ورنہ نہیں اور یہ بات طے ہے کہ اب مطابقت کا جاننا محال ہے اور یہ سارے اعمال غیب میں اندازہ لڑانے کے سوا کچھ نہیں۔‘‘

اس وفد نے چند دن ٹھہر کر فرائض سیکھے پھر واپس ہو گیا۔ اسے تحائف سے بھی نوازا گیا۔

تجیب کا وفد تجیب قبیلہ کندہ کی ایک شاخ ہے۔ یہ لوگ اپنی قوم کے وہ صدقات جو ان کے فقرا سے بچ رہے تھے، لے کر آئے۔ رسول اللہ ﷺ کو ان کے اس عمل سے خوشی ہوئی اور آپ ﷺ نے ان کا اعزاز واکرام کیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ’’ہمارے پاس اس جیسا عرب کا کوئی وفد نہیں آیا۔‘‘

نبی ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ الْهُدٰى بِيَدِ اللّٰهِ، فَمَنْ أَرَادَ بِهِ خَيْرًا شَرَحَ صَدْرَهُ لِلْإِيمَانِ»

’’ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ ایمان کے لیے کھول دیتا ہے۔‘‘

[1] الحجرات 17:49.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

یہ لوگ قرآن اور سنتوں کو پوچھتے اور سیکھتے رہے، پھر واپسی کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں افضل ترین تحفے دیے اور پوچھا کہ کیا کوئی آدمی باقی رہ گیا ہے؟ انھوں نے بتایا کہ ''ایک لڑکا ہم نے ڈیرے میں چھوڑ رکھا ہے، وہ ہم میں سب سے کم عمر ہے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: «أَرْسِلُوهُ» ''اسے بھی بھیجو۔''

وہ آیا تو عرض پرداز ہوا کہ ''اے اللہ کے رسول! میں اسی جماعت سے ہوں جو ابھی آپ کے پاس آئی تھی۔ آپ نے ان کی ضرورت پوری کر دی، اب میری ضرورت بھی پوری کیجیے۔''

آپ نے پوچھا: «وَمَا حَاجَتُكَ؟» ''تمھاری ضرورت کیا ہے؟''

اس نے کہا: ''آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے بخش دے، مجھ پر رحم کرے اور میرے دل کو غنی کر دے۔''

آپ نے اس کے لیے مطلوبہ دعا کر دی اور دوسرے ساتھیوں جیسے تحفے دینے کا حکم دیا، چنانچہ یہ سب سے زیادہ قناعت پسند انسان ہوا۔ زمانۂ ارتداد میں نہ صرف اسلام پر ثابت قدم رہا بلکہ اپنی قوم کو بھی وعظ ونصیحت کی، چنانچہ وہ بھی اسلام پر جمی رہی۔

بنی فزارہ کا وفد یہ وفد نبی ﷺ کی تبوک سے واپسی کے بعد آیا۔ بیس سے کچھ زیادہ آدمی تھے۔ اسلام کے اقراری اور قحط کے مارے ہوئے۔

نبی ﷺ نے ان سے علاقے کا حال پوچھا تو قحط سالی کی شکایت کی اور عرض کی ''اللہ سے دعا کر دیں کہ ہم پر بارش برسائے اور آپ ہمارے لیے اپنے رب سے سفارش کر دیں اور آپ کا رب ہمارے لیے آپ سے سفارش کر دے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا:

«سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَيْلَكَ هٰذَا أَنَا أَشْفَعُ إِلٰى رَبِّي، فَمَنْ ذَالَّذِي يَشْفَعُ رَبُّنَا إِلَيْهِ؟ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ، وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

فَهِيَ تَئِطُّ مِنْ عَظَمَتِهِ وَ جَلَالِهِ كَمَا يَئِطُّ الرَّحْلُ الْحَدِيثُ»

''سبحان اللہ! تم پر افسوس، یہ کیا کہہ رہے ہو۔ میں تو اپنے رب سے سفارش کروں گا لیکن ایسا کون ہے جس سے ہمارا رب سفارش کرے؟ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اعلیٰ وعظیم ہے۔ اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو گھیرے ہوئے ہے اور وہ اس کے عظمت وجلال سے اس طرح چرچراتی ہے جیسے نیا کجاوہ چرچراتا ہے۔''

اس کے بعد آپ ﷺ نے منبر پر چڑھ کر اللہ سے دعا کی اور اللہ نے انھیں بھرپور بارش اور رحمتِ کامل سے نوازا۔[1]

نجران کا وفد ''نجران'' یمن کی حدود پر ایک بڑا سا علاقہ ہے جس کی لمبائی تیز رفتار سوار ایک دن میں طے کر سکتا ہے۔ یہ تہتر (73) بستیوں پر مشتمل تھا[2] اور اس میں ایک لاکھ بیس ہزار جنگی جوان تھے جو سب کے سب عیسائی تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے اُن کے ''اُسقف'' کو خط لکھ کر اسلام کی دعوت دی وہ خط پڑھ کر گھبرا گیا۔ پہلے خواص سے پھر عوام سے مشورہ کیا۔ رائے یہ قرار پائی کہ ایک وفد ارسال کریں، جو اس مسئلے کو حل کرے، چنانچہ انھوں نے ساٹھ ارکان پر مشتمل ایک وفد بھیجا۔ یہ لوگ نبی ﷺ کے پاس اس حالت میں پہنچے کہ دھاری دار یمنی کپڑے کے جوڑے زیب تن کیے ہوئے تھے اور انھیں گھسیٹ رہے تھے۔ ریشمی چادریں اوڑھ رکھی تھیں اور سونے کی انگوٹھیاں پہنے ہوئے تھے۔ نبی ﷺ نے اُن سے بات نہ کی۔ انھیں بعض کبار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے مشورہ دیا کہ کپڑے بدل دیں اور انگوٹھیاں اتار دیں۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان سے بات کی اور انھیں اسلام کی دعوت دی۔ انھوں نے انکار کیا اور کہا کہ ہم آپ سے پہلے سے مسلمان ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«يَمْنَعُكُمْ عَنِ الْإِسْلَامِ ثَلَاثٌ: عِبَادَتُكُمُ الصَّلِيبَ وَ أَكْلُكُمْ لَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَ زَعْمُكُمْ أَنَّ لِلّٰهِ وَلَدًا»

① زادالمعاد:3/48. ② فتح الباري:8/94.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

''تمھیں اسلام سے تین چیزیں روکتی ہیں: 1 صلیب کی عبادت۔ 2 سُور کھانے کی عادت۔ 3 اور تمھارا یہ خیال کہ اللہ کا بیٹا بھی ہے۔''

انھوں نے کہا: ''تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مثل کون ہے جو بغیر باپ کے پیدا کیا گیا ہو؟''

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں:

﴿إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ○ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُن مِّنَ الْمُمْتَرِينَ ○ فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ○﴾

''بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم جیسی ہے۔ اللہ نے اسے مٹی سے پیدا کیا، پھر اس سے کہا: ہو جا تو وہ ہو گیا۔ حق آپ کے رب کی طرف سے ہے۔ پس آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔ پھر تمھارے پاس علم آ جانے کے بعد جو کوئی تم سے اس (عیسیٰ علیہ السلام) کے بارے میں حجت کرے تو اس سے کہہ دو کہ آؤ! ہم بلائیں اپنے اپنے بیٹوں کو اور اپنی اپنی عورتوں کو اور خود اپنے آپ کو، پھر مباہلہ کریں (اللہ سے گڑگڑا کر دعا کریں،) پس جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ٹھہرائیں۔''[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کی تلاوت کی اور انھیں مباہلے کی دعوت دی۔ انھوں نے مہلت مانگی، باہم مشورہ کیا اور کہا: ''اگر یہ واقعی نبی ہے اور ہم نے اس سے ''ملاعنت'' کی تو ہمارا کوئی بال اور کوئی ناخن بھی تباہی سے نہ بچ سکے گا۔'' چنانچہ وہ حسب ذیل جزیہ دینے پر راضی ہو گئے۔ ہزار جوڑے (لباس) صفر میں اور ہزار جوڑے رجب میں اور ہر جوڑے کے ساتھ ایک اوقیہ (چالیس درہم) چاندی اور آپ نے ان کے لیے ذمہ، امان اور دین کی آزادی منظور فرمائی، پھر انھوں نے کہا: ''ہمارے ساتھ امانت دار آدمی بھیج دیں۔''

[1] آل عمران 3:59-61.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

آپ ﷺ نے ابو عبیدہ عامر بن جراح رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا اور یہیں سے ان کا لقب ''امین الامت'' پڑ گیا۔

نجران واپسی کے دوران میں وفد کے دو آدمی مسلمان ہو گئے، پھر ان میں اسلام پھیلتا گیا، یہاں تک کہ سب کے سب مسلمان ہو گئے۔[1]

اہلِ طائف کا وفد رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ حنین کے بعد طائف کا محاصرہ کر لیا تھا، پھر انھیں ان کی جگہ چھوڑ کر واپس آ گئے تھے۔ جب آپ واپس ہوئے تو عروہ بن مسعود ثقفی آپ کے پیچھے پیچھے آیا اور مدینہ پہنچنے سے پہلے آپ سے ملا اور مسلمان ہو گیا، پھر واپس جا کر اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی۔ یہ ان کی نظر میں اپنی لڑکیوں اور عورتوں سے بھی زیادہ محبوب تھا، اس لیے اس کا خیال تھا کہ لوگ اس کی اطاعت کریں گے لیکن لوگوں نے ہر جانب سے تیر چلا کر اسے جان سے مار ڈالا، پھر آپس میں مشورہ کیا اور محسوس کیا کہ ان میں گردو پیش کے عربوں سے جنگ کی طاقت نہیں، لہٰذا عبدِ یالیل بن عمرو کو دوسرے پانچ اشراف کے ساتھ مدینہ روانہ کیا۔ یہ رمضان 9 ہجری کی بات ہے۔ جب وہ مدینہ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے مسجد کے ایک گوشے میں ان کے لیے خیمہ نصب کرایا تاکہ وہ قرآن سنیں اور لوگوں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھیں۔

یہ لوگ ٹھہر کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آتے جاتے رہے اور آپ اُنھیں برابر اسلام کی دعوت دیتے رہے مگر وہ مسلمان نہیں ہو رہے تھے۔ انھوں نے آپ ﷺ سے گزارش کی کہ آپ انھیں زنا کاری، شراب نوشی اور سود خوری کی اجازت دیں اور یہ کہ وہ ''لات'' کو نہیں ڈھائیں گے۔ ان سے نمازیں معاف رکھیں گے اور ان کے ہاتھوں ان کے بت نہ تڑوائیں گے۔ آپ ﷺ نے ان تمام باتوں کو ماننے سے صاف انکار کر دیا۔ بالآخر انھوں نے آپ ﷺ کی بات مان لی اور مسلمان ہو گئے، البتہ یہ شرط لگائی کہ ''لات'' کو ڈھانے کا انتظام آپ خود فرمائیں۔ ثقیف اسے اپنے ہاتھوں ہرگز مسمار نہ کریں گے۔ آپ نے یہ

[1] فتح الباري: 95,94/8، وزادالمعاد: 3/38-41.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بات منظور فرمالی۔

حضرت عثمان بن ابو العاص ثقفی رضی اللہ عنہ اس وفد کے سب سے کم عمر ممبر تھے، لہٰذا یہ لوگ انھیں ڈیرے ہی میں چھوڑ جایا کرتے تھے مگر یہ لوگ جب آتے تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر قرآن پڑھتے اور اگر آپ کو سویا ہوا دیکھتے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پڑھتے، یہاں تک کہ بہت سا قرآن انھوں نے یاد کر لیا مگر اپنے ساتھیوں سے چھپائے رکھا۔ جب وہ لوگ مسلمان ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھی کو ان کا امیر بنا دیا کیونکہ انھیں اسلام، قراءت قرآن اور دین سیکھنے کی رغبت تھی۔

وفد اپنی قوم میں واپس گیا تو ان سے اپنا ایمان چھپائے رکھا اور جنگ وقتال کا خوف دلایا۔ کہا کہ ہم ایک سخت اور تند مزاج آدمی کے پاس گئے تھے، جو تلوار کے زور سے غالب آ گیا ہے اور لوگ اس کے تابع فرمان ہو گئے ہیں۔ اس نے ہمارے سامنے سخت باتیں پیش کی ہیں۔ مثال میں زنا کاری، شراب نوشی اور سود خوری وغیرہ چھوڑنے کا ذکر کیا اور بتایا کہ اگر اسے تسلیم نہ کیا تو وہ ہم سے جنگ کرے گا۔ اس پر انھیں نخوت وتکبر نے طیش دلایا اور وہ دو تین روز تک جنگ کی تیاری کرتے رہے۔

پھر اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور انھوں نے وفد سے کہا: ''واپس جاؤ اور جو کچھ اس نے مانگا ہے، اسے دے دو۔''

وفد نے کہا: ''ہم اس سے طے کر آئے ہیں اور مسلمان ہو چکے ہیں۔''

اس پر ثقیف بھی مسلمان ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید اور مغیرہ بن شعبہ ثقفی رضی اللہ عنہما کو کچھ آدمیوں کے ساتھ ''لات'' کو مسمار کرنے کے لیے طائف بھیجا۔ انھوں نے بت توڑ ڈالا اور عمارت مسمار کر دی۔[1]

بنو عامر بن صَعصَعہ کا وفد اس وفد میں اللہ کا دشمن عامر بن طفیل بھی تھا، جس نے

[1] سیرت ابن ہشام: 2/537-542، وزادالمعاد: 3/26-28.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اصحاب بئر معونہ کے ساتھ دھوکا کیا تھا اور اربد بن قیس اور جبار بن اسلم بھی تھے۔ یہ اپنی قوم کے سردار اور شیاطین تھے۔ عامر اور اربد بن قیس نے نبی ﷺ کے قتل کا منصوبہ بنایا تھا۔ جب یہ لوگ مدینہ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں اسلام کی دعوت دی۔ عامر نے جو وفد کا ترجمان تھا، کہا:

''میں آپ کو تین باتوں کا اختیار دیتا ہوں۔''

1. آپ کے لیے وادی کے باشندے ہوں اور میرے لیے بادیہ کے۔
2. یا میں آپ کے بعد آپ کا خلیفہ بن جاؤں۔
3. ورنہ میں غطفان کو ایک ہزار گھوڑوں اور ایک ہزار گھوڑیوں سمیت آپ پر چڑھا لاؤں گا۔[1]

رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے کوئی بات نہ مانی اور دعا کی ''اے اللہ! عامر کے مقابلے کے لیے مجھے کافی ہو اور اس کی قوم کو ہدایت دے۔''

ادھر جس وقت عامر باتیں کر رہا تھا، اربد گھوم کر نبی ﷺ کے پیچھے گیا اور اپنی تلوار میان سے ایک بالشت نکالی مگر اللہ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور وہ تلوار سونتنے پر قادر ہی نہ ہو سکا۔

جب یہ لوگ واپس ہوئے تو راستے میں عامر اپنی قوم بنوسلول کی ایک عورت کے پاس اترا اور اُسی کے گھر میں سو گیا۔ اسی دوران اللہ نے اس پر طاعون بھیج دیا اور اس کے حلق میں گلٹی نکل آئی۔

اس نے کہا: ''اونٹ کی گلٹی جیسی گلٹی اور ایک سلولی عورت کے گھر میں موت۔ میرے پاس میرا گھوڑا لاؤ۔'' چنانچہ وہ سوار ہوا اور گھوڑے ہی پر مر گیا۔[2]

ادھر اربد اور اس کے اونٹ پر اللہ نے بجلی بھیج دی، دونوں جل مرے اور اس بارے میں اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

[1] صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الرجيع ورعل......، حديث: 4091، وفتح الباري: 446/7. [2] صحيح البخاري، المغازي، باب، غزوة الرجيع و رعل وذكوان......، حديث:4091.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

﴿ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلَٰئِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَشَاءُ وَهُمْ يُجَادِلُونَ فِي اللَّهِ وَهُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ ○ ﴾

''وہ بجلی بھیجتا ہے پس اس کو جس پر چاہتا ہے گراتا ہے اور وہ لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں حالانکہ وہ سخت پکڑنے والا ہے۔''[1]

ان دونوں کا قصہ انھی کے قبیلے بنو عامر کے ایک صحابی حضرت موئلہ بن جمیل رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ یہ بھی نبی ﷺ کے پاس آئے تھے اور مسلمان ہو گئے تھے۔ ان کی عمر بیس سال تھی۔ انھوں نے بیعت کی، آپ کا داہنا ہاتھ چھوا اور اپنے اونٹ نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کیے۔ آپ نے دو سالہ مادہ اونٹنی صدقے میں لی۔ اس کے بعد وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے اور بحالتِ اسلام سو سال زندہ رہے۔ انھیں ان کی فصاحت کے سبب ''دو زبانوں والا'' کہا جاتا تھا۔

بنو حنیفہ کا وفد یہ وفد 9 ہجری میں آیا۔ اس میں مسیلمہ کذاب سمیت سترہ افراد تھے۔ یہ لوگ ایک انصاری کے گھر اترے، پھر خدمتِ نبوی میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے، البتہ مسیلمہ کذاب کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ بھی مسلمان ہو گیا تھا۔ مزید کہا جاتا ہے کہ وہ پیچھے رہ گیا تھا اور خدمتِ نبوی میں حاضر ہی نہ ہوا تھا اور کہتا تھا:

''اگر محمد (ﷺ) نے اپنے بعد کاروبارِ حکومت مجھے سونپنا طے کر دیا تو میں اس کی پیروی کروں گا۔''

اس سے قبل نبی ﷺ یہ خواب دیکھ چکے تھے کہ آپ ﷺ کے پاس روئے زمین کے خزانے لا کر رکھ دیے گئے ہیں اور اس میں سے سونے کے دو کنگن آپ کے ہاتھ میں آ پڑے ہیں۔ آپ کو یہ دونوں بہت گراں اور تکلیف دہ محسوس ہوئے۔ آپ کو وحی کی گئی کہ ان دونوں کو پھونک دیجیے، چنانچہ آپ نے پھونک دیا تو وہ دونوں اڑ گئے۔

اس کی تعبیر آپ ﷺ نے یہ فرمائی کہ آپ کے بعد دو کذاب (پرلے درجے کے

[1] الرعد 13:13.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جھوٹے) نمودار ہوں گے، چنانچہ نبی ﷺ مسیلمہ کے پاس آئے۔ آپ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک شاخ تھی اور آپ کے ہمراہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ مسیلمہ کے سر پر جا کھڑے ہوئے جو اپنے ساتھیوں کے درمیان تھا۔ آپ نے اس سے گفتگو کی۔

مسیلمہ نے کہا: ''اگر آپ چاہیں تو ہم حکومت آپ ہی کے ہاتھ میں رہنے دیں گے لیکن اپنے بعد اسے ہمارے لیے طے فرما دیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَوْ سَأَلْتَنِي هٰذِهِ الْقِطْعَةَ مَا أَعْطَيْتُكَهَا، وَلَنْ تَعْدُوَ أَمْرَ اللّٰهِ فِيكَ، وَ لَئِنْ أَدْبَرْتَ لَيَعْقِرَنَّكَ اللّٰهُ، وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَرَاكَ الَّذِي أُرِيتُ فِيهِ مَا رَأَيْتُ، وَ هٰذَا ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ يُجِيبُكَ عَنِّي»

''اگر تم مجھ سے (کھجور کا) یہ ٹکڑا بھی چاہو گے تو تمھیں نہ دوں گا۔ تم اپنے بارے میں اللہ کے مقرر کیے ہوئے فیصلے سے آگے نہیں جا سکتے۔ اگر تم نے پیٹھ پھیری تو اللہ تمھیں توڑ کر رکھ دے گا۔ واللہ! میں تمھیں وہی شخص سمجھتا ہوں، جس کے بارے میں مجھے (خواب میں) پوری تفصیل سے دکھلایا گیا ہے اور یہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ ہیں جو تمھیں میری طرف سے جواب دیں گے، پھر آپ ﷺ واپس تشریف لے آئے۔''[1]

وفد واپس گیا تو مسیلمہ کچھ دن ٹھہرا رہا۔ اُس نے دعویٰ کیا کہ اسے نبی ﷺ کے ساتھ ''کارِ نبوت'' میں شریک کر لیا گیا ہے، چنانچہ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ سجعات (مقفّی کلام) گھڑنے لگا اور اپنی قوم کے لیے شراب اور زنا حلال کر دیا۔ قوم بھی فتنے میں پڑ گئی اور اس کا معاملہ سنگین ہو گیا۔ ابھی یہ صورتِ حال جاری تھی کہ رسول اللہ ﷺ انتقال فرما گئے۔ اس کی قوم مزید فتنے میں مبتلا ہو گئی۔ آخر کار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لشکر بھیجے۔ ان میں اور مسلمانوں میں سخت لڑائیاں ہوئیں۔ مسیلمہ اور اس کا بیشتر لشکر مارا گیا۔ اس کا قاتل وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ تھا، جس نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو

[1] صحيح البخاري، المغاز ، باب وفد بني حنيفة ......، حديث:4373.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

شہید کیا تھا۔ (دوسرا کذاب جو نبی ﷺ کو دکھلایا گیا اسود عنسی تھا۔ اس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔)

شاہانِ حمیر کے قاصد کی آمد تبوک سے نبی ﷺ کی واپسی کے بعد مالک بن مرہ رہاوی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے پاس شاہانِ حمیر حارث بن عبد کلال، نعیم بن عبد کلال اور نعمان، سربراہان ذی رعین و معافر و ہمدان کے خطوط تھے۔ یہ لوگ مسلمان ہو چکے تھے اور اسی اطلاع کے ساتھ اس کو بھیجا تھا۔ نبی ﷺ نے انھیں جوابی خط لکھا جس میں ان کے حقوق اور ان کی ذمہ داریاں بیان فرمائیں اور معاہدین کو ذمہ عطا کیا۔

پھر ان کے پاس حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو کچھ صحابہ کے ساتھ بھیجا۔ یہ عدن کے اطراف میں ''سکون وسکاسک'' کے درمیان بالائی یمن کے قاضی، جنگوں کے حاکم اور صدقہ وجزیہ کی وصولی پر مامور تھے اور پانچوں نمازیں پڑھاتے تھے۔ زیریں یمن: زبید، مارب، زمع اور ساحل کے لیے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور دونوں کو فرمایا:

«يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا، وَ بَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا، وَ تَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا»

''تم دونوں آسانی کرنا، سختی نہ کرنا۔ خوش خبری دینا، نفرت نہ دلانا اور مل کر رہنا، اختلاف نہ کرنا۔''[1]

حضرت معاذ نبی ﷺ کی وفات تک یمن ہی میں رہے، البتہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ حجۃ الوداع میں آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے۔

ہمدان کا وفد ہمدان یمن کا ایک مشہور قبیلہ ہے۔ اس کا وفد 9 ہجری میں تبوک سے نبی ﷺ کی واپسی کے بعد حاضر خدمت ہوا۔ اس میں مالک بن نمط رضی اللہ عنہ تھے، جو بہترین شاعر تھے، انھوں نے کہا:

حَلَفْتُ بِرَبِّ الرَّاقِصَاتِ إِلٰى مِنًى

[1] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب ما يكره من التنازع ......، حديث: 3038.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

صَوَادِرَ بِالرُّكْبَانِ مِنْ هَضْبِ قَرْدَدِ
بِأَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ فِينَا مُصَدَّقٌ
رَسُولٌ أَتَى مِنْ عِنْدِ ذِي الْعَرْشِ، مُهْتَدِ
فَمَا حَمَلَتْ مِنْ نَاقَةٍ فَوْقَ رَحْلِهَا
أَشَدَّ عَلٰى أَعْدَائِهِ مِنْ مُحَمَّدِ

''میں نے منٰی کا چکر لگانے والیوں اور ''قردد'' کی بلندی سے قافلوں کے ساتھ پلٹنے والیوں کے رب کی قسم کھائی کہ اللہ کے رسول ﷺ ہم میں سچے مانے گئے ہیں۔ یہ وہ ہدایت یافتہ رسول ہیں جو عرش والے کے پاس سے آئے ہیں۔ کسی اونٹنی نے اپنے کجاوے پر کوئی ایسا انسان سوار نہیں کیا، جو اپنے دشمن پر محمد ﷺ سے زیادہ کڑا ہو۔''

رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے ایک تحریر لکھی اور جو کچھ انھوں نے مانگا تھا، وہ انھیں دیا اور جو لوگ اسلام لائے تھے، ان پر مالک بن نمط رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا، پھر باقی لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا۔ انھوں نے چھ مہینے گزار دیے مگر وہ مسلمان نہ ہوئے۔ اس کے بعد حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور حکم دیا کہ وہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو واپس بھیج دیں۔ انھوں نے ایسا ہی کیا، پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کا ایک خط پڑھ کر سنایا اور انھیں اسلام کی دعوت دی تو وہ سب مسلمان ہوگئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو اس کی بشارت لکھی تو آپ سجدہ ریز ہوگئے، پھر سر اٹھا کر فرمایا:

«اَلسَّلَامُ عَلٰى هَمْدَانَ، اَلسَّلَامُ عَلٰى هَمْدَانَ» ''ہمدان پر سلام! ہمدان پر سلام۔''

بنوعبد المدان کا وفد اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ربیع الآخر 10 ہجری میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سرزمین یمن کے علاقے نجران میں بنوعبدالمدان کے پاس روانہ کیا کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

انھیں تین دن تک اسلام کی دعوت دیں، اگر وہ نہ مانیں تو لڑائی کریں، چنانچہ وہاں پہنچ کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے سواروں کو ہر طرف اسلام کی دعوت دینے کے لیے بھیج دیا، جو کہتے تھے:

''لوگو! اسلام لاؤ، سالم رہو گے۔''

لوگ مسلمان ہو گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان ایسے لوگوں کو مقرر کیا جو انھیں اسلام کی تعلیم دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع لکھ بھیجی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو پیغام دیا کہ ان کا وفد لے کر آئیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔

جب وہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا:

«بِمَ كُنْتُمْ تَغْلِبُونَ مَنْ قَاتَلَكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ؟»

''جاہلیت میں جو تم سے لڑتا تھا اس پر تم لوگ کس وجہ سے غالب آتے تھے؟''

انھوں نے کہا: ''ہم یکجا ہوتے تھے، متفرق نہ ہوتے تھے اور کسی پر ظلم کا آغاز نہ کرتے تھے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «صَدَقْتُمْ» ''تم لوگوں نے سچ کہا۔''

آپ نے حضرت قیس بن حصین رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کیا۔ وہ لوگ شوال کے آخر یا ذیقعدہ کے شروع میں اپنی قوم کے پاس واپس گئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ انھیں دین سمجھائیں، سنت اور اسلام کی چیدہ چیدہ باتیں سکھائیں اور ان سے صدقات وصول کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق انھیں ایک تحریر بھی دی جو بہت مشہور ہے۔

بنو مذحج کا اسلام یہ بھی ایک یمنی قبیلہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کو رمضان 10 ہجری میں اسلام کی دعوت دینے کے لیے بھیجا اور حکم دیا کہ جب تک وہ لڑائی نہ کریں، لڑائی نہ کرنا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچے اور ان کی جمعیت کا سامنا ہوا تو انھیں اسلام کی دعوت دی مگر انھوں نے انکار کر دیا اور مسلمانوں پر تیر چلائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے ساتھیوں کی صف بندی کی۔ اور ان سے لڑ کر انھیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

شکست دی لیکن ان کے تعاقب سے کچھ دیر رکے رہے، پھر ان سے جا ملے اور انھیں پھر اسلام کی دعوت دی، اب کی بار وہ لوگ مسلمان ہو گئے۔

ان کے سرداروں نے بیعت کی اور کہا: ''ہماری قوم کے جو لوگ پیچھے ہیں، ہم ان کے ذمہ دار ہیں اور یہ ہمارے صدقات ہیں ان میں سے آپ اللہ کا حق لے لیجیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا، پھر پلٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو حجۃ الوداع میں مکہ مکرمہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی۔

ازدشنوءہ کا وفد یہ بھی یمن کے اطراف کا ایک مشہور قبیلہ ہے۔ اس کا وفد حضرت صرد بن عبداللہ ازدی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں آیا اور مسلمان ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صرد رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر بنایا اور حکم دیا کہ جو اسلام لا چکے ہیں، ان کو ساتھ لے کر آس پاس کے اہلِ شرک سے لڑائی کریں۔

جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ کی آمد اور ''ذو الخلصہ'' کا انہدام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ بھی تشریف لائے۔ یہ مشاہیر صحابہ میں سے ہیں۔ ان کے قبیلے ''بجلیہ'' اور ''خثعم'' کا ایک بت اور ایک بہت بڑا بت خانہ تھا جسے ''ذوالخلصہ'' کہتے تھے۔ وہ اس سے خانہ کعبہ کی ہمسری کرتے تھے، چنانچہ وہ کعبہ کو ''کعبہ شامیہ'' کہتے تھے اور اپنے بت خانہ کو ''کعبہ یمانیہ'' کہتے تھے۔

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

«أَلَا تُرِيحُنِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ» ''کیا تم مجھے ''ذوالخلصہ'' سے راحت نہ دو گے۔''

انھوں نے شکوہ کیا کہ ''وہ گھوڑے پر برقرار نہیں رہ پاتے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دستِ مبارک سے ان کے سینے پر ضرب لگائی اور فرمایا:

«اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا»

''اے اللہ! انھیں ثابت رکھ اور انھیں ہادی اور مہدی بنا۔''

چنانچہ اس کے بعد وہ گھوڑے سے کبھی نہیں گرے، پھر وہ اپنی قوم احمس (جو بجلیہ کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ایک شاخ ہے) کے ایک سو پچاس سواروں کے ساتھ ''ذوالخلصہ'' گئے اور اسے ویران کر دیا اور جلا کر خارش زدہ اونٹ کی طرح چھوڑ دیا اور ابو ارطاۃ کو اس کی بشارت دے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا۔ آپ ﷺ نے ''احمس'' کے گھوڑوں اور لوگوں کے لیے پانچ بار برکت کی دعا کی۔ ①

اسود عنسی کا ظہور اور قتل یمن میں امن اور اسلام کی تکمیل ہو چکی تھی اور اس کے تمام اطراف میں رسول اللہ ﷺ کے عمال موجود تھے کہ اچانک ''کہف حنان'' نامی شہر میں سات سو جنگجوؤں کے ساتھ اسود عنسی ظاہر ہوا۔ وہ اپنی نبوت اور حکومت کا دعوے دار تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر صنعاء پر قبضہ کر لیا، پھر اس کا معاملہ مزید سنگین ہو گیا۔ اس کا فتنہ سخت اور اس کی حکومت طاقتور ہو گئی، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے عمال ''اشعریین'' کے علاقے میں سمٹ آئے اور مسلمانوں نے اس کے ساتھ ''مصلحت'' سے کام لیا۔ یہ سلسلہ تین یا چار مہینے جاری رہا، پھر حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ اور اس کے فارسی ساتھیوں نے، جو مسلمان ہو چکے تھے، ایک چال چلی جس کے نتیجے میں اسے قتل کر کے اس کا سر کاٹا اور قلعے سے باہر پھینک دیا۔ یہ دیکھ کر اس کے ساتھی بھاگ نکلے اور اسلام اور اہلِ اسلام غالب آ گئے، رسول اللہ ﷺ کے عمال اپنے اپنے کاموں پر واپس آ گئے اور آپ ﷺ کو اس کی اطلاع لکھ بھیجی۔

اسود عنسی کے قتل کا واقعہ نبی ﷺ کی وفات سے صرف ایک دن اور ایک رات پہلے پیش آیا تھا۔ اس کے متعلق آپ کے پاس وحی آئی اور آپ نے صحابہ کو اس کی اطلاع دی، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں خط بھی آ گیا۔ ②

حجۃ الوداع (10 ہجری)

جب جزیرۂ عرب میں دعوت کی تبلیغ مکمل ہو گئی اور اللہ نے اہل ایمان کی ایک ایسی

① صحيح البخاري، الجهاد، باب البشارة في الفتوح، حديث: 3076. ② فتح الباري: 93/8.
ان وفود کی مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: سیرت ابن هشام: 501/2، وزادالمعاد: 3/26-60.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جماعت پیدا فرما دی جو دعوت کی حفاظت کی ضامن اور اسے زمین کے کونے کونے تک پہنچانے کی کفیل تھی تو اللہ نے چاہا کہ رسول اللہ ﷺ کو انتقال سے پہلے ان کی جہدِ پیہم کا ثمرہ بھی دکھلا دے، چنانچہ آپ کو ذی الحجہ 10 ہجری میں اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے حج سے مشرف فرمایا۔

آپ نے حج کا ارادہ فرمایا تو لوگوں میں اس کا اعلان کر دیا، چنانچہ مدینے میں بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔[1] ہفتے کے دن جبکہ ذی القعدہ گزرنے میں پانچ دن باقی تھے، یعنی 26 ذی القعدہ[2] کو آپ نے بالوں میں کنگھی کی، تیل لگایا، تہبند باندھا، چادر اوڑھی[3] اور ظہر کی نماز کے بعد مدینے سے چل پڑے اور عصر پڑھنے سے پہلے ذوالحلیفہ پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر دو رکعت عصر پڑھی، پھر وہیں رات گزاری۔[4] صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَتَانِي اللَّيْلَةَ آتٍ مِّنْ رَّبِّي، فَقَالَ: صَلِّ فِي هٰذَا الْوَادِي الْمُبَارَكِ وَقُلْ: عُمْرَةٌ فِي حَجَّةٍ»

''آج رات میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا: اس مبارک وادی میں نماز پڑھو اور کہو عمرہ حج میں شامل ہے۔''[5]

یہ درحقیقت حج میں عمرے کی اباحت تھی، جسے اہل جاہلیت انتہائی برا سمجھتے تھے۔[6]

پھر رسول اللہ ﷺ نے ظہر سے پہلے غسل کیا، سر اور بدن میں خوشبو لگائی، جس میں مشک بھی تھا،[7] پھر تہبند باندھا، چادر اوڑھی، پھر دو رکعت ظہر کی نماز پڑھی اور مصلّے ہی پر حج اور عمرے کا احرام باندھا اور دونوں میں ''قران'' کیا۔ پھر فرمایا:

[1] صحيح مسلم، الحج، باب حجة النبي ﷺ، حديث: 1218. [2] تحقیق کے لیے دیکھیے: فتح الباري: 104/8. [3] صحيح البخاري، الحج، باب ما يلبس المحرم من الثياب، حديث: 1545. [4] صحيح البخاري، الحج، باب من بات بذي الحليفة حتى أصبح، حديث 1546. [5] صحيح البخاري، الحج، باب قول النبي ﷺ: العقيق واد مبارك، حديث: 1534. [6] صحيح البخاري، الحج، باب التمتع، والقران، الافراد بالحج......، حديث: 1564. [7] صحيح البخاري، اللباس، باب الذريرة، حديث: 5930.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

«اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَّ حَجٍّ» ''اے اللہ! عمرے اور حج کے لیے حاضر ہوں۔''

اس کے بعد لبیک پکاری جس کے کلمات یہ تھے:

«لَبَّيْكَ، اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ»

''ہم بار بار حاضر ہیں۔ اے اللہ! ہم بار بار حاضر ہیں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ ہم بار بار حاضر ہیں۔ یقیناً تعریف اور نعمت تیرے لیے ہے اور بادشاہت بھی۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔''[1] اور کبھی کبھی فرماتے:

«لَبَّيْكَ إِلٰهَ الْحَقِّ» ''معبودِ برحق! ہم بار بار حاضر ہیں۔''

پھر مصلّے سے اُٹھ کر اونٹنی پر سوار ہوئے اور پھر لبیک پکاری[2] اور جب اونٹنی آپ کو لے کر میدان میں چل پڑی تو آپ ﷺ نے پھر لبیک پکاری۔[3] نماز کے بعد ذوالحلیفہ ہی میں آپ نے ہدی (قربانی کے جانوروں) کے کوہان چیرے اور انھیں قلادے پہنائے۔[4]

اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنا سفر جاری رکھا۔ ہفتے بھر بعد مکے کے قریب پہنچے تو ذی طُویٰ میں رات گزاری اور وہیں فجر پڑھ کر غسل فرمایا، پھر مسجد حرام میں داخل ہوئے۔[5] یہ اتوار ذی الحجہ کی صبح تھی۔[6] آپ ﷺ نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا مروہ کی سعی کی۔

پھر بالائی مکہ میں حجون کے پاس قیام فرمایا اور دوبارہ پلٹ کر طواف نہیں کیا، البتہ احرام برقرار رکھا کیونکہ آپ ﷺ ''قارن'' تھے، یعنی حج اور عمرے کا احرام اکٹھا باندھا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ ہَدْی (قربانی کا جانور) ساتھ لائے تھے، چنانچہ جو بھی اپنے ساتھ ''ہدی'' لایا تھا آپ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ اپنا احرام برقرار رکھے، البتہ جو لوگ ہدی نہیں

[1] صحيح البخاري، الحج، باب التلبية، حديث: 1549. [2] صحيح البخاري، الحج، باب من بات بذي الحليفة......، حديث: 1546. [3] صحيح البخاري، الحج، باب ما يلبس المحرم من الثياب......، حديث: 1545. [4] صحيح البخاري، الحج، باب من أشعر و قلد بذي الحليفة......، حديث: 1694. [5] صحيح البخاري، الحج، باب الإغتسال عند دخول مكة، حديث: 1573. [6] صحيح البخاري، الحج، باب ما يلبس المحرم من الثياب......، حديث: 1545.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

لائے تھے، انھیں حکم دیا کہ طواف وسعی کے بعد سر منڈا لیں اور احرام کھول دیں۔ اور اپنے اس عمل کو عمرہ قرار دے لیں، خواہ انھوں نے حج کی نیت سے احرام باندھا ہو یا عمرے کی نیت سے یا دونوں کی نیت سے۔[1] آپ نے فرمایا:

«لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ لَمَا سُقْتُ الْهَدْيَ، وَلَجَعَلْتُهَا عُمْرَةً، وَ لَأَحْلَلْتُ»

''اگر مجھے پہلے وہ بات معلوم ہو جاتی جو بعد میں معلوم ہوئی تو میں ہدی نہ لاتا اور اسے عمرہ قرار دے دیتا اور احرام کھول دیتا۔''[2]

چنانچہ جن لوگوں کے پاس ہدی نہیں تھی انھوں نے احرام کھول دیے۔

پھر آپ ﷺ 8 ذی الحجہ ترویہ کے دن منیٰ تشریف لے گئے، جو لوگ احرام کھول چکے تھے وہ بھی حج کا احرام باندھ کر منیٰ گئے۔[3] وہاں آپ نے ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں پڑھیں اور چار رکعت والی نمازیں قصر کر کے دو دو رکعت پڑھیں۔[4] پھر سورج طلوع ہونے کے بعد منیٰ سے چل پڑے اور عرفات تشریف لائے۔ وہاں ''وادیٔ نمرہ'' میں آپ کے لیے قبہ لگا ہوا تھا۔ آپ ﷺ اسی میں استراحت فرما ہوئے۔ سورج ڈھلا تو قصواء اونٹنی پر سوار ہو کر ''وادیٔ عرنہ'' میں تشریف لائے۔ لوگ آپ کے گرد جمع تھے۔ آپ نے ان کے اندر کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ اللہ کی حمد وثنا کی، شہادت کے کلمات کہے، اللہ سے ڈرنے کی وصیت کی، پھر جو باتیں کہیں ان میں آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَيُّهَا النَّاسُ! اِسْمَعُوا قَوْلِي، فَإِنِّي لَا أَدْرِي لَعَلِّي لَا أَلْقَاكُمْ بَعْدَ عَامِي هٰذَا بِهٰذَا الْمَوْقِفِ أَبَدًا، إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَ أَمْوَالَكُمْ وَ أَعْرَاضَكُمْ حَرَامٌ

[1] صحيح البخاري، الحج، باب ما يلبس المحرم من الثياب......، حديث:1545. [2] صحيح البخاري، الحج، باب التمتع والقران والإفراد......، حديث:1568و7229. [3] صحيح البخاري، الحج، باب التحميد و التسبيح والتكبير، حديث:1551. [4] صحيح البخاري، الحج، باب أين يصلي الظهر يوم التروية، حديث:1653.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا، فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا، فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا، أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَيَّ مَوْضُوعٌ، وَ دِمَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعَةٌ وَ إِنَّ أَوَّلَ دَمٍ أَضَعُ مِنْ دِمَائِنَا دَمُ ابْنِ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ، وَ رِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ، وَ أَوَّلُ رِبًا أَضَعُ مِنْ رِبَانَا رِبَا عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَإِنَّهُ مَوْضُوعٌ كُلُّهُ، فَاتَّقُوا اللّٰهَ فِي النِّسَاءِ، فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانِ اللّٰهِ، وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللّٰهِ، وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَّا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ أَحَدًا تَكْرَهُونَهُ، فَإِنْ فَعَلْنَ ذٰلِكَ فَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ، وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ، وَ قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ: كِتَابُ اللّٰهِ، وَ أَنْتُمْ تُسْأَلُونَ عَنِّي، فَمَا أَنْتُمْ قَائِلُونَ؟»

”لوگو! میری بات سنو! مجھے نہیں معلوم، غالباً میں تم سے اس سال کے بعد اس مقام پر کبھی نہ مل سکوں گا۔[1] تمھارا خون، تمھارا مال اور تمھاری آبرو ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہے، جس طرح آج کے دن کی، موجودہ مہینے کی اور موجودہ شہر کی حرمت ہے۔ سن لو! جاہلیت کی ہر چیز میرے پاؤں تلے روند دی گئی۔ جاہلیت کے خون بھی ختم کر دیے گئے اور ہمارے خون میں سے پہلا خون جسے میں ختم کر رہا ہوں وہ ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون ہے (یہ بچہ بنو سعد میں دودھ پی رہا تھا کہ بنو ہذیل نے اسے قتل کر دیا) اور جاہلیت کا سود ختم کر دیا گیا اور ہمارے سود میں سے پہلا سود جسے میں ختم کر رہا ہوں وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے۔ اب یہ سارے کا سارا سود ختم ہے۔ ہاں! عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ تم نے انھیں اللہ کی امان کے ساتھ لیا ہے اور اللہ کے کلمے کے ذریعے سے ان کی شرمگاہیں حلال کی

[1] سیرت ابن ہشام: 603/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہیں۔ ان پر تمھارا حق یہ ہے کہ وہ تمھارے بستر پر کسی شخص کو نہ آنے دیں، جو تمھیں گوارا نہیں، اگر وہ ایسا کریں تو تم انھیں مار سکتے ہو لیکن سخت مار نہ مارنا۔ اور تم پر ان کا حق یہ ہے کہ تم انھیں معروف طریقے سے کھلاؤ اور پہناؤ۔ اور میں تم میں ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم نے اسے مضبوطی سے پکڑے رکھا تو اس کے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے اور وہ ہے اللہ کی کتاب! اور تم سے میرے متعلق پوچھا جائے گا تو کیا کہو گے؟‘‘

صحابہ نے کہا: ’’ہم شہادت دیں گے کہ آپ نے تبلیغ کر دی، پیغام پہنچا دیا اور خیر خواہی کا حق ادا فرما دیا۔‘‘

یہ سن کر آپ ﷺ نے شہادت کی انگلی کو آسمان کی طرف اٹھاتے اور لوگوں کی طرف جھکاتے ہوئے فرمایا: «اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ، اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ، اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ»

’’اے اللہ! گواہ رہ۔ اے اللہ! گواہ رہ۔ اے اللہ! گواہ رہ۔‘‘[1]

اس خطبے میں آپ نے مزید کئی امور بیان فرمائے اور جب فارغ ہوئے تو آپ پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾

’’آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو بحیثیتِ دین پسند کر لیا۔‘‘[2]

چنانچہ یہ نعمت اور سعادت کا دن تھا۔

خطبہ کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور پھر اقامت کہی اور رسول اللہ ﷺ نے دو رکعت ظہر کی نماز پڑھائی، پھر اقامت کہی اور آپ نے دو رکعت عصر کی نماز پڑھائی۔ دونوں کو ظہر کے وقت میں جمع تقدیم کے طور پر اکٹھا کیا اور ان دونوں کے درمیان کوئی نماز

[1] صحيح مسلم، الحج، باب حجة النبي ﷺ، حديث: 1218. [2] المآئدة 3:5.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نہیں پڑھی، پھر ''جائے وقوف'' پر تشریف لائے۔ اونٹنی کا شکم چٹانوں کی جانب کیا اور قبلہ رخ مسلسل وقوف فرمایا، یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا اور تھوڑی زردی چلی گئی، پھر روانہ ہو کر ''مزدلفہ'' تشریف لائے اور وہاں مغرب اور عشاء کی نماز ایک اذان اور دو اقامت سے پڑھی اور درمیان میں کوئی نماز نہ پڑھی، پھر آپ لیٹ گئے اور طلوعِ فجر تک لیٹے رہے، پھر صبح تڑکے فجر کی نماز پڑھی اور ''مَشْعَرِ حَرَام'' آ گئے اور وہاں قبلہ رخ ہو کر دعا، تکبیر و تہلیل اور توحید کے کلمات کہتے رہے، یہاں تک کہ خوب اجالا ہو گیا۔

اس کے بعد سورج طلوع ہونے سے پہلے منیٰ کے لیے روانہ ہو گئے اور جمرۂ کبریٰ پر آ کر سات کنکریاں ماریں۔ ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے جاتے تھے۔ اس جمرے کو کنکری مارنے تک آپ لبیک پکارتے رہے اور کنکری مارنے کے ساتھ ہی تلبیہ ختم کر دیا۔ نیز اس جمرے کے پاس ٹھہر کر آپ یہ بھی فرماتے رہے:

«خُذُوا عَنِّي مَنَاسِكَكُمْ، فَلَعَلِّي لَا أَحُجُّ بَعْدَ عَامِي هٰذَا»

''مجھ سے اپنے اعمالِ حج سیکھ لو، غالباً میں اس سال کے بعد حج نہ کر سکوں گا۔''[1]

پھر آپ منیٰ میں اپنے ڈیرے پر تشریف لائے اور اپنے دست مبارک سے سو میں سے تریسٹھ اونٹ نحر کیے۔ باقی سینتیس اونٹ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نحر کیے، پھر آپ کے حکم سے ہر اونٹ کا ایک ایک ٹکڑا کاٹ کر ہانڈی میں ڈالا گیا جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور لوگوں نے اس کا گوشت تناول کیا اور شوربا پیا۔

قربانی سے فارغ ہو کر حجام کو بلایا اور سر کا داہنا حصہ پہلے مُنڈوایا۔ اس نے مونڈ کر ایک ایک دو دو بال لوگوں میں تقسیم کر دیے پھر بایاں حصہ مونڈ کر ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کپڑے پہنے، خوشبو لگائی اور اس کے بعد سوار ہو کر بیت اللہ تشریف لائے اور ''طواف افاضہ'' کیا لیکن صفا مروہ کے درمیان سعی نہیں کی۔ اس کے بعد ظہر کی نماز پڑھ کر بنو عبدالمطلب کے پاس آئے۔ وہ لوگ زمزم پلا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] سنن النسائي، مناسك الحج، باب الركوب إلى الجمار...... حديث :3064.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نے فرمایا:

«انْزِعُوا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ! فَلَوْ لَا أَنْ يَّغْلِبَكُمُ النَّاسُ عَلٰى سِقَايَتِكُمْ لَنَزَعْتُ مَعَكُمْ»

''بنو عبد المطلب! تم لوگ پانی کھینچو اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ تمھارے پانی پلانے کے اس کام میں تمھیں مغلوب کر دیں گے تو میں بھی تم لوگوں کے ساتھ کھینچتا۔''

چنانچہ انھوں نے آپ کو ایک ڈول پانی دیا اور آپ نے اسے پیا۔[1]

اس کے بعد آپ منٰی واپس آگئے اور وہاں ایام تشریق، یعنی 13,12,11 ذی الحجہ تک ٹھہر کر تینوں جمرات کو روزانہ سورج ڈھلنے کے بعد کنکری مارتے رہے۔ جمرۂ صغرٰی سے شروع کرتے، اسے سات کنکریاں مارتے اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے، پھر جمرۂ وسطٰی اور اس کے بعد جمرۂ کبرٰی کو کنکریاں مارتے۔

نبی ﷺ نے یوم النحر (دسویں تاریخ) کو بھی ایک خطبہ دیا، پھر ایام تشریق کے درمیانے دن ...... 12 ذی الحجہ...... کو بھی ایک خطبہ دیا، جس میں خطبہ عرفہ کی باتوں کی تاکید فرمائی اور مزید نصیحتیں بھی کیں۔ ایامِ تشریق کے درمیانے دن خطبہ سے پہلے سورۂ نصر نازل ہوئی۔

13 ذی الحجہ کو...... جو ایامِ تشریق کا تیسرا اور حج سے واپسی کا دوسرا اور آخری دن ہے اور یہ منگل کا دن تھا...... نبی ﷺ نے جمرات کو کنکریاں مار کر منٰی سے کوچ فرمایا اور ''ابطح'' میں اتر کر وہیں ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھیں اور وہیں سے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کے بھائی حضرت عبد الرحمان بن ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیجا کہ انھیں تنعیم سے عمرہ کرا لائیں، چنانچہ انھوں نے احرام باندھا، عمرہ کیا، پھر سحری کے وقت ''ابطح'' میں آگئیں۔ ادھر نبی ﷺ کچھ دیر خوابیدہ رہے۔ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آگئیں تو کوچ کا اعلان کیا اور سوار ہو کر خانہ کعبہ تشریف لے گئے۔ طواف وداع کیا اور فجر کی نماز پڑھی، پھر

[1] صحيح مسلم، الحج، باب حجة النبي ﷺ حديث: 1218، وصحيح البخاري، الحج، أبواب 89 تا 97.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

زیریں مکہ سے نکل کر مدینے کا رخ کیا۔ جب مدینہ قریب آ گیا اور اس کے آثار دکھائی دینے لگے تو تین بار ''اللہ اکبر'' کہا، پھر فرمایا:

«لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ آئِبُونَ تَائِبُونَ، عَابِدُونَ، سَاجِدُونَ، لِرَبِّنَا حَامِدُونَ، صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ»

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے بادشاہت ہے۔ اسی کے لیے تعریف ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ہم پلٹنے والے، توبہ کرنے والے، عبادت گزار، سجدہ کرنے والے اور اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں۔ اللہ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ اپنے بندے کی مدد کی اور تنہا ساری جماعتوں کو شکست دی۔''

''سریہ'' اسامہ بن زید (ربیع الاول 11 ہجری) رسول اللہ ﷺ نے واپس آ کر مدینے میں قیام فرمایا اور 23 سال پہلے آپ نے جو دعوت شروع کی تھی، اس کی کامیابی اور اللہ کے دین میں فوج در فوج لوگوں کے داخلے کا جو منظر آپ کے رب نے آپ کو دکھایا، اس پر اس کی حمد و تسبیح کرتے رہے۔ اس دوران بعض وفود کا استقبال بھی کیا اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو سات سو فوجیوں کے ساتھ تیار کیا۔ حکم دیا کہ علاقہ بلقاء اور ''داروم'' کی فلسطینی سر زمین سواروں کے ذریعے سے روند آؤ۔ یہ لشکر روانہ ہو کر مدینے سے تین میل دور مقام ''جرف'' میں خیمہ زن ہوا لیکن رسول اللہ ﷺ کی بیماری کے متعلق تشویش ناک خبروں کے سبب وہیں رک کر نتیجے کا انتظار کرنے لگا۔ اللہ کا فیصلہ یہ ظاہر ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی اور یہ لشکر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت کی پہلی فوجی مہم کی شکل اختیار کر گیا۔[1]

[1] صحيح البخاري، المغازي، باب بعث النبي ﷺ أسامة......، حديث: 4469,4468، وسيرت ابن هشام: 2/ 250 و 606.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

باب: 6

رفیق اعلیٰ کی جانب

الوداعی آثار جب رسول اللہ ﷺ نے دینِ قیم کی تبلیغ فرمائی اور امت کی خیر خواہی کا کام مکمل کر لیا تو آپ ﷺ کے اقوال واعمال سے آپ کی رحلت کے آثار نمایاں ہونا شروع ہو گئے۔ آپ نے دسویں سال رمضان میں بیس دن اعتکاف فرمایا اور حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو دو مرتبہ قرآن کا دور کرایا۔

آپ نے اپنی صاحب زادی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

«لَا أَرَىٰ ذٰلِكَ إِلَّا اقْتِرَابَ أَجَلِي»

”میں سمجھتا ہوں کہ میرا وقت قریب آ چکا ہے۔“[1]

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن رخصت کیا تو انھیں وصیت کرنے کے بعد فرمایا:

«يَا مُعَاذُ! إِنَّكَ عَسٰى أَنْ لَّا تَلْقَانِي بَعْدَ عَامِي هٰذَا، وَ لَعَلَّكَ أَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِي هٰذَا وَ قَبْرِي»

”اے معاذ! غالباً اس سال کے بعد تم مجھ سے ملاقات نہ کر سکو گے اور میری اس مسجد اور میری قبر کے پاس سے گزرو گے۔“

یہ سن کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے غمِ جدائی سے رونے لگے۔[2]

آپ ﷺ نے حجۃ الوداع میں کئی بار کہا:

① صحيح البخاري، فضائل القرآن، باب كان جبريل يعرض القرآن على النبي ﷺ، حديث: 4998. ② مسند أحمد: 235/5.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

«لَعَلِّي لَا أَلْقَاكُمْ بَعْدَ عَامِي هٰذَا، وَلَعَلِّي لَا أَحُجُّ بَعْدَ عَامِي هٰذَا»

''غالباً میں تم لوگوں سے اس سال کے بعد نہ مل سکوں گا۔ غالباً میں اس سال کے بعد حج نہ کر سکوں گا۔''

اسی طرح ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ اور ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ﴾ کا نزول اس بات کا پیغام تھا کہ آپ دنیا میں اپنی مہم سے فارغ ہو چکے ہیں۔ اسی وجہ سے اس حج کا نام حجۃ الوداع رکھا گیا کیونکہ آپ ﷺ نے اپنے رب سبحانہ وتعالیٰ کی طرف منتقل ہونے کے لیے لوگوں کو الوداع کہا۔

اوائل صفر 11 ہجری میں آپ ''احد'' تشریف لے گئے اور شہدا کے لیے اس طرح دعا کی گویا زندوں اور مُردوں سے رخصت ہو رہے ہیں، پھر واپس آ کر منبر پر فروکش ہوئے اور فرمایا:

«أَنَا فَرَطٌ لَكُمْ وَ أَنَا شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ، وَ إِنِّي وَاللّٰهِ لَأَنْظُرُ إِلٰى حَوْضِي الْآنَ، وَ إِنِّي أُعْطِيتُهُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ، أَوْ مَفَاتِيحَ الْأَرْضِ وَ إِنِّي وَاللّٰهِ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي، وَلٰكِنْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنَافَسُوا فِيهَا»

''میں تمھارا پیش رو ہوں اور تم پر گواہ ہوں۔ واللہ! میں اس وقت اپنا حوض دیکھ رہا ہوں۔ مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں۔ واللہ! مجھے تم سے یہ خوف نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے بلکہ اس بات کا اندیشہ ہے کہ دنیا میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی دوڑ میں لگ جاؤ گے۔''[1]

ماہ صفر کے آخر میں آپ رات کے وقت ''بقیع غرقد'' تشریف لے گئے اور اہل بقیع کے لیے دعائے مغفرت کی اور فرمایا:

[1] صحيح البخاري، المغازي، الجنائز، باب الصلاة على الشهيد، حديث:1344.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

«إِنَّا بِكُمْ لَاحِقُونَ» ''ہم بھی تم سے آن ملنے والے ہیں۔''[1]

مرض کا آغاز ماہ صفر کے آخری سوموار کو رسول اللہ ﷺ ایک جنازے میں بقیع تشریف لے گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''آپ بقیع سے واپس تشریف لائے تو میں اپنے سر میں درد محسوس کر رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ ''ہائے میرا سر۔'' آپ نے فرمایا:

«بَلْ أَنَا وَاللّٰهِ يَا عَائِشَةُ وَا رَأْسَاهُ» ''بلکہ میں واللہ! اے عائشہ! ہائے میرا سر۔''[2]

یہ آپ ﷺ کی بیماری کی ابتدا تھی۔ آپ اس کے باوجود باری باری تمام ازواجِ طیبات کے پاس دن گزارتے رہے، یہاں تک کہ مرض سخت ہو گیا۔ اس وقت آپ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے اور پوچھ رہے تھے کہ میں کل کہاں رہوں گا؟ میں کل کہاں رہوں گا؟ مقصود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی۔ ازواج مطہرات نے اجازت دے دی کہ آپ جہاں چاہیں رہیں، چنانچہ آپ حضرت فضل بن عباس اور علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہما کے درمیان ٹیک لگا کر دونوں پاؤں زمین پر گھسیٹتے ہوئے نکلے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر منتقل ہو گئے۔[3]

عہد اور وصیت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''جب نبی ﷺ میرے گھر تشریف لائے اور بیماری نے زور پکڑا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«هَرِيقُوا عَلَيَّ مِنْ سَبْعِ قِرَابٍ، وَلَمْ تُحْلَلْ أَوْكِيَتُهُنَّ، لَعَلِّي أَعْهَدُ إِلَى النَّاسِ»

''مجھ پر سات مشکیزے پانی ڈالو، جن کا بندھن نہ کھولا گیا ہو تاکہ میں لوگوں کو وصیت کروں۔''

[1] صحيح مسلم، الجنائز، حديث: 974، باب ما يقال عند دخول القبور و الدعاء لأهلها، حديث: 974. [2] صحيح البخاري، المرض، باب مارخص للمريض أن يقول: إني وجع، حديث: 5666. [3] صحيح البخار ، المغازي، باب مرض النبي ﷺ، ووفاته، حديث: 4442.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

چنانچہ ہم نے آپ کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ایک لگن میں بٹھا کر ان مشکیزوں سے پانی ڈالا، حتیٰ کہ آپ اشارہ فرمانے لگے کہ تم لوگوں نے کام پورا کر دیا، پھر آپ لوگوں کی جانب تشریف لے گئے، انھیں نماز پڑھائی اور خطاب فرمایا۔[1]

اس خطاب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منجملہ اور باتوں کے فرمایا:

«إِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ، وَ صَالِحِيهِمْ مَسَاجِدَ، أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ، إِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ»

''تم سے پہلے جو لوگ تھے وہ اپنے انبیاء اور بزرگوں کی قبروں کو مساجد بنا لیتے تھے، تم لوگ قبروں کو مساجد نہ بنانا۔ میں تمھیں اس سے منع کرتا ہوں۔''[2] اور فرمایا:

«لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ»

''یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت۔ انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنایا۔''[3]

مزید فرمایا: «لَا تَتَّخِذُوا قَبْرِي وَثَنًا يُعْبَدُ»

''تم لوگ میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی پوجا کی جائے۔''[4]

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو قصاص (زیادتی کے بدلے) کے لیے پیش کیا۔ انصار کے متعلق خیر کی وصیت کی، پھر فرمایا:

«إِنَّ عَبْدًا خَيَّرَهُ اللّٰهُ بَيْنَ أَنْ يُؤْتِيَهُ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا مَا شَاءَ وَ بَيْنَ مَا عِنْدَهُ، فَاخْتَارَ مَا عِنْدَهُ»

''ایک بندے کو اللہ نے اختیار دیا کہ وہ دنیا کی چمک دمک اور زیب و زینت میں سے جو چاہے لے لے۔ یا اللہ کے پاس جو کچھ ہے اسے اختیار کر لے۔ تو اس

① صحيح البخاري، الوضوء، باب الغسل و الوضوء في المخضب، حديث: 198. ② صحيح مسلم، المساجد، باب النهي عن بناء المساجد على القبور، حديث: 532. ③ صحيح البخاري، الصلاة، باب: 55، حديث: 436,435. ④ موطأ إمام مالك، قصر الصلاة في السفر، باب جامع الصلاة، حديث: 85.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بندے نے اللہ کے پاس جو کچھ ہے اسے اختیار کیا۔"

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"یہ سن کر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور فرمایا" ہم اپنے ماں باپ کے ساتھ آپ پر قربان!"

اس پر ہمیں تعجب ہوا۔ لوگوں نے کہا: "اس بڈھے کو دیکھو، رسول اللہ ﷺ تو ایک بندے کے بارے میں یہ بتا رہے ہیں کہ اللہ نے اسے اختیار دیا کہ دنیا کی چمک دمک اور زیب و زینت میں سے جو چاہے اسے اللہ دے دے یا وہ اللہ کے پاس جو کچھ ہے اسے اختیار کر لے اور یہ بڈھا کہہ رہا ہے کہ ہم اپنے ماں باپ کے ساتھ آپ پر قربان۔" (لیکن چند دن بعد واضح ہوا کہ) جس بندے کو اختیار دیا گیا تھا وہ خود رسول اللہ ﷺ تھے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم میں سب سے زیادہ صاحبِ علم تھے۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تعریف کی اور ان کے دروازے کے سوا مسجد میں کھلنے والے تمام دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا۔ یہ بدھ کے روز کی بات ہے۔[1]

جمعرات کو آپ کی بیماری نے اور شدت اختیار کر لی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«هَلُمُّوا، أَكْتُبُ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا»

"لاؤ! میں تمھیں ایک تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو گے۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حاضرین سے کہا: "نبی ﷺ پر تکلیف کا غلبہ ہے اور تمھارے پاس قرآن ہے۔ اللہ کی یہ کتاب تمھارے لیے کافی ہے۔"

اس پر لوگوں میں اختلاف ہو گیا اور جب شور اور اختلاف زیادہ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«قُومُوا عَنِّي» "میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔"

اسی دن آپ نے وصیت کی کہ یہود ونصاریٰ اور مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دیا

[1] صحيح البخاري، الصلاة، باب الخوخة و الممر في المسجد، حديث:466.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جائے اور وفود کو اسی طرح نوازا جائے، جیسے آپ نوازتے تھے اور نماز اور غلاموں اور لونڈیوں کے متعلق بھی تاکید فرمائی [1] اور فرمایا:

«تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا، كِتَابَ اللّٰهِ وَ سُنَّةَ نَبِيِّهِ»

''میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں، جب تک انھیں مضبوطی سے پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ کتاب اللہ اور میری سنت۔'' [2]

نماز کے لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جانشینی نبی ﷺ مرض کی شدت کے باوجود نماز خود پڑھایا کرتے تھے لیکن اس دن ...... جمعرات کو...... جب عشاء کا وقت ہوا تو آپ نے لگن میں غسل فرمایا تاکہ مرض میں تخفیف ہو جائے، پھر اٹھنے لگے تو غشی طاری ہو گئی۔ افاقہ ہوا تو دوبارہ غسل فرمایا لیکن پھر اٹھنے لگے تو دوبارہ غشی طاری ہو گئی۔ تیسری بار غسل فرمایا اور اٹھنے لگے تو پھر غشی طاری ہو گئی۔ آخر آپ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہلا بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، چنانچہ اس وقت سے بقیہ ایام میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔ [3] آپ کی حیاتِ مبارکہ میں ان کی پڑھائی گئی نمازوں کی کل تعداد سترہ ہے۔

ہفتے یا اتوار کو رسول اللہ ﷺ نے کچھ افاقہ محسوس کیا، چنانچہ دو آدمیوں کے درمیان ظہر کی نماز کے لیے تشریف لائے۔ اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ کو ان کے بائیں بٹھا دیا گیا، چنانچہ اب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی اقتدا کر رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتدا کر رہے تھے کہ وہی لوگوں کو تکبیر سنا رہے تھے۔ [4]

جو کچھ تھا سب صدقہ فرما دیا اتوار کے دن نبی ﷺ نے اپنے غلام آزاد کر دیے۔ آپ کے پاس سات دینار تھے، انھیں صدقہ کر دیا۔ ہتھیار مسلمانوں کو ہبہ کر دیے۔ رات

① المستدرك للحاكم: 93/1. ② صحيح البخاري، الجهاد، باب هل يُسْتَشْفَعُ إلى أهل الذمة......، حديث: 3053. ③ صحيح البخاري، الأذان، باب: إنما جعل الإمام ليؤتم به، حديث: 687. ④ صحيح البخاري، الأذان، باب: إنما جعل الإمام ليؤتم به، حديث: 687.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

آئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنا چراغ ایک عورت کے پاس بھیجا اور کہلایا کہ اپنی کپی سے ہمارے چراغ میں گھی ٹپکا دو۔ ① آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ ایک یہودی کے پاس تیس صاع (تقریباً 66 کلو) جو کے عوض رہن رکھی ہوئی تھی۔ ②

حیاتِ مبارکہ کا آخری دن سوموار کی صبح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کا پردہ ہٹایا اور لوگوں کی طرف دیکھ کر مسکرائے۔ اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹے اور سمجھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے تشریف لانا چاہتے ہیں۔ (بقول حضرت انس رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر مسلمان اس قدر خوش ہوئے کہ چاہا کہ آپ کی مزاج پرسی کے لیے نماز توڑ دیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ ''اپنی نماز پوری کر لو۔'' پھر حجرے کے اندر تشریف لے گئے اور پردہ گرا لیا۔ ③

اسی دن یا اسی ہفتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور کچھ سرگوشی کی۔ وہ رونے لگیں، پھر کچھ سرگوشی کی تو وہ ہنسنے لگیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا تو یہ بات چھپا لے گئیں لیکن جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو بتلایا کہ آپ نے پہلی دفعہ یہ فرمایا تھا:

«إِنَّهُ يَمُوتُ فِي مَرَضِهِ هٰذَا» ''وہ اپنے اسی مرض سے وفات پا جائیں گے۔''

اس لیے وہ روئیں اور دوسری بار یہ فرمایا تھا:

«إِنَّكِ أَوَّلُ أَهْلِ بَيْتِي لِحَاقًا بِي» ''میرے اہل وعیال میں سب سے پہلے تم مجھ سے آملو گی۔''

اس لیے وہ ہنسیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں یہ بشارت بھی دی کہ تم ساری خواتین عالم کی سیدہ (سردار) ہو۔ ④

① طبقات ابن سعد:2/239,237. ② صحيح البخاري، البيوع، باب شراء الإمام الحوائج نفسه، حديث:2096. ③ صحيح البخاري، الأذان، باب أهل العلم والفضل أحق بالإمامة، حديث:680. ④ صحيح البخاري، المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، حديث:3623.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ادھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے کرب کی شدت دیکھی تو بے ساختہ پکار اٹھیں: وَا كَرْبَ أَبَاهُ ''ہائے ابا جان کی تکلیف!''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیرے ابا کو آج کے بعد کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔''[1]

پھر آپ ﷺ نے حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو بلا کر چوما اور ازواجِ مطہرات کو بلا کر وعظ و نصیحت کی۔

ادھر لحہ بہ لحہ تکلیف بڑھتی جا رہی تھی اور اس زہر کا اثر بھی ظاہر ہونا شروع ہو گیا جو آپ کو خیبر میں کھلایا گیا تھا، چنانچہ آپ اس کے الم کی شدت محسوس کرنے لگے۔[2] آپ ﷺ نے چہرے پر ایک چادر ڈال رکھی تھی جب سانس پھولنے لگتا تو چہرے سے ہٹا دیتے۔ اسی حالت میں آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ»

''یہود اور نصاریٰ پر اللہ کی لعنت۔ انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنایا۔''

(مقصود ان کے جیسے کام سے روکنا تھا)۔[3]

مزید فرمایا: «لَا يَبْقَيَنَّ دِينَانِ بِأَرْضِ الْعَرَبِ»

''سرزمین عرب میں دو دین نہ باقی رہنے دیے جائیں۔''[4]

یہ آخری ارشاد اور وصیت تھی جو آپ نے لوگوں کو فرمائی۔ اس کے بعد کئی بار فرمایا:

«اَلصَّلَاةَ، الصَّلَاةَ! وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ»

''نماز، نماز اور تمھارے زیر دست'' یعنی لونڈی و غلام۔''[5]

عالمِ نزع اور وفات پھر نزع کی حالت شروع ہو گئی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو

[1] صحيح البخاري، المغازي، باب مرض النبي ﷺ ووفاته، حديث: 4462. [2] صحيح البخاري، المغازي، باب مرض النبي ﷺ ووفاته، حديث: 4468. [3] صحيح البخاري، الصلاة، باب: 55، حديث: 436,435. [4] السنن الكبرىٰ للبيهقي: 135/6. [5] سنن ابن ماجه: الجنائز، باب ماجاء في ذكر مرض رسول الله ﷺ، حديث: 1625، ومسند أحمد: 290/6.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اپنے سینے اور گلے کے درمیان سہارا دے کر ٹیک لیا۔ اسی دوران میں ان کے بھائی عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے۔ ان کے پاس کھجور کی تازہ شاخ کی مسواک تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کی طرف دیکھنے لگے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سمجھ گئیں کہ آپ مسواک چاہتے ہیں۔ انھوں نے پوچھا تو آپ نے سر سے اشارہ کیا کہ ہاں! چنانچہ انھوں نے مسواک لے کر چبائی اور نرم کی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے لے کر نہایت اچھی طرح مسواک کی۔ آپ کے سامنے کٹورے میں پانی تھا۔ آپ پانی میں دونوں ہاتھ ڈال کر چہرہ پونچھتے جاتے اور فرماتے جاتے تھے:

«لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، إِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ»

''اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ موت کے وقت سختیاں ہیں۔''[1]

پھر آپ نے دونوں ہاتھ یا انگلی اٹھائی، نگاہ چھت کی طرف بلند کی اور دونوں ہونٹوں پر کچھ حرکت ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کان لگایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے:

﴿مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ﴾ (النسآء 4:69)، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي وَارْحَمْنِي وَ أَلْحِقْنِي بِالرَّفِيقِ الْأَعْلٰى، اَللّٰهُمَّ الرَّفِيقَ الْأَعْلٰى»

''ان انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ جنھیں تو نے انعام سے نوازا۔ یااللہ! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے ''رفیق اعلیٰ'' میں پہنچا دے، اے اللہ! رفیق اعلیٰ۔''

آخری فقرہ تین بار دہرایا اور روح پرواز کر گئی، ہاتھ جھک گیا اور آپ ''رفیق اعلیٰ'' سے جا ملے۔[2] ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾ (البقرة 2:156)

یہ سوموار، ربیع الاول کی 12 تاریخ اور ہجرت کا گیارھواں سال تھا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] صحيح البخاري، المغازي، باب مرض النبيﷺ ووفاته، حديث: 4449. [2] صحيح البخاري، المغازي، باب مرض النبي ﷺ و وفاته، حديث: 4435.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کی عمر تریسٹھ سال پوری ہو چکی تھی۔

صحابہ کی حیرت اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا موقف اس حادثۂ دل فگار کی خبر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں فوراً پھیل گئی اور ان پر دنیا تاریک ہو گئی۔ قریب تھا کہ وہ اپنے حواس کھو بیٹھتے، چنانچہ کوئی دن اس سے تاب ناک اور بہتر نہ تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تھے اور کوئی دن اس سے زیادہ تاریک اور قبیح نہ تھا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔[1] صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم رو رو کر اس طرح آہیں بھر رہے تھے، جیسے حاجیوں کا شور برپا ہو۔

ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر مسجد میں فرما رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک وفات نہیں پائیں گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ منافقین کو فنا نہ کر لے اور اس شخص کو قتل کرنے کی دھمکیاں دے رہے تھے جو یہ کہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ان کے گرد مسجد میں حیرت اور غم کی تصویر بنے موجود تھے۔[2]

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صبح کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض میں کمی دیکھی تو ''سُنح'' میں واقع اپنے مکان پر چلے گئے۔ انھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر ہوئی تو اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر آئے اور اتر کر مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔ لوگوں سے کوئی بات نہ کی۔ سیدھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد فرمایا۔ آپ کا جسد مبارک دھاری دار یمنی چادر سے ڈھکا ہوا تھا۔ انھوں نے چہرہ مبارک کھولا، اسے چوما اور روئے، پھر فرمایا:

> ''میرے ماں باپ آپ پر قربان! اللہ آپ پر دو موتیں جمع نہیں فرمائے گا۔ جو موت آپ پر لکھ دی گئی تھی، وہ آپ کو آ چکی۔''

اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور کہا: ''عمر بیٹھ جاؤ!''

مگر انھوں نے بیٹھنے سے انکار کر دیا، چنانچہ ان کو چھوڑ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ منبر کے پاس

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

[1] جامع الترمذي، المناقب، باب سلوا الله لي الوسيلة، حديث: 3618. [2] سیرت ابن ہشام: 655/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

«أَمَّا بَعْدُ: مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْمَاتَ، وَ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَّا يَمُوتُ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى:

﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِينَ ﴾ (آل عمران 144)

''امابعد! تم میں سے جو شخص محمد ﷺ کی پوجا کرتا تھا تو (وہ جان لے کہ) محمد ﷺ کی موت واقع ہو چکی ہے اور تم میں سے جو شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا تو یقیناً اللہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے، کبھی نہیں مرے گا۔ اللہ کا ارشاد ہے۔'' محمد نہیں ہیں مگر رسول۔ ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ تو کیا اگر ان کی موت واقع ہو جائے یا وہ شہید کر دیے جائیں تو تم لوگ اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جاؤ گے۔ اور جو شخص اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جائے تو وہ اللہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا اور عنقریب اللہ شکر کرنے والوں کو جزا دے گا۔''[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے:

''واللہ! ایسا لگتا تھا کہ لوگوں نے (پہلے) جانا ہی نہ تھا کہ اللہ نے یہ آیت نازل کی ہے، یہاں تک کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی تلاوت کی تو سارے لوگوں نے ان سے یہ آیت اخذ کی اور تب میں نے جس انسان کو سنا تو وہ اسی آیت کی تلاوت کر رہا تھا۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

''واللہ! میں نے جونہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سنا تو جان گیا کہ یہ برحق ہے۔ پس میں ٹوٹ کر رہ گیا، حتیٰ کہ میرے پاؤں مجھے اٹھا ہی نہیں رہے تھے اور میں زمین کی طرف لڑھک گیا اور میں جان گیا کہ واقعی نبی ﷺ

[1] آل عمران3:144.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کی وفات ہو چکی ہے۔“[1]

خلافت کے لیے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتخاب رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سب سے اہم مسئلہ یہ تھا کہ ایک امیر منتخب کیا جائے، جو عوام اور ملک کے معاملات چلانے کے لیے آپ کا جانشین ہو۔ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ یہ سمجھتے تھے کہ وہ جانشینی کے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ وہ نبی ﷺ کے خاص قریبی ہیں، چنانچہ وہ اور حضرت زبیر نیز بنو ہاشم کے کچھ لوگ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں جمع ہوئے۔ جبکہ انصار نے اپنے میں سے ایک امیر منتخب کرنے کے لیے ”سقیفہ بنی ساعدہ“ میں اجتماع کیا، باقی مہاجرین حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے ہو لیے۔“

حضرت ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما سقیفہ بنی ساعدہ“ تشریف لے گئے۔ ان کے ساتھ حضرت ابوعبیدہ اور دوسرے مہاجرین رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ وہاں مہاجرین وانصار میں بحث وگفتگو ہوئی۔ انصار نے اپنی فضیلت اور استحقاق کا ذکر کیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”آپ لوگوں نے جس خیر کا ذکر کیا ہے آپ لوگ واقعی اس کے اہل ہیں لیکن عرب اس کاروبار (حکومت) کو قریش کے اس قبیلے کے سوا کسی اور کے لیے نہیں جانتے، یعنی وہ قریش کے سوا کسی اور کی حکمرانی تسلیم نہیں کر سکتے۔ وہ عرب میں نسب اور گھرانے دونوں لحاظ سے افضل ہیں۔“ پھر انھوں نے حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پکڑے اور فرمایا:

”میں آپ لوگوں کے لیے ان دونوں میں سے کسی بھی ایک کو پسند کرتا ہوں۔“ اس پر انصار کے ایک آدمی نے کہا، ایک امیر ہم میں سے اور ایک امیر آپ لوگوں میں سے“ اس پر بڑا شور ہوا۔ آوازیں بلند ہوئیں اور اختلاف کا خطرہ ہو چلا۔ اسی وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: ”ہاتھ پھیلائیے۔“

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ پھیلایا اور عمر رضی اللہ عنہ اور مہاجرین وانصار نے بیعت کر لی۔[2]

[1] صحيح البخاري، المغازي، حديث:4454. [2] صحيح البخاري، الحدود، حديث:6830.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

تجہیز وتکفین اور تدفین منگل کے روز نبی ﷺ کو کپڑے اتارے بغیر غسل دیا گیا۔ غسل دینے والے افراد یہ تھے: ''سیدنا عباس، سیدنا علی، سیدنا عباس کے دو صاحب زادگان فضل، قثم اور رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام شقران، سیدنا اسامہ اور اوس بن خولی رضی اللہ عنہم۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے دونوں صاحب زادے آپ ﷺ کی کروٹ بدل رہے تھے، حضرت اسامہ اور شقران رضی اللہ عنہما پانی بہا رہے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ غسل دے رہے تھے اور حضرت اوس رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو سینے پر ٹیک رکھا تھا۔ ①

رسول اللہ ﷺ کو پانی اور بیری کے پتوں سے تین بار غسل دیا گیا۔ پانی ''غرس'' نامی قباء میں واقع حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کے کنویں کا تھا۔ آپ ﷺ پینے کے لیے بھی اس کنویں کا پانی استعمال فرمایا کرتے تھے۔ ②

پھر آپ کو تین سفید سوتی یمنی چادروں میں کفنایا گیا۔ ان میں کرتا اور پگڑی نہ تھی۔ بس آپ کو چادروں میں لپیٹ دیا گیا تھا۔ ③

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اسی جگہ رسول اللہ ﷺ کی قبر کھودی، جہاں آپ نے وفات پائی تھی۔ قبر لحد والی کھودی، پھر آپ کی چارپائی قبر کے کنارے رکھ دی گئی۔ دس دس صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اندر داخل ہوتے اور فرداً فرداً نماز پڑھتے۔ کوئی امام نہ ہوتا۔ سب سے پہلے آپ ﷺ کے خانوادے نے نماز پڑھی، پھر مہاجرین نے، پھر انصار نے، پھر بچوں نے، پھر عورتوں نے، یا پہلے عورتوں نے، پھر بچوں نے۔ ④

نماز جنازہ پڑھنے میں منگل کا پورا دن اور بدھ کی بیشتر رات گزر گئی۔ اس کے بعد رات کے اواخر میں آپ ﷺ کا جسد مبارک سپرد خاک کیا گیا۔ ⑤

① سنن ابن ماجه، الجنائز، باب ذكر وفاته ودفنه ﷺ، حديث: 1628. ② طبقات ابن سعد، یہاں تفصیل بھی موجود ہے: 2/277-281. ③ صحيح البخاري، الجنائز، باب الثياب البيض للكفن، حديث: 1264، صحيح مسلم، الجنائز، باب كفن الميت، حديث: 941. ④ موطأ إمام مالك: 231/1، وطبقات ابن سعد: 2/288-292. ⑤ مسند أحمد: 62/6 و 274.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

باب: 7

خانۂ نبوت اور آپ ﷺ کی صفات و اخلاق

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن مختلف اوقات میں نبی ﷺ کی کل گیارہ یا بارہ بیویاں ہوئی ہیں۔ ان میں سے 9 بیویاں زندگی کے اخیر میں آپ ﷺ کے ساتھ موجود تھیں اور دو یا تین بیویاں آپ کی زندگی ہی میں وفات پا گئی تھیں۔ نیچے ان سب کا مختصر تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

ام المؤمنین حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا نبی ﷺ نے جس وقت ان سے شادی کی تھی، ان کی عمر چالیس برس اور آپ ﷺ کی عمر پچیس برس تھی۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے سوا آپ کی تمام اولاد انھی کے بطن سے تھی اور آپ ﷺ نے ان کے جیتے جی دوسری شادی نہیں کی۔ رمضان سنہ 10 نبوت میں 65 سال کی عمر میں ان کی وفات مکہ میں ہوئی اور انھیں حجون میں دفن کیا گیا۔

ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا یہ اپنے چچا زاد بھائی سکران بن عمرو رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ دونوں نے اسلام قبول کیا اور حبشہ ہجرت کی، پھر مکہ واپس آئے اور حضرت سکران رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ ان کے بعد شوال سنہ 10 نبوت میں، یعنی حضرت خدیجہ کی وفات کے کوئی ایک مہینہ بعد نبی ﷺ نے ان سے شادی کر لی۔ ان کی وفات مدینے میں شوال 54 ہجری میں ہوئی۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ بنتِ صدیق رضی اللہ عنہا نبی ﷺ نے ان سے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ایک سال بعد شوال سنہ 11 نبوت میں نکاح کیا۔ اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی، پھر ہجرت کے سات مہینے بعد شوال 1 ہجری میں آپ کی رخصتی (شادی) ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر نو سال تھی۔ آپ ﷺ نے ان کے علاوہ کسی کنواری عورت سے شادی نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کی۔ یہ امت کی سب سے زیادہ فقیہ عورت ہیں اور عورتوں پر ان کی فضیلت ایسی ہی ہے، جیسے تمام کھانوں پر ثرید (کھانے) کی فضیلت۔[1] 17 رمضان 57 ہجری کو ان کی وفات ہوئی اور انھیں بقیع میں دفن کیا گیا۔

ام المؤمنین حضرت حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما یہ حضرت خنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں۔ حضرت خنیس رضی اللہ عنہ کو غزوۂ بدر میں ایک زخم آیا تھا جو بعد میں پھوٹ پڑا اور اس کی وجہ سے وہ بدر اور احد کے درمیانی عرصہ میں انتقال کر گئے۔ جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی عدت گزر گئی تو نبی ﷺ نے شعبان 3 ہجری میں ان سے شادی کر لی۔ انھوں نے بعمر ساٹھ سال مدینہ میں بمطابق شعبان 45 ہجری وفات پائی اور بقیع میں دفن ہوئیں۔

ام المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ ہلالیہ رضی اللہ عنہا یہ حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، جو بدر میں شہید ہو گئے۔[2] ان کے بعد رمضان 3 ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے ان سے شادی کر لی اور کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ وہ جنگ احد میں شہید ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے 4 ہجری میں ان سے شادی کی۔ انھیں جاہلیت میں "ام المساکین" کہا جاتا تھا کیونکہ وہ مسکینوں کو کھانا کھلاتی تھیں۔ آپ ﷺ سے شادی کے آٹھ مہینے بعد یا تقریباً تین مہینے بعد ربیع الثانی 4 ہجری میں ان کا انتقال ہو گیا۔ نبی ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور انھیں بقیع میں دفن کیا گیا۔

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ بنت ابو امیہ رضی اللہ عنہا یہ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں اور ان سے ان کی کئی اولادیں تھیں۔ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ جمادی الاخریٰ 4 ہجری میں وفات پا گئے، پھر رسول اللہ ﷺ نے شوال 4 ہجری میں چند روز باقی تھے کہ ان سے شادی کر لی۔ یہ فقیہ ترین اور عقل مند ترین عورتوں میں سے تھیں۔

[1] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب قول الله وضرب الله مثلا......، حديث: 3411.
[2] ابن اثیر نے ایک مجہول روایت کے تحت لکھا ہے: "یہ طفیل بن حارث کے نکاح میں تھیں، پھر اس کے بھائی عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔" (أسد الغابة: 130/1).

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

84 سال کی عمر میں 59 ہجری میں اور کہا جاتا ہے کہ 62 ہجری میں وفات پائی اور بقیع میں دفن ہوئیں۔

ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش بن رئاب رضی اللہ عنہا یہ نبی ﷺ کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کی صاحبزادی تھیں۔ ان کی شادی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کی گئی لیکن دونوں میں ہم آہنگی نہ ہو سکی، حتیٰ کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے طلاق دے دی چونکہ نبی ﷺ نے ان کو اپنا متبنّٰی (لے پالک) بنا رکھا تھا اور اس کی وجہ سے انھیں زید بن محمد کہا جاتا تھا اور اہل جاہلیت میں رواج تھا کہ وہ متبنّٰی بیٹے کی بیوی کو متبنّٰی بنانے والے باپ پر اسی طرح حرام سمجھتے تھے جیسے حقیقی بیٹے کی بیوی ہو، اس لیے جب حضرت زید رضی اللہ عنہ سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عدت گزر چکی تو اللہ نے سات آسمانوں کے اوپر سے نبی ﷺ کے ساتھ ان کی شادی کر دی اور متبنّٰی بنانے کے عمل کو لغو قرار دے دیا۔ یہ ذی قعدہ 5 ہجری کا واقعہ ہے اور کہا جاتا ہے کہ 4 ہجری میں کسی وقت یہ بات پیش آئی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بڑی عبادت گزار اور زبردست صدقہ کرنے والی خاتون تھیں۔ 53 سال کی عمر میں 20 ہجری میں ان کی وفات ہوئی۔ نبی ﷺ کی وفات کے بعد امہات المؤمنین میں سے سب سے پہلے انھی نے وفات پائی۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور بقیع میں دفن کی گئیں۔

ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بنت الحارث (رئیس بنی المصطلق) یہ شعبان 6 ہجری میں غزوۂ بنو المصطلق کے دوران قید کی گئیں اور حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئیں۔ انھوں نے طے کیا کہ ایک مخصوص رقم ادا کر کے آزاد ہو جائیں۔ نبی ﷺ نے ان کی طرف سے مقررہ رقم ادا کر کے آزاد کر دیا اور شادی کر لی۔ یہ دیکھ کر مسلمانوں نے بنو المصطلق کے سو گھرانے آزاد کر دیے اور کہا کہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے سسرالی ہیں، چنانچہ یہ اپنی قوم کے لیے بڑی بابرکت خاتون ثابت ہوئیں۔ 65 سال کی عمر میں ربیع الاول میں 56 ہجری اور کہا جاتا ہے کہ 55 ہجری میں وفات پائی۔

ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا یہ عبید اللہ بن جحش کے عقد میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

تھیں اور جب اس سے حبیبہ پیدا ہوئیں تو ان کی نسبت سے ان کی کنیت ام حبیبہ پڑ گئی۔ انھوں نے عبیداللہ کے ساتھ حبشہ ہجرت کی۔ لیکن وہ وہاں نصرانی ہو کر حالت ارتداد ہی میں وفات پا گیا مگر ام حبیبہ اسلام پر قائم رہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو نامہ مبارک دے کر نجاشی کے پاس روانہ کیا تو اسے حکم دیا کہ ام حبیبہ کا نکاح نبی ﷺ سے کردے، چنانچہ نجاشی نے آپ سے ان کا نکاح کر دیا اور اپنے پاس سے چار سو دینار (بطور) مہر دے کر شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ انھیں روانہ کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کی خیبر سے واپسی پر صفر یا ربیع الاول 7 ہجری میں ان کی رخصتی ہوئی۔ 42 یا 44 ہجری میں ان کی وفات ہوئی۔

ام المؤمنین حضرت صفیہ بنت حُیَیّ بن اخطب رضی اللہ عنہا

یہ بنونضیر کے سردار کی صاحب زادی اور بنی اسرائیل میں حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھیں۔ خیبر میں قید ہوئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں اپنے لیے منتخب فرمایا اور ان پر اسلام پیش کیا۔ وہ مسلمان ہوگئیں۔ آپ ﷺ نے انھیں آزاد کر کے ان سے شادی کر لی۔ یہ فتح خیبر 7 ہجری کے وقت کی بات ہے۔ مدینہ واپس ہوتے ہوئے خیبر سے 12 میل کے فاصلے پر ''وادیٔ صہباء'' پہنچ کر ان کی رخصتی ہوئی۔ 50 ہجری میں اور کہا جاتا ہے کہ 52 ہجری میں اور کہا جاتا ہے کہ 36 ہجری میں ان کی وفات ہوئی اور بقیع میں دفن کی گئیں۔

ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت حارث ہلالیہ رضی اللہ عنہا یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی ام الفضل لبابہ الکبریٰ بنت حارث ہلالیہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں۔ ان سے رسول اللہ ﷺ نے ذی القعدہ 7 ہجری میں عمرۂ قضا سے احرام کھولنے کے بعد نکاح کیا اور مکے سے نو میل کے فاصلے پر مقام ''سَرِف'' میں ان کی رخصتی ہوئی۔ ان کی وفات بھی مقام ''سَرِف'' ہی میں 61 ہجری میں اور کہا جاتا ہے کہ 63 ہجری میں اور کہا جاتا ہے 38 ہجری میں ہوئی اور وہیں دفن بھی ہوئیں۔ ان کی قبر اب بھی وہاں معروف ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

یہ گیارہ عورتیں ہیں، جو بالاتفاق رسول اللہ ﷺ کی بیویاں اور امہات المؤمنین ہیں۔
ان کے علاوہ ایک عورت ریحانہ بنت زید رضی اللہ عنہا کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ آپ کی بیوی تھیں یا لونڈی تھیں۔ یہ بنونضیر سے تھیں اور بنوقریظہ کے ایک شخص کے عقد میں تھیں۔ غزوۂ بنوقریظہ میں قید ہوئیں اور نبی ﷺ نے انھیں اپنے لیے منتخب فرمایا، پھر کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ نے انھیں آزاد کر کے محرم 6 ہجری میں شادی کر لی اور وہ ام المؤمنین قرار پائیں اور کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ نے انھیں آزاد نہیں کیا بلکہ بحیثیت لونڈی رکھا۔ نبی ﷺ حجۃ الوداع سے واپس آئے تو ان کا انتقال ہو گیا اور آپ ﷺ نے انھیں ''بقیع'' میں دفن فرمایا۔

ان عورتوں کے علاوہ آپ کی ایک لونڈی حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا تھیں، جنھیں مقوقس نے ان تحائف کے ضمن میں بھیجا تھا جو آپ ﷺ کے خط کے جواب میں روانہ کیے تھے۔ یہ بادشاہوں کی اولاد سے تھیں۔ انھیں رسول اللہ ﷺ نے اپنے لیے خاص فرمایا اور ان کے بطن سے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ 16 ہجری میں اور کہا جاتا ہے کہ محرم 15 ہجری میں انھوں نے وفات پائی اور بقیع میں دفن ہوئیں۔

اولاد

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے سوا آپ ﷺ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تھی۔ ذیل میں ان کا مختصر ذکر دیا جا رہا ہے:

1. قاسم رضی اللہ عنہ: یہ رسول اللہ ﷺ کے سب سے بڑے صاحب زادے تھے۔ انھی کی نسبت سے آپ ﷺ کی کنیت ابوالقاسم تھی۔ انھوں نے اتنی عمر پائی کہ چلنے لگے تھے، پھر تقریباً دو سال کی عمر میں وفات پا گئے۔
2. زینب رضی اللہ عنہا: یہ نبی ﷺ کی سب سے بڑی صاحب زادی تھیں۔ اللہ کی راہ میں مصائب سے دو چار ہوئیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

«هِيَ أَفْضَلُ بَنَاتِي» ”یہ میری سب سے افضل بیٹی ہے۔“[1]

قاسم کے بعد پیدا ہوئیں۔ ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ سے ان کی شادی ہوئی، جو ان کی خالہ ہالہ بنت خویلد کے صاحب زادے تھے۔ زینب رضی اللہ عنہا سے ایک بیٹا علی اور ایک بیٹی امامہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ امامہ رضی اللہ عنہا کو نبی ﷺ نماز میں گود میں لیا کرتے تھے۔ 8 ہجری کے اوائل میں مدینے میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔

3 رقیہ رضی اللہ عنہا: ان سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے شادی کی اور ان کے بطن سے ایک صاحب زادے عبداللہ پیدا ہوئے۔ وہ چھ سال کے تھے کہ مرغ نے ان کی آنکھ میں چونچ ماردی، جس کے اثر سے بالآخر وہ وفات پا گئے۔ رسول اللہ ﷺ بدر میں تھے کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا وفات پا گئیں۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ فتح کی خوش خبری لے کر مدینہ پہنچے تو انھیں دفن کیا جا چکا تھا۔

4 ام کلثوم رضی اللہ عنہا: رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد بدر سے واپس آکر رسول اللہ ﷺ نے ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کر دی۔ ان سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ انھوں نے شعبان 9 ہجری میں وفات پائی اور بقیع میں دفن ہوئیں۔

5 فاطمہ رضی اللہ عنہا: یہ آپ ﷺ کی سب سے چھوٹی اور سب سے محبوب صاحب زادی تھیں۔ یہ اہل جنت کی عورتوں کی سیدہ (سردار) ہیں۔ حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے بدر کے بعد ان سے شادی کی۔ ان کے بطن سے دو صاحب زادے، حضرت حسن اور حضرت حسین اور دو صاحب زادیاں، حضرت زینب اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما پیدا ہوئیں۔ یہ وہی ام کلثوم ہیں جن سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے شادی کی اور ان سے حضرت زید رحمہ اللہ پیدا ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی تو ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے چچیرے بھائی عون بن جعفر نے ان سے شادی کی، پھر عون کی وفات ہوگئی تو ان کے بھائی محمد نے شادی کر لی، پھر محمد بھی وفات پا گئے تو دوسرے بھائی عبداللہ نے ان سے شادی کر لی، پھر عبداللہ کے عقد میں رہتے ہوئے خود

[1] المستدرك للحاكم: 4/44، ودلائل النبوة للبيهقي: 3/156.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ام کلثوم نے وفات پائی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات نبی ﷺ کی وفات کے چھ مہینے بعد ہوئی۔ (نبی ﷺ کی یہ پانچوں اولادیں نبی ﷺ کے شرفِ نبوت سے مشرف ہونے سے پہلے پیدا ہوئیں۔)

6 عبداللہ رضی اللہ عنہ: ان کے بارے میں اختلاف ہے۔ کہا جاتا ہے کہ زمانۂ اسلام میں پیدا ہوئے اور کہا جاتا ہے کہ اس سے پہلے پیدا ہوئے۔ انھوں نے بھی بچپن ہی میں وفات پائی۔ یہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نبی ﷺ کے آخری صاحب زادے تھے۔

7 ابراہیم رضی اللہ عنہ: یہ جمادی الاولیٰ یا جمادی الثانیہ 9 ہجری میں آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ کے بطن سے مدینے میں پیدا ہوئے اور 29 شوال 10 ہجری کو، جس دن مدینہ میں سورج گرہن لگا تھا، وفات پائی۔ اس وقت وہ 16 یا 18 مہینے کے بچے تھے اور ابھی دودھ پیتے تھے۔ انھیں بقیع میں دفن کیا گیا اور نبی ﷺ نے فرمایا: ''اُن کے لیے ایک دایہ جنت میں ان کی رضاعت پوری کر رہی ہے۔''[1]

صفات و اخلاق

رسول اللہ ﷺ جمالِ خلقت اور کمالِ اخلاق میں سب سے بلند تھے۔ اس بارے میں بہت سی احادیث آئی ہیں۔ یہاں ان کے معانی و مطالب کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے:

چہرۂ مبارک اور اس کے متعلقات

رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ مبارک گورا، پُرکشش، گول، روشن رنگ، سرخی آمیز تھا، چودھویں کے چاند کی طرح جگمگاتا ہوا۔ جب آپ ﷺ خوش ہوتے تو چہرۂ مبارک اس طرح دمک اٹھتا گویا چاند کا ایک ٹکڑا ہے۔ دھاریاں اس طرح چمکتیں جیسے روشن بادل چمکتا ہے، گویا سورج اس میں دوڑ رہا ہے بلکہ اگر آپ رسول اللہ ﷺ کو دیکھتے تو گویا طلوع ہوتے ہوئے

1 مسند أحمد: 4/297، ودلائل النبوة للبيهقي: 7/289.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سورج کو دیکھتے۔ چہرے پر پسینہ یوں محسوس ہوتا گویا موتی ہیں اور پسینے کی خوشبو مشکِ خالص سے بھی بڑھ کر ہوتی اور جب آپ غصہ ہوتے تو چہرہ یوں سرخ ہو جاتا کہ گویا دونوں رخسار میں انار کے دانے نچوڑ دیے گئے ہیں۔ دونوں رخسار ہلکے، پیشانی کشادہ، ابرو کماندار باریک اور کامل تھے، باہم ملے نہ تھے اور کہا جاتا ہے کہ ملے تھے۔ آنکھیں کشادہ تھیں، ان کی سفیدی میں سرخی کی آمیزش تھی، پتلی سیاہ تھی، پلکوں کے بال لمبے اور گھنے تھے، آپ دیکھتے تو کہتے کہ آنکھوں میں سرمہ لگا رکھا ہے، حالانکہ آپ سرمہ لگائے ہوئے نہیں ہوتے تھے۔

ناک کا بانسہ بلند اور خم دار تھا۔ اس پر نور بلند ہوتا محسوس ہوتا۔ دونوں کان مکمل تھے۔ منہ خوبصورت اور بڑا تھا۔ سامنے کے دونوں دانتوں میں ذرا سا فاصلہ تھا، بقیہ دانت بھی الگ الگ تھے، دانتوں میں چمک تھی۔ جب آپ مسکراتے تو ایسا لگتا گویا اولے ہیں اور جب آپ گفتگو فرماتے تو دانتوں کے درمیان سے نور نکلتا دکھائی دیتا۔ غرض آپ کے دانت سب سے خوبصورت تھے۔

ڈاڑھی خوبصورت، گھنی، کنپٹی سے کنپٹی تک بھرپور، سینے کو بھرے ہوئے اور بالکل کالی تھی۔ صرف دونوں کنپٹیوں اور ڈاڑھی بچہ میں چند گنے چنے بال سفید تھے۔

سر، گردن اور بال

سر متوازن انداز میں بڑا اور گردن نہایت خوبصورت اور لمبی تھی، بال دونوں کانوں کے نصف یا لو تک ہوا کرتے اور کبھی کبھی اس سے بھی نیچے اور کبھی کبھی دونوں کندھوں کو چھوتے۔ چند بال پیشانی کے بھی سفید تھے مگر اتنے کم کہ سر اور ڈاڑھی ملا کر کل بیس بال بھی سفید نہ تھے۔ سر کے بال ذرا ذرا سے گھونگریالے تھے۔ آپ ناغے سے سر اور داڑھی میں کنگھی فرماتے اور سر کے درمیان سے مانگ نکالتے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اعضا و اطراف

ہڈیوں کے سرے، مثلاً: کہنیاں، کندھے اور گھٹنے بڑے بڑے تھے۔ کلائیاں بڑی بڑی اور ان کے جوڑ لمبے تھے۔ ہتھیلیاں اور قدم کشادہ تھے، تلوا گہرا نہ تھا۔ دونوں ہاتھ حریر و دیباج سے زیادہ نرم، برف سے زیادہ ٹھنڈے اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھے۔ کہنی سے اوپر اور نیچے دونوں بازو اور اطراف بھاری بھرکم تھے، ایڑیاں اور پنڈلیاں ہلکی تھیں، دونوں کندھوں کے درمیان دوری تھی، اطراف لمبے، سینہ کشادہ اور بالوں سے خالی تھا، صرف لبے سے ناف تک بالوں کی ایک لکیر تھی۔ اس کے علاوہ شکم اور سینے پر بال نہ تھے، کندھے اور اس سے متصل بازو پر البتہ بال تھے، سینہ اور شکم برابر تھے، بغل کا رنگ مٹیالا تھا اور پیٹھ ایسی تھی گویا ڈھلی ہوئی چاندنی۔

قد و قامت اور جسم

آپ کا قد خوبصورت، قامت معتدل اور پیکر سیدھا تھا، نہ آپ ناٹے تھے، نہ لمبے تڑنگے لیکن طول سے قریب تر تھے، چنانچہ کوئی شخص جو لمبائی کی طرف منسوب ہوتا وہ آپ کے ساتھ چلتا تو آپ ﷺ ہی اس سے لمبے ہوتے۔ جسامت معتدل تھی اور بدن گٹھا ہوا، نہ زیادہ موٹے تھے، نہ دبلے پتلے بلکہ دو شاخوں کے درمیان ایک شاخ تھے، جو تینوں میں سے سب سے زیادہ تازہ اور خوش منظر تھی۔

خوشبو

آپ ﷺ کا جسم، پسینہ اور اعضا تمام خوشبوؤں سے زیادہ خوشبو دار تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

”میں نے کبھی کوئی عنبر یا مشک یا کوئی ایسی خوشبو نہیں سونگھی جو رسول اللہ ﷺ کی خوشبو سے بہتر ہو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ”آپ ﷺ کسی راستے سے تشریف لے جاتے اور آپ کے بعد کوئی اور گزرتا تو آپ ﷺ کی خوشبو کی وجہ سے ضرور جان جاتا کہ آپ یہاں سے گزرے ہیں۔“

آپ ﷺ کسی آدمی سے مصافحہ فرماتے تو وہ دن بھر اس کی خوشبو محسوس کرتا۔ اور آپ ﷺ کسی بچے کے سر پر اپنا ہاتھ پھیرتے تو اس کی خوشبو کی وجہ سے وہ بچوں کے درمیان پہچان لیا جاتا۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے آپ کا پسینہ ایک شیشی میں محفوظ کر رکھا تھا۔ اسے خوشبو میں ڈالتی تھیں کیونکہ وہ سب سے عمدہ خوشبو تھی۔

رفتار

رسول اللہ ﷺ بہت تیز رفتار تھے۔ بازار میں چلنے والے شخص کی رفتار سے چلتے تھے۔ درماندہ اور سست نہ تھے۔ کوئی آپ کا ساتھ نہ پکڑ پاتا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”میں نے کسی کو رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر تیز رفتار نہیں دیکھا، گویا زمین آپ کے لیے لپیٹ دی جاتی تھی۔ ہم تو اپنے آپ کو تھکا مارتے اور آپ بے پروائی سے چلتے رہتے تھے۔“

آپ ﷺ جب قدم رکھتے تو پورا قدم رکھتے۔ تلوے میں گہرائی نہ تھی اور جب مڑتے تو پورے مڑتے، سامنے ہوتے تو مکمل اور پیچھے مڑتے تو مکمل، چلتے تو جھٹکے سے اٹھتے اور یوں چلتے گویا ڈھلوان سے اتر رہے ہیں، پھر جھٹکے سے پاؤں اٹھاتے اور نرمی سے چلتے۔

آواز اور گفتگو

رسول اللہ ﷺ کی آواز میں ہلکا سا بھاری پن تھا اور آپ شیریں گفتار اور باوقار تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

خاموش رہتے تو باوقار اور گفتگو کرتے تو پرکشش۔ بول ایسے کہ گویا لڑی سے موتی جھڑ رہے ہیں۔ بات شروع کرتے تو اس کا پورا احاطہ کر کے ختم فرماتے۔ گفتگو دوٹوک ہوتی، نہ مختصر نہ فضول۔ ہر حرف واضح ہوتا۔ آپ ﷺ فصیح وبلیغ اور رواں طبیعت تھے۔ نکھرے ہوئے کلمات بولتے۔ کوئی شخص، خواہ کیسا ہی فصیح وبلیغ ہوتا آپ کی ہمسری نہ کر سکتا۔ آپ ﷺ کو حکمت اور دوٹوک خطاب کے ساتھ جامع کلمات عطا کیے گئے تھے۔

اخلاق کی ایک جھلک

رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر ہمیشہ بشاشت ہوتی۔ سہل خو اور نرم پہلو تھے، جفا جو اور سخت خو نہ تھے۔ بازاروں میں اونچی آواز نہ لگاتے۔ سب سے زیادہ تبسم فرماتے۔ غصے سے سب سے زیادہ دور اور رضا میں سب سے آگے۔ دو کاموں میں جو زیادہ آسان ہوتا اسی کو اپناتے بشرطیکہ وہ گناہ کا کام نہ ہو، اگر گناہ کا کام ہوتا تو پھر اُس سے سب سے زیادہ دور ہوتے۔ اپنے لیے کبھی انتقام نہ لیا، البتہ اللہ کی حرمت پامال کی جاتی تو اس کے لیے انتقام لیتے۔

رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ سخی، سب سے کریم، سب سے بہادر، سب سے شہ زور، اذیت پر سب سے بڑھ کر صبر کرنے والے، سب سے زیادہ باوقار اور سب سے بڑھ کر حیا دار تھے۔ کوئی چیز ناپسند فرماتے تو چہرے پر اس کے آثار دیکھے جاتے۔ اپنی نظر کسی کے چہرے پر جماتے نہ ناپسندیدگی کے ساتھ کسی کا سامنا کرتے۔

سب سے زیادہ عادل، پاک نفس وپاک دامن، سچائی کے علم بردار اور بڑے امانت دار تھے۔ نبوت سے پہلے ہی امین کے لقب سے مشہور تھے۔ سب سے زیادہ متواضع اور تکبر سے دور تھے۔ سب سے بڑھ کر عہد کے پاس دار، صلہ رحم، سب سے عظیم شفقت ورحمت والے، سب سے عمدہ معاشرت وادب والے، سب سے زیادہ کشادہ اخلاق، فحش اور لعنت ملامت سے سب سے زیادہ دور، جنازوں میں تشریف لے جاتے، فقراء ومساکین کے ساتھ بیٹھتے،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

غلام کی دعوت قبول کرتے، کھانے اور لباس میں ان پر برتری نہ اختیار فرماتے۔ جو آپ ﷺ کی خدمت کرتا آپ خود اس کی خدمت فرماتے۔ اپنے خادم پر عتاب نہ کرتے، یہاں تک کہ کبھی اسے اف تک نہ کہا۔[1] غرض آپ ﷺ کے اوصاف کو احاطۂ بیان میں لانا ممکن نہیں، لہٰذا اسی مختصر بیان پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اس حقیری پونجی کو قبول فرمائے اور ہمیں سید المرسلین اور امام الانبیاء والمتقین، خیر خلائق محمد ﷺ کی پیروی کی توفیق دے۔ اے اللہ! تو نبی ﷺ پر، آپ کی آل پر اور آپ کے اصحاب پر درود و سلام بھیج اور ہمیں قیامت کے روز آپ کے پرچم کے نیچے جگہ نصیب فرما۔ آمین! یا رب العالمین!

دوشنبہ 11 شوال سنہ 1415 ہجری

[1] آپ ﷺ کے صفات و اخلاق کا یہ خاکہ حسب ذیل مآخذ سے جمع کیا گیا ہے: صحيح البخاري، المناقب، باب صفة النبيﷺ، وصحيح مسلم، الفضائل، باب في صفة النبيﷺ، وجامع الترمذي، أبواب المناقب عن رسول اللهﷺ، وشمائل ترمذی، ومسند دارمی، والمستدرك للحاكم، وشرح السنه للبغوي، ومشكوٰة المصابيح، وسيرت ابن هشام، وطبقات ابن سعد، وتهذيب تاريخ دمشق، والشفاء قاضي عياض، وزادالمعاد، وخلاصة السير، والبدايه والنهايه.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ